مشہور لٹریری اور تاریخی رسالہ جو ۱۸۸۷ء سے جاری ہے

جلد ۳

نمبر ۱

دلگداز

شرر لکھنوی

محررہ

محمد داؤد ان بیگ خان [illegible] سے

شائع ہوا

ہیں - اور ان کا اعتبار بھی نہیں کیا جا سکتا

تصانیف شرر کے نئے لائبریری ایڈیشن

نفیس مزاج اور فیاض قدر دانان علم کیلئے مولانا شرر کی نئی اور پرانی کتابیں بڑے اہتمام کے ساتھ نہایت صحیح و روشن مسطر اور عمدہ ولائتی چکنے کاغذ پر چھاپی جاتی ہیں جنکی نفاست دیکھنے کے قابل ہے۔ اس سلسلۂ طبع کا نام لائبریری ایڈیشن رکھا گیا ہے۔ اسمین ناول بھی ہیں اور اعلیٰ درجہ کی تاریخیں بھی۔ جو حضرات پہلے سے اجازت دیتے ہیں انکا نام لائبریری ایڈیشن کے رجسٹر میں درج کر لیا جاتا ہے اور تیار ہوتے ہی ہفتہ عشرہ پہلے اطلاع کا ڈیکلیریشن کے بلا انتظار جواب وی۔ پی بھیجدی جاتی ہیں۔ مجلد کتابوں کے خریداروں سے اصل قیمت پر فیجلد ۲؍ کے حساب سے اضافہ کر لیا جاتا ہے۔ اگر علمی مذاق کی سرپرستی منظور ہو تو فوراً لائبریری ایڈیشن کے رجسٹر میں اپنا نام درج کرائیے۔

اس سلسلہ مین مندرجۂ ذیل کتابین نیار موجود ہین

نمبر (۱) **افسانۂ قیس** مجنون عامری کی لائف جو از سر نو مکمل ہوگئی ہے۔ قیمت فی جلد . . . . . . ۱؍

نمبر (۲) **قیس و لبنیٰ** مشہور عاشق عرب قیس بن ذریح عذری اور اسکی معشوقہ لبنیٰ کے حالات کو نہایت سچا، پُراثر اور دلچسپ ناول کا لباس پہنایا گیا ہے۔ اسمین یہ خاص بات ہے کہ یہی ایک پرسوز و گداز ناول ہے اور یہی سچی سوانحعمری۔ قیمت فیجلد . . . . ۱؍

نمبر (۳) **حسن بن صباح** بانی فرقۂ باطنیہ کے حالات زندگی۔ اسکی تعلیمین اُسکا علم و فضل اور اُسکے پیرو فدائی۔ جو یورپ کے مذہب کی اصلیت اسی کتاب سے معلوم ہو سکتی ہے۔ (قریب تیاری) قیمت فیجلد ۔ ۲؍

اسی سلسلہ کی مندرجۂ ذیل کتابین زیر طبع ہین جو سنہ ۱۹۱۹ء مین مکمل ہو جائین گی

عصر قدیم ایک نہایت ہی مکمل اور سلجھی ہوئی تاریخ جسمین حضرت رسالت مآب صلعم سے پیشتر کی اسرائیلیون مصریون۔ اسیریا و بابل والون۔ ایرانیون۔ یونانیون مقدونیہ والون۔ رومیون ساسانیون۔ بطلیموسیون وغیرہ کے اجمالی حالات ایسی خوبی سے لکھے گئے ہین کہ ایک نظر دیکھ لینے سے ساری دُنیا کی تاریخ پر اجمالی نظر پڑ جاتی ہے۔ یہ کتاب اسلامی مدارس مین تاریخ کی حیثیت سے سلسلۂ درس مین داخل کرنے کے قابل ہے۔ حجم تقریباً ۔۔۔ صفحہ۔ قیمت . . . . عام

برنیقہ عہد یہود کا ایک جدید ناول جسمین بنی اسرائیل کی معاشرت و تاریخ کے سلسلہ مین رومیون کے ہاتھ سے بیت المقدس اور یہود کی تباہی و پامالی دکھائی گئی ہے۔ اور ثابت کیا گیا ہے کہ کوئی کمزور و ناشائستہ قوم اپنی زبردست سلطنت سے بغاوت کرے اور نا قابلیت کے ساتھ آزادی چاہے تو اُسکا کیا انجام ہوتا ہے۔ عہر

امام ابو الحسن اشعری (سلسلۂ مشاہیر اسلام) امام ممدوح کی سیرۃ آپکا مذہب اور آپ کا فلسفہ عقائد بے دینی و بیدینداری کی اور الحاد پر خدا شناسی کی فتح۔ فی جلد . . . . عہر

فلورا فلورنڈا اُس پُرانے پُرجوش تاریخی ناول کا جسے مسلمانان ہند نے بیحد پسند فرمایا ہے نیا لائبریری ایڈیشن عہر

تاریخ بغداد اسکے نہایت ناقص و ناتمام نسخہ بازار مین پھیلے ہوئے ہین۔ اب اُسے از سر نو مکمل و مرتب کر کے اور گویا نئے سرے سے تصنیف کر کے لائبریری ایڈیشن تیار کیا جاتا ہے۔ قیمت فیجلد . . . ۱؍

قدر دانان و لگداز کو اس سلسلہ کی سرپرستی

دار

حسن کی کرشمہ سازیان

بلقیس ملکۂ سبا

ہر قوم کی تاریخ مین ایسے ابتدائی عہد بھی گزرے ہین جن کے حالات اس عہد کے قیاسات عقلی سے باہر اور عجیب و غریب واقعات سے لبریز ہین یونانیون، رومیون، ہندوؤن اور مصریون کی یہ رائے تھی کہ ان دنون آسمان و زمین کے رہنے والے اور عالم بالا و عالم زیرین والے باہم ملتے جلتے تھے اور پرستان و آسیبستان کی آمد و رفت کے راستے کھلے ہوئے تھے بنی اسرائیل و عرب مین بھی اپنی پرانی تاریخ کے متعلق ایسے ہی حالات مشہور تھے عرب کی ملکہ بلقیس بابل کی ملکہ سمیرامیس اور یونان کی ہلین بھی اسی قدیم عہد کی خاتونین ہین جو قریب العہد تھین اور ولادت سرور کائنات سے دو ہزار سال پہلے تقریباً تین صدیون کے اندر ایک دوسرے کے بعد گزرین - ان سب کے حالات خلاف فطرت واقعات سے لبریز نظر آتے ہین مگر اسلام اور بت پرستی کا یہ فرق اس زمانہ مین بھی نمایان تھا کہ بابل کی سمیرامیس اور یونان کی ہلین تو دیویان بن گئین اور بلقیس صرف ایک حق پرست ملکہ اور پیغمبر کی بیوی بننے سے زیادہ تجاوز نہ کر سکی - سمیرامیس اور ہلین کی بے عصمتی آوارگی اور شہوت پرستی تھی - اور بلقیس دنیا کو فتح کرنے والے حسن و جمال کے ساتھ عصمت و عفت کے زیور سے آراستہ تھی -

بلقیس کا واقعہ کتب آسمانی مین بھی مذکور ہے مگر بہت مختصر اور باقی حالات کا تکملہ قومی روایتون اور کہانیون سے کیا گیا ہے - اسی وجہ سے اُس کے متعلق اختلافات بھی بہت ہین - اور اُن کا اعتبار بھی نہین کیا جا سکتا -

بعض اہل روایت کہتے ہین کہ اُس کا اصلی نام بلقمہ تھا۔ اور شیرع بن حارث بن قیس بن صیفی بن سبا بن یشحب بن یعرب بن قحطان کی بیٹی تھی۔ بعض اُس کے باپ کا نام یشرح بن تبع ذی الاذعار بن تبع ذی المنار بن تبع رائش بتاتے ہین۔ مگر بہ در اصل کوئی اختلاف نہین۔ اس لیے کہ وہ قدیم شاہان یمن کی نسل سے تھی جو تبع کہلاتے تھے اور ان بادشاہون کے نام کے ساتھ ایک لقب بھی ہوا کرتا تھا جس کے اول مین اکثر لفظ "ذو" رہا کرتا۔ لہذا پہلی روایت مین اُن کے اصلی نام بتائے گئے ہین اور دوسری مین اُن کے شاہانہ القاب۔

ان ملوک تبع کا جو تبابعۂ یمن کہلاتے ہین بڑا زمانہ گزرا ہے۔ اپنے دور مین وہ کسی سلطنت کو اپنے مقابل نہین سمجھتے تھے اور ساری دنیا کا بادشاہ اپنے ہی آپ کو خیال کرتے تھے۔ قدیم فراعنۂ مصر کا مذاق اُن کا سامان عیش اُن کا زیور اُن کے ظروف اور اُن کے قصر و ایوان تبابعۂ یمن سے اس قدر ملتے جلتے تھے کہ اہل بصیرت کو خیال ہو چلا ہے کہ مصر والے تہذیب و تمدن مین ان ملوک عرب ہی کے شاگرد تھے۔ اور اگر کبھی یمن کے کھنڈرون کو کھودکے وہان کی تاریخ کا پتہ لگایا جا سکا تو کیا عجب کہ یہ قیاس یقین کی صورت اختیار کرے۔ الغرض انھین تبابعۂ یمن کی ایک وارث تاج و دیہیم ملکہ بلقیس بھی تھی اُس کے متعلق جو خارج از عقل واقعات بیان کیے گئے ہین اُن مین ایک یہ بھی ہے کہ اُس کی مان بادشاہ جن کی شاہزادی تھی جس کا نام رواحہ یا ریحانہ تھا۔ اور اس غیر معمولی عقد شادی کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ بلقیس کا باپ یشرح اپنے خاندان کا چالیسوان فرمان روا تھا۔ ساری دنیا پر متصرف تھا۔ اور سارے جہان مین کسی شاہی خاندان کو اپنا کفو اور ہم رتبہ نہ سمجھتا تھا کہ اُس کی لڑکی کو اپنی ملکہ بنائے۔ اور آخر کار کہنے لگا کہ مین انسانون مین شادی ہی نہ کرون گا۔

وہ جنگل مین جاکے شکار کیا کرتا۔ اور ہرنون کی طرح شریر جنون کا بھی شکار کرتا تھا۔ بہت سے شریر جن اُس کے ہاتھ سے مارے گئے تو خود بادشاہ جن نے نمودار ہو کے اُسکا شکریہ ادا کیا۔ اور اسنے اُسکو عوض مین اُس کی بیٹی کا پیام دیا۔ بعض کہتے ہین کہ یون نہین۔ بلکہ ایک دفعہ اُس نے دیکھا کہ ایک کالا اور ایک سفید سانپ باہم لڑ رہے ہین۔ آخر لڑتے لڑتے کالا سانپ سفید سانپ پر غالب آیا۔ یہ بات اُسے پسند نہ آئی۔ ملازمون کو حکم دیا کہ اُس کالے سانپ کو

مار ڈالو - اور سفید جو نہایت مضمحل و ناتوان ہو۔ ہاتھا اُسے پانی چھڑک چھڑک کے ہوش مین
لایا - یہانتک کہ وہ رینگ کے چلا گیا۔ رات کو یشرح اپنے خلوت خانہ مین تھا کہ ناگہان ایک
خوشرو نوجوان نمودار ہوا جس کی صورت دیکھ کے یشرح ڈرا تو اُس نے کہا آپ خوف نہ کھائیے
مین وہی سفید سانپ ہون جس کی دن کو آپ نے جان بچائی تھی - اِس احسان کا جو معاوضہ
کہیے ادا کرنے کو تیار ہون کہیے تو روپیہ پیسہ لا کے نذر کرون یا کہیے تو آپ کو فن طب بتا دون۔
یشرح نے کہا روپیہ پیسہ خدا نے مجھے بہت کچھ دیا ہے طب کی ضرورت ۔ بادشاہ ہون کہ نہین -
حکمرانی کے ساتھ وہ طبابت بھی کرنے لگین تو لوگ نام رکھین گے - لیکین ہان میری یہ آرزو
البتہ ہے کہ اگر آپ کی کوئی بیٹی ہو تو اُسے میرے عقد نکاح مین دیجیے - اِس جوان جن
نے کہا" ہان میری ایک بیٹی ہے - اور اُس کے لیے آپ کا پیام قبول بھی کرتا ہون لیکن
شرط یہ ہے کہ وہ جو چاہے کرے آپ اُس کے کامون مین دخل نہ دین - اگر ذرا بھی دخل
دیا تو وہ آپ کو چھوڑ کے چلی آئے گی" یشرح نے یہ شرط منظور کی - اور شادی ہو گئی -

شادی کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا جسے پیدا ہوتے ہی مان نے دہکتی ہوئی آگ
مین پھینک دیا - باپ کے دل کو صدمہ تو بڑا ہوا مگر اپنے عہد کی پابندی مین خاموش
ہو رہا - پھر ایک لڑکی پیدا ہوئی جسے مان نے ایک کُتیا کے سامنے ڈال دیا اور وہ
اُسے جھپٹ کے اُٹھا لے گئی - اب کی بھی دل شکستہ باپ نے کلیجہ پر صبر کی سل رکھ لی -
اس کے بعد کسی باغی نے سر اُٹھایا اور بادشاہ نے اُس کی سرکوبی کے لیے فوج کشی
کی۔ پُراسرار بی بی بھی اُس سفر مین ساتھ تھی - ایک منزل پر پہونچ کے جہان رسد اور
پانی ملنے کی کوئی امید نہ تھی کیا دیکھتا ہے کہ سارے غلہ اور کھانے کی چیزین مٹی
مین مل گئین مشکون کے دہانے آپ ہی آپ کھل گئے اور سارا پانی بہ گیا - یہ
دیکھتے ہی بادشاہ کو اپنی اور اپنے لشکر کی ہلاکت کا یقین آگیا - اور یہ بھی سمجھ گیا
کہ یہ کارستانی جنون نے میری بی بی کے کہنے سے کی ہے - ابھی تک تو ضبط کیا تھا -
مگر اب نہ ہو سکا - بی بی کے سامنے جا کے بیٹھا - اور بدعہدی کے الزام سے بچنے کے لیے
زمین کی طرف اشارہ کر کے کہا" تو نے میرے بیٹے کو جلا دیا مین نے دم نہ مارا -
میری بیٹی کُتیا کو دے دی اور مین نے آہ نہ کی - لیکن اب اِس آفت سے تو ہم مین
سے کوئی بھی جان بر نہ ہو گا" بی بی نے فوراً جواب دیا" بہتر تھا کہ تم اب بھی صبر کرتے

تمہارے کھانے پانی میں دشمنوں نے زہر ملا دیا تھا۔ اگر وہ تلف نہ کر دیا جاتا تو ایک بھی زندہ نہ بچتا۔" یہ کہہ کے اُس نے ایک ایسے مقام پر پہنچا دیا جہاں کھانا پانی سب چیزیں آسائش سے مل گئیں۔ اس کے بعد وہ بولی "تمھیں اپنے بیٹے کا صدمہ ہے۔ اُسے میں نے ایک دائی کے سپرد کر دیا تھا مگر خدا کو زندگی نہیں منظور تھی مر گیا۔ رہی تمہاری بیٹی وہ جیتی جاگتی موجود ہے۔" اور اُس کے یہ کہتے ہی ایک حسین و خوبرو لڑکی زمین سے نکل کے باپ کے سینہ سے لپٹ گئی۔ یہی بلقیس تھی۔ جس سے مل کے باپ بیحد خوش ہوا۔ خلاصہ یہ کہ بلقیس عرب کی شکنتلا تھی جو انسان اور پری کی آمیزش سے پیدا ہوئی۔

اس کے بعد بادشاہ نے اُس غنیم کو مغلوب کیا۔ اور انتظام سلطنت اپنی زندگی ہی میں بلقیس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور جب مرا تو وہی وارث تاج و تخت ہوئی مگر اس میں بھی بعض اہل روایت کو اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بلقیس کا باپ بغیر کوئی وصیت کیے مر گیا۔ اور اُس کے بعد رعایا میں جھگڑا پڑا۔ ایک گروہ نے بلقیس کی اطاعت قبول کی۔ اور ایک نے اُس کے چچازاد بھائی کی۔ اُس کے اِس ابن عم نے حکومت پاتے ہی طرح طرح کے ظلم کرنا شروع کر دیے۔ خصوصاً اس کی شہوت پرستی اِس درجہ کو پہونچ گئی کہ ملک بھر میں جس کی بیٹی کو حسین و خوبرو سنتا بلوا کے بے آبرو کر ڈالتا۔ آخر لوگ عاجز آ کے اِس فکر میں ہوئے کہ اُسے تخت سے اُتار دینا۔ یہ باتیں بلقیس کو ناگوار گزر رہی ہی تھیں کہ اُس نے بلقیس کو بھی بے عزت کرنے کے لیے بلوایا۔ بلقیس نے کہلا بھیجا "میں نہیں بلکہ آپ خود مجھ سے ملنے کو یہاں آئیے۔" وہ فوراً چلا آیا۔ اور یہاں دو شخص چھپا کے لگا دیے گئے تھے۔ اِدھر اُس نے مکان کے اندر قدم رکھا اور اُدھر اُنھوں نے اپنی تلواروں سے کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد ہی بلقیس نے وزرا کو بلوا کے غیرت دلائی کہ تم میں سے ایک بھی نہ تھا جسے اپنی بیٹی کی بے آبروئی پر غیرت آتی؟ پھر اُس کی لاش دکھائی۔ اور کہا "اب جس کسی کو مناسب سمجھو اپنا بادشاہ بناؤ۔" سب نے کہا "آپ سے بہتر حکمران ہمیں نہیں نصیب ہو سکتا۔ لہذا آپ ہی اپنے آبائی تخت کو اپنے جلوس سے زینت دیجیے۔"

بلقیس کی تخت نشینی کے متعلق ایک اور روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ جب

اس کا ابن عم بادشاہ ہو لیا۔ تو بلقیس نے خود ہی اس سے شادی کی درخواست کی اس نے کہا "مجھے تو اس بات کی پہلے ہی سے آرزو تھی۔ مگر امید نہ تھی کہ تم قبول کرو گی اور اسی وجہ سے پیام دینے کی جرأت نہ ہو سکی۔ بلقیس نے کہا "مجھے انکار کی کیا وجہ تھی؟ نسب اور خاندان میں تم میرے ہم رتبہ ہو۔ اچھا تو اب تمام اعزا و اقارب کو جمع کر کے نکاح پڑھوا لو"۔ اس قرارداد کے مطابق نکاح ہو گیا۔ رات کو جب وہ حجلۂ عروسی میں آیا تو بلقیس نے اتنی شراب اسے پلائی کہ مدہوش ہو گیا۔ تب بلقیس نے اس کا سر کاٹ لیا۔ اور اپنے گھر چلی آئی۔ اور اس سر کو اپنے دروازے پر لٹکوا دیا لوگوں کو جب اس کی خبر ہوئی تو بلقیس کے سامنے آ کے آستان بوس ہوئے اور اسے تخت پر بٹھا دیا۔

بلقیس نے سریر شہریاری پر قدم رکھتے ہی ایسی خوبی اور شان و شوکت سے حکومت کی کہ اس کے کوکب اقبال کے سامنے تمام تبابعۂ یمن کا ستارہ گہنا گیا۔ ان سب کے واقعات مشکوک و مشتبہ کہانیاں رہ گئے۔ اور بلقیس کی تاریخ اور اس کے کارناموں کی یہاں تک شہرت ہوئی کہ قرآن پاک کے مقدس اوراق میں بھی درج ہیں۔

اس کی عظمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ کہتے ہیں کہ اس کے ۳۰۰ وزیر تھے جو دربار میں مودب و دست بستہ کھڑے رہتے۔ بارہ سپہ سالار تھے جو اطراف و جوانب میں فوج کشی اور سرکشوں کی سرکوبی کرتے رہتے۔ اور چالیس ہزار لشکر ہمیشہ آستان سلطنت پر کمربستہ رہتا کہ اشارہ ہوتے ہی شمشیر زنی کے لیے روانہ ہو جائے۔ اس کے عہد میں ۴۰۰ تاجدار اس کے باج گزار اور مطیع فرمان بتائے جاتے ہیں۔

سب سے زیادہ شہرت اس کے تخت کی ہے جسے اس نے ایسے اہتمام اور تکلف سے آراستہ کیا تھا کہ آج تک دنیا میں کوئی تخت اس کے تخت کا ہم پایہ نہیں خیال کیا جاتا۔ حتیٰ کہ قرآن مجید میں بھی وہ ایک حیرت انگیز چیز بتایا گیا ہے۔ اس پر نہایت خوش سلیقگی سے سونے چاندی کے پتر چڑھائے گئے تھے اور ان پر قیمتی جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ ایوان شہریاری سات عالی شان قصروں سے آراستہ تھا جو ایک دوسرے کے اندر واقع تھے اور ساتویں قصر میں یہ تخت تھا۔ لہذا ہر طرف سے انسان سات قصروں اور دہلیزوں سے گزرنے کے بعد تخت تک پہونچ سکتا تھا۔ ان سب محلوں کے در و دیوار اور

اور چھت پر بھی چاندی سونے کا ملمع تھا اور جواہرات سے مرصع کر کے اُن میں نقش و نگار بنائے گئے تھے ؛

مشرق جانب ایک روشن دان تھا اور آفتاب کے طلوع ہوتے ہی اُس کی شعاعیں آ کے تخت کے پایوں پر پڑتی تھیں اور سمجھا جاتا کہ ہر صبح سب سے پہلے آفتاب آ کے سجدہ کیا کرتا ہے - اس روشن دان کی آرائش و زینت میں بلقیس نے تین لاکھ اوقیہ سونا خرچ کیا تھا (ایک اوقیہ ۲ تولہ ۹ ماشہ اور ۶ رتی کا ہوتا ہے)

یہ ولادت سرور کائنات صلعم سے ۱۶۱۲ سال پہلے کا زمانہ تھا جبکہ ارض یہوداو فلسطین میں حضرت سلیمان کی حکومت تھی - اور شیاطین واجنہ کے علاوہ وحوش و طیور تک آپ کے مطیع و منقاد تھے - اتفاقاً آپ کا لشکر کسی طرف سے گزرا جہاں پانی میسر نہ آتا تھا - ہدہد کو بھیجا گیا کہ پانی کا پتہ لگائے وہ جو اس تلاش میں گیا تو ایوان بلقیس میں گزرا - یہاں کی زینت و شادابی دیکھ کے اُتر پڑا - اور یہاں کی دلچسپیوں کا ایسا گرویدہ ہوا کہ واپسی میں دیر ہو گئی - حضرت سلیمان برہم بیٹھے ہوئے تھے کہ ہدہد آیا اور بلقیس کی حکومت اور اس کے قصر و ایوان کی خبر دی - آپ نے اسی کے ذریعہ سے بلقیس کو ایک خط بھیجا جس میں ملت حنیفیہ بیضا کی طرف مدعو کیا تھا - یہ خط پڑھ کے بلقیس نے وزرا و امراسے مشورہ کیا - لوگوں نے کہا ہماری سطوت و عظمت ایسی نہیں کہ کسی سے دب جائیں - ہم فوج کشی و جانبازی کو تیار ہیں - مگر حضور کو اختیار ہے جو مناسب سمجھیں حکم دیں " بلقیس نے کہا " میں اس بادشاہ کے پاس جو پیمبری کا دعوی کرتا ہے ایک ہدیہ بھیجتی اور اس کے ذریعہ سے اُسے آزماتی ہوں - اگر سچا پیغمبر ثابت ہوا تو اس کی اطاعت کروں گی ورنہ اُسے اس گستاخی کی سزا دوں گی " اس قرار داد کے مطابق بلقیس کے دربار سے ہدیے بھیجے گئے جن میں ۵۰۰ خوبصورت غلام اور ۵۰۰ پری جمال لونڈیاں تھیں - لیکن غلام عورتوں کا زیور اور لباس پہنا کے آراستہ و پیراستہ کیے گئے اور لونڈیاں مردانے کپڑے پہنا کے خوبصورت اور بانکے ترچھے جوان رعنا بنا دی گئیں دوسرا تحفہ یہ تھے ایک ہزار سونے چاندی کی اینٹیں ایک مرصع و مکلل تاج - مشک اور عنبر - اور ایک ڈبہ تھا جس میں ایک بیش بہا موتی اور ایک مہرہ تھا - مگر یہ تھے مہرے اور ان کے سوراخ ٹیڑھے کر دیے گئے تھے - ان ہدیوں کو لے کے دربار بلقیس کا معزز و محترم شخص منذر بن عمرو اپنے چند معزز رفقا کے روانہ ہوا - بلقیس نے چلتے وقت منذر سے کہا اگر سلیمان نبی ہیں تو

لونڈی غلامون کو پہچان جائین گے۔ موتی کا سوراخ سیدھا کر دین گے اور مہرے کے سوراخ مین ڈورا ڈال دین گے" اور یہ بھی خیال رکھنا کہ اگر ان ہدیون کو دیکھ کے سلیمان تمھاری طرف بری اور غصہ کی نظر سے دیکھین تو سمجھ جانا کہ وہ معمولی بادشاہ ہین۔ اور اگر ان کی خندہ جبینی و بشاشت مین فرق نہ آئے تو جان لینا کہ پیغمبر ہین۔ اللہ جل شانہ نے حضرت سلیمان کو بذریعۂ وحی ان تمام باتون کی پہلے ہی سے اطلاع دے دی۔

آپ نے ان لوگون کے دکھانے کے لیے ایسا سامان کیا جو انسان کی قوت و فہم سے بالکل باہر تھا۔ اجنہ کی مدد سے سات فرسخ تک زمین سونے اور چاندی کی بنا دی گئی اور اس کے گرد ایک سونے کی دیوار تعمیر کی گئی۔ اور اس میدان مین دو طرفہ تمام عجیب وغریب جانور لا کے جمع کر دیے گئے۔ پھر آپ اپنے تخت پر جلوہ افروز ہوے۔ اور تخت کے دونون جانب تمام اہل دربار مین جن وانس شریک تھے اپنے اپنے مرتبے سے کرسیون پر بیٹھے۔ یمن کے سفیر جب اس میدان مین داخل ہوے تو یہان کا منظر دیکھ کے ان کے ہوش اُڑ گئے۔ سونے کی یہ بے قدری دیکھی کہ اس کی زمین پر چوپاے لید کر رہے ہین۔ لہذا سونے چاندی کی جو اینٹین لائے تھے انھین یہان حقیر دیکھ کے راستہ مین ڈال دیا۔ اور لونڈی غلام اور اس ڈبے کو لیے ہوے دربار مین حاضر ہوے۔ حضرت سلیمان ان سے شگفتہ روئی سے ملے اور خود ہی کہا "وہ ڈبہ جو تم لاے ہو کہان ہے؟" اور انھون نے جیسے ہی پیش کیا آپ نے ایک چونٹی کو اشارہ کیا جس نے سوراخ سیدھا کر دیا۔ پھر ایک سفید کیڑے کو اشارہ کیا اس نے مہرے مین ڈورا ڈال دیا۔ اس کے بعد آپ نے لونڈی غلامون کو حکم دیا کہ اپنے ہاتھ منھ دھوئین۔ اور ان کے منھ دھونے کی وضع سے خود ہی کھل گیا کہ جو غلام نظر آ رہے ہین اصل مین لونڈیان ہین۔ اور جو لونڈیان دلھن بنی ہوئی کھڑی ہین نوخیز امرد غلام ہین۔ ان سب رموز کا انکشاف کرنے کے بعد حضرت سلیمان نے وہ ہدیے واپس کر دیے۔

ان سفیرون نے واپس آ کے جب ساری سرگذشت بلقیس سے بیان کی تو اسے یقین آ گیا کہ حضرت سلیمان صرف بادشاہ نہین پیغمبر الٰہی ہین۔ فوراً خود جانے پر تیار ہو گئی۔ اور بارہ ہزار ہاتھیون کا پرجلال جلوس ساتھ لے کے چل کھڑی ہوئی۔ جب بیت المقدس کے قریب پہونچی تو حضرت سلیمان نے جنون کے ذریعہ سے اس کا تخت اٹھوا منگایا اور محض اس غرض سے کہ بلقیس کو پہچاننے مین شبہ پڑے اس کے جواہرات جا بجا سے بدل دیے

بلقیس کی آمد آمد کی خبر سے جنون مین کھلبلی پڑ گئی کہ اگر سلیمان نے بلقیس سے عقد کر لیا اور اُس سے اولاد ہوئی تو پھر ہم پر سے خاندان سلیمان کی حکومت کبھی نہ ہٹے گی کیونکہ بلقیس کی اولاد مین جنون کے خصائص بھی موجود ہون گے جو انسانون مین نہین ہوتے لہذا انھون نے حضرت سلیمان کے سامنے بلقیس کے عیوب بیان کرنا شروع کیے - اور کہا بلقیس ایک بدتمیز و بے عقل عورت ہے اور اُس کے پاؤن مین گدھے کی طرح بال ہین - حضرت سلیمان نے اس کا پتہ لگانے کے لیے ایک عالیشان شیشہ کا محل بنوایا جس کی زمین بھی شیشہ کی تھی مگر شیشہ کے نیچے پانی دوڑایا گیا تھا اور اُس مین ہر قسم اور ہر درجہ کے دریائی جانور لا کے چھوڑ دیے گیے - بعض لوگ کہتے ہین کہ پانی نہ تھا بلکہ شیشہ کا رنگ پانی کا سا تھا اور اُس کے نیچے دریائی جانورون کی تصویرین بنا دی گئی تھین - الغرض جو کچھ ہو اوپر سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ زمین نہین بلکہ سمندر ہے اور اس مین جانور تیر رہے ہین - اسی محل مین حضرت سلیمان تخت سلطنت پر جلوہ افروز تھے - بلقیس جیسے ہی یہان پہونچی سمجھی کہ یہان زمین نہین بلکہ سمندر ہے - اور اپنے لباس کے دامن یا پائنچے ہاتھ سے پکڑ کے اُٹھائے تاکہ پانی مین بھیگ نہ جائین - اور ساتھ ہی حضرت سلیمان کو نظر آ گیا کہ اُس کی پنڈلیون پر بال ہین - اس کے بعد آزمانے کے لیے اُس سے سوال کیا گیا کہ آپ کا تخت ایسا ہی ہے؟ جس کے جواب مین وہ سوچ کے اور متامل ہو کے بولی "ہو بہو یہی معلوم ہوتا ہے" الغرض ملنے کے بعد حضرت سلیمان کو یقین آ گیا کہ جنون کے بیان کے خلاف بلقیس ایک نہایت ہی عاقل اور سمجھدار ملکہ ہے - مگر ہان اُس کے پاؤن مین بال البتہ ہین - چنانچہ کہتے ہین کہ اسی عیب کے دور کرنے کے لیے اُس زمانہ مین نُورہ کا نسخہ ایجاد کیا گیا -

اب حضرت سلیمان نے بلقیس کو دین الٰہی کی طرف بُلایا - اور وہ کلمۂ توحید پڑھ کے مسلمان ہوئی - پھر حضرت سلیمان نے اُس سے نکاح کر لیا اور آپ کی محبوب ترین ملکہ وہی تھی - عقد کے بعد آپ نے اُسے ملک یمن ہی کی حکومت پر برقرار رکھا - اور معمول تھا کہ ہر مہینہ مین ایک بار جا کے آپ تین دن تک اُس کے وہان رہا کرتے اُس کے بطن سے آپ کا ایک صاحبزادہ بھی پیدا ہوا جس کا نام داؤد رکھا گیا تھا مگر وہ باپ کی زندگی ہی مین دنیا سے رخصت ہو گیا -

بعض لوگون کا اس کے خلاف یہ بیان ہے کہ حضرت سلیمان نے بلقیس سے خود نکاح نہین کیا بلکہ اُسے حکم دیا کہ اپنی قوم کے کسی مرد سے عقد کرلے۔ مگر اُس نے انکار کیا۔ حضرت سلیمان نے فرمایا اسلام مین یہ غیر ممکن ہے۔ اگر مسلمان ہوئی ہو تو تمھین کسی سے نکاح بھی کرنا پڑیگا۔ یہ حکم سُن کے وہ بولی "اگر اس سے مفر نہین تو پھر بادشاہ ہمدان ذو تُبّع کے ساتھ میرا نکاح کرا دیجیے۔" آپ نے اُس کی یہ خواہش پوری کر دی۔ اور یمن کے جنون کو حکم دیا کہ اُس کی اطاعت و فرمان برداری کرین۔ چنانچہ اُس نے اور اُس کے شوہر نے جنون کی مدد سے متعدد قصر و ایوان تعمیر کرائے منجملہ اُنھین قصرون کے یمن کے عالیشان ایوان سلحین - صرواح - قلیون - ہنیدہ - ہینون - اور غمدان تھے -

حضرت سلیمان کی وفات کے بعد جنون نے ذو تُبّع کی اطاعت چھوڑ دی۔ اور آپ کے انتقال کے ساتھ ہی اُن کی سلطنت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔

مگر بعض اہل روایت یہ کہتے ہین کہ بلقیس نے جناب سلیمان کی زندگی ہی مین وفات پائی۔ اور آپ نے اُسے شہر تدمر (یعنی ملکہ زنوبیہ کے شہر) کی خاک مین دفن کرکے قبر کا نشان مٹا دیا۔ تاکہ لوگون کی نظر سے مخفی رہے۔

نیا سال

یہ تو سچ ہی ہے کہ "العالم متغیر" روز دیکھتے ہی رہتے ہین کہ ابھی کیا تھا اور ابھی کیا ہوگیا۔ دن کے بعد دن مہینہ کے بعد مہینہ۔ اور سال کے بعد سال گذرتے چلے جاتے ہین۔ اور مجال کیا کہ کوئی روک سکے۔ زمانہ کیا ہے ایک ہوا کا جھونکا ہے کہ ہم ہزار ہاتھ پاؤن مارین اس پر کچھ اثر نہین ہوتا۔ لاکھ روکنا چاہین نہین رُکتا۔ اور صبح کو رخصت ہونے والے پیارے مہمان شب کی طرح دامن چھڑا کے چلا ہی جاتا ہے۔ مگر تحقیق طلب یہ امر ہے کہ ایسے انقلابات زمانہ پر ہمین خوش ہونا چاہیے یا افسوس کرنا چاہیے؟ غور سے دیکھو تو یہ بھی لوگون کی حالت اور اُن کے مذاق پر منحصر ہے۔ جن لوگون کو خدا نے کامیاب کیا ہے۔ بامراد اور اقبالمند ہین۔ خوشیان مناتے۔ اور ایک مسرت سے لطف اُٹھانے کے بعد دوسری مسرت کے امیدوار ہوتے ہین۔ اور جن برگشتہ بختون کی قسمت مین ناکامی و نامرادی لکھی ہے انھین "کہ مبادا ازین بتر گردد" کے دھڑکون سے اس

بات کا غم ہوتا ہے کہ ایک مصیبت نہین گئی تھی کہ دوسری آپہونچی - ناز و نعمت کے آغوش مین پلنے والون کی سالگرہ ہون مین شادی اور خوشی کے چہچہے نظر آتے ہین - عنفوان شباب والون کو ہر نئے سال کی صبح نئی امیدون اور تازہ آرزؤن کا باغ سبز دکھاتی ہے - اور ان کے مقابل سن انحطاط والون کو ہر انقلاب زمانہ پر افسوس ہوتا ہے کہ مرنے سے ایک سال اور قریب پہونچ گئے - صحبت میش والون کے دل مین یہ جوش ہوتا ہے کہ سال گذشتہ جو حسرتین دل مین رہ گئی تھین اب کی برس نکلین گی - اور ایک حرمان نصیب آہ فلک دوز کھینچ کے کہتا ہے ع اب کی بھی دن بہار کے یونہین گذر گئے - اور غالبا اسی کا ایک کرشمہ یہ بھی ہے کہ انگریزون مین شروع سال پر خوشیان منائی جاتی ہین اور ہمارے یہان ماتم کیا جاتا ہے -

لیکن یہ سب باتین اعتباری تھین - جن کا دارو مدار حیثیت و حالت پر یا انگریزی اصطلاح مین یون کہا جائے کہ "پوائنٹ آف ویو" کے لحاظ سے تھا - ہمین یہ دیکھنا ہے کہ ان سب حیثیتون سے قطع نظر کر کے فی نفسہ انقلابات زمانہ کوئی خوشی کی چیز ہین یا غم کی -

قرآن پاک مین ہمین حکم دیا گیا ہے کہ ہنسو کم اور رؤو بہت "فلیضحکوا قلیلا و لیبکوا کثیرا" اور اسی کی مناسبت سے ہمین آغاز سال ہجری پر ہمیشہ ایک مہینہ خصوصا ابتدائی دس دن ایسے ملتے ہین جو رونے کے لیے ہین - جب سے غربی تہذیب و تمدن کے ساتھ سنہ عیسوی کا رواج ہوا ہے ہمارا زیادہ تر خیال مسیحی سال کے تغیرات ہی پر رہا کرتا ہے - ہمارے اخبارات ختم سال اور شروع سال کے مضامین دسمبر اور جنوری مین لکھا کرتے ہین - اور بہت کم ہین جنھین سنہ ہجری کے بدلتے وقت خیال بھی آتا ہو کہ سال بدل گیا -

مگر اب کی خدا نے شاید ہمارے متنبہ کرنے ہی کے لیے ایسا کیا کہ عیسوی و ہجری سال ایک ساتھ ہی بدلے - سنہ عیسوی کے دو دن بعد سنہ ہجری بھی ختم ہو گیا - ۳ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء کو یکم محرم سنہ ۱۳۲۹ھ تھی - یعنی خدا نے دونون کے لیے موقع دے دیا کہ شروع سال پر خوشیون کی ہوس اگر دل مین ہو تو نکال لین - اور پھر آ کے ہماری بزم ماتم مین شریک ہو جائین -

ہمارے سنہ ہجری کا اختتام ایک ایسے مہینہ پر ہوتا ہے جو خدا کی درگاہ مین جانون کی قربانیان پیش کرنے اور جان کا خراج خالق جان کی نذر کرنے - حق بہ حقدار رسید کا حق

ادا کرنے کے لیے مخصوص ہے۔ کہتے ہین کہ اگلے دنون دیوتاؤن پر یا خدا ہی کا تقرب حاصل کرنے کے لیے حق کی قربان گاہ پر لوگ انسان کی بھی قربانیان کیا کرتے تھے۔ اِس ظالمانہ رسم کی بدولت اگلی پُرسطوت قومون نے بڑے بڑے ظلم وستم کیے ہین۔ اور اُس حضرت رب العزت نے بھی چاہے کبھی امتحان وآزمائش کے لیے کسی کو ایسی قربانی پر آمادہ ہونے کا موقع ذرا دے دیا ہو مگر اس کی نوبت نہین آنے دی۔ حضرت ابراہیم اپنے بیٹے اسمٰعیل کی قربانی کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ لیکن جب وقت آیا تو خدا نے چھری کُند کر دی۔ اسی طرح حضرت سرور کائنات کے جدامجد عبدالمطلب اپنے فرزند ارجمند عبدؔاللہ کی قربانی کرنے کو آمادہ ہو گئے تھے تاآخر خدا نے اُن کے عوض اونٹون کا کفارہ قبول کر لیا۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھو کہ انسان کی قربانی موقوف ہو گئی۔ اُس کی قربانی اسلام کے پیشتر بھی ہوئی بعد بھی ہوئی اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔ اِس کا سلسلہ البتہ موقوف ہو گیا کہ ایک انسان دوسرے کو پکڑ کے لٹائے اور اللہ اکبر کہہ کے اُس کے گلے پر چُھری پھیر دے۔ مگر انسانی قربانی کا یہ سچے ایثار نفس وحق پژوہی کو ظاہر کرنے والا شریفانہ طریقہ ہمیشہ دنیا کا سرمایۂ ناز رہے گا کہ انسان خود ہی کلمۂ توحید پڑھتا اور نعرۂ اللہ اکبر بلند کرتا ہوا بڑھے اور حق کی طرفداری مین جان دے دے۔

خیال کرو کہ اس مبارک قربان گاہ پر کیسی کیسی قیمتی جانین چڑھی ہین۔ اسی پر سقراط کی قربانی ہوئی۔ اسی پر حضرت ذکریا اور عیسٰی سے ایسے خدارسیدہ پیمبرون نے اپنی جانون کی قربانیان چڑھائین اسی پر حمزہؓ وجعفر کی مبارک زندگیان قربان ہوئین۔ اسی قربان گاہ پر فاروق اعظم عثمان ذی النورین اور علی مرتضیٰ کی قربانیان چڑھین۔ اور اسی پر حضرت امام حسین نے اپنے سارے خاندان کے ساتھ غریب الوطنی مظلومی اور بیکسی کے عالم مین اپنی قربانی چڑھائی۔

مذکورۂ بالا واقعات مین سے آخری واقعہ ایسا حسرت ناک دردانگیز اندوہ تھا کہ اُس کی یاد نے سنہ ہجری کے پہلے مہینہ کو ہمیشہ کے لیے غم والم اور نوحہ و ماتم کا مہینہ بنا دیا۔ گو اس مین بھی پوائنٹ آف ویو مختلف وضعین پیدا کرتا ہے کسی کا خیال اِدھر جاتا ہے کہ ہمارے شہدا کا استقلال اور کمال شجاعت و بے نفسی سے اُن کا جان دے دینا ہمارے لیے سرمایۂ ناز ہے۔ اور ایک ایسا کفارہ ہے جس پر خوش ہونا۔ اور خدا کا شکریہ ادا

کرنا چاہیے - جیسے کہ عیسائیون مین باوجود اِس اعتقاد کے کہ حضرت مسیح نہایت ہی مظلومی و بے رحمی سے کمال ثبات و پائداری کے ساتھ مصلوب ہو گئے اور باوجودیکہ اُن کا خون انسان کے گناہون کا کفارہ تصور کیا جاتا ہی مگر اُن کی مظلومی و مصلوبی پر کسی قسم کا رنج و غم نہین کیا جاتا - اور اُن کی ولادت پر جو خوشیان منائی جاتی ہین وہ ساری دنیا مین ایک چہل پہل پیدا کر دیتی ہین - اور کسی کا خیال اپنے شہیدون کی مصیبت و مظلومی پر افسوس کرنے اُن کے غم مین خواہ کے آنسو بہانے اور اُن کو غم و الم مین مبتلا خیال کر کے سوگوار بننے اور اپنے اوپر ہر قسم کی لذتین حرام کر لینے کی طرف جاتا ہے - اور وہ بجاے خوش ہونے کے صداے نوحہ و بکا بلند کرتے سر پیٹتے اور سینہ زنی کرتے ہین - جیسا کہ حضرت امام حسین کے غم مین حضرات شیعہ کیا کرتے ہین یہ دونون وضعین اپنی اپنی جگہ پر سچی ہین - لیکن اِن سے اتنا ظاہر ہو جاتا ہے کہ ایسے قومی کارنامون اور ایسی اعلی درجہ کی قربانیون کو یاد کر کے رونا یا خوش ہونا بھی محض اعتباری ہے - لہذا اب بھی پتہ نہ چلا کہ انقلاب زمانہ پر نیچر کا تقاضا کیا ہے؟ ہنسنا یا رونا؟ اور قرآن پاک مین جو حکم دیا گیا ہے کہ "ہنسو کم اور روؤ بہت" اس کا اصلی منشا کیا ہے -

یہ راز صرف اِس فلسفیانہ قول سے کھُل سکتا ہے جو صوفیون اور فلسفہ الٰہی والون کا پُرانا شعار ہے کہ "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ" جس نے اپنے نفس کو پہچانا اپنے پروردگار کو بھی پہچان لیا - اِس بات کا خیال کرو کہ سال گذشتہ مین ہم نے کیا کیا اور ہمین کیا کرنا تھا - ہمارے فرائض کتنے تھے اور اُن مین سے کتنے ادا ہوئے؟ سچ یہ ہے کہ سارا سال غفلت و بے پروائی اور نفس پروری و نفس پرستی مین بسر ہو جاتا ہے اور اس کا خیال بھی نہین گزرتا کہ وقت کس سرعت اور تیزی سے بھاگا چلا جاتا ہے اور ہم اُس کے بمقابل کس قدر سُست اور کاہل ہین - اور اپنے فرائض کے ادا کرنے اور اپنی ذمہ داریون کے بجالانے مین کہان تک غافل و بے پروا ہین -

خدا کا حکم تو بس اتنا ہی ہے کہ ہنسو کم - مگر ہماری حالت ایسی ہے کہ اگر ہم اُس کا اندازہ کرین تو شاید رونے کے سوا ہنسنے کے لیے وقت ہی نہ ملے گا - لیکن افسوس تو یہ ہے کہ اپنی غفلتون پر ہمین تنبہ نہین ہوتا اور جب دیکھیے ہنستے ہی رہتے ہین - اور شاید خدا نے

سب کی سال ہمارے چونکانے ہی کے لیے عیسوی سال کے آغاز کے ساتھ ہی محرم کو بھی شروع کر دیا۔ جو رونے ہی کے لیے ہے۔

لیکن اس کا کیا علاج کہ ہمارے غم نے بھی صورت عیش اختیار کر لی ہے۔ بیشک بہت سے گھرون مین ماتم ہو رہا ہے۔ نوحہ خوانی کی آواز بلند ہے۔ اور مجالس عزا کا زور شور ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ظاہری حالت کو دیکھو تو نظر آتا ہے کہ شہر مین جو چہل پہل آج کل ہے سال بھر مین کبھی نہ تھی۔ جا بجا روشنی کے خاص اہتمام ہوتے ہین۔ امام باڑہ آراستہ و پیراستہ ہین۔ اور دنیا بھر کے تکلفات اور سامان عیش ان مین لا کے جمع کر دیے گئے ہین۔ اظہار غم کی ضرورت سے لباس کے لیے جو ماتمی رنگ اختیار کیا گیا ہے اس مین بھی وضعداری اور شوقینی نے ایک تراش خراش پیدا کر دی ہے۔ سونے چاندی کا زیور بڑھانے کے بعد جس سادے زیور کو ترجیح دی گئی اسنے حسن و جمال مین ایسا بانکپن پیدا کر دیا ہے کہ بہت سے لوگ چاہتے ہون گے کہ خدا کرے بارہون مہینے محرم ہی بنا رہے۔ اس بانکپن اور تراش خراش کے ساتھ بہت سے گھرون کی بیٹھنے والیان زیارت کرنے کے لیے تارون کی چھاؤن مین نکل کھڑی ہوئی ہین۔ جن کی حالت دیکھ کے شبہ ہوتا ہے کہ آیا زیارت کرنے کو نکلی ہین یا زیارت کرانے کو۔ دوسری طرف جن لوگون کو دیدبازی کا لپکا ہے وہ کچھ ایسا بیتاب اور چلبلا دل لے کے گھر سے چلے ہین جو ہر قدم پہ مچلتا اور ہر صورت پہ لوٹ ہو جاتا ہے ان سب باتون نے مل کے مجموعی طور پر ایسی چہل پہل اور رونق پیدا کر دی ہے جس کے دیکھنے کو لوگ دور دور سے چلے آتے ہین۔

بھلا یہ غم کی صورتین ہین؟ افسوس اظہار غم ہی کے جوش نے یہ رنگ پیدا کر دیا ہے کہ دیکھنے والون کو شبہ ہوتا ہے کہ ہم محرم مین یہ غم منا رہے ہین یا سامان مسرت فراہم کر کے ہر جگہ اور ہر شہر مین ایک زبردست میلا کر رہے ہین۔ ان باتون سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ در اصل نہ ہم کسی قسم کا غم کرتے ہین اور نہ ہمین غم کرنے کا سلیقہ ہے۔ اگرچہ جنت کے دروازے زیادہ تعمیم کے ساتھ کھول دیے گئے ہین۔ اور رونے کی صورت بنانے مین بھی وعدۂ نجات کیا گیا ہے لیکن اس کا کیا علاج کہ ہمین رونے کی صورت بنانا بھی نہین آتا۔

بہر تقدیر اس مین شک نہین کہ خواہ مذہبی طریقہ سے یا اپنی حالت کے لحاظ سے شروع سال پر ہمین غم و افسوس ہی کرنا چاہیے۔ اگر اور کوئی بات نہین تو اسی پہ سہی کہ

کہ ہمین غم کرنا چاہیے تھا اور افسوس کہ غم کرنا نہ آیا -
لیکن یہ جو کچھ ہے ہماری ذات کے لیے ہے - ناظرین دلگداز کو ہم نہایت ہی صدق دل سے مبارکباد دیتے ہین کہ سنہ گذشتہ کی سرحد سے قدم نکال کے انھون نے نئے برس کے پُر امید و آرزو میدان مین قدم رکھا -

سکندر کا تابوت

صاحبو! تم نے مشاعرے بہت سے دیکھے ہین - اور بہت سے ڈبیٹنگ کلب بھی دیکھ ڈالے - جن مین بڑے بڑے شعرا کو غزل سرائی کرتے اور نامی گرامی فصحا کو داد فصاحت دیتے دیکھا ہو گا - لیکن ایسی پُرعبرت انجمن کبھی نہ دیکھی ہو گی جیسی کہ سکندر کی موت کے وقت اُس کے تابوت کے گرد شہر بابل مین دیکھی گئی تھی - سکندر نے بڑے بڑے حکیم اور فلسفی مختلف ممالک سے اور دُور دُور سے بلوا کے اپنی صحبت مین جمع کیے تھے جن کی باتین سُننے مین اُسے بڑا لطف آیا کرتا تھا - اِن حکیمون مین یونان کے بھی تھے فارس کے بھی تھے اور ہندوستان کے بھی تھے -

جب ہندوستان سے واپس جا کے وہ بابل مین مرگیا تو اُس کے وابستگان دامن اور لشکر والون مین رات بھر کہرام مچا رہا - صبح کو اُس کا زرنگار اور مرصع تابوت تیار کر کے رکھ دیا گیا - اور سکندر اُس مین لٹا دیا گیا اِس وقت تمام حکما تابوت کے گرد حلقہ کیے ہوئے تھے - اور سب کمال حسرت و اندوہ سے خاموش تھے کہ کسی حکیم نے نہایت ہی جوش دل سے آگے بڑھ کے تابوت پر ہاتھ رکھا اور کہا "آہ جو بڑے بڑے سرکشون کو اسیر کر لیا کرتا تھا آج وہ خود اسیر ہے!" اور اِس کے بعد دیگر حکما سے کہا "آپ سب صاحب بھی تابوت پر ہاتھ رکھ رکھ کے اپنے جذبات دلی کو ظاہر کرین - دیکھون آپ کیا کہتے ہین" یہ سنتے ہی سب حکیمون نے بڑھ بڑھ کے اور تابوت پر ہاتھ رکھ رکھ کے اپنے خیالات ظاہر کرنا شروع کر دیے -

ایک بولا "بادشاہ سونے چاندی کو اپنے صندوقون مین بند کیا کرتا تھا - اور آج خود زرنگار صندوق (تابوت) مین بند ہے"

دوسرے نے بڑھ کے کہا "آہ! اس جسم نے کیسا دنیا کو چھوڑا اور اب تابوت مین

جانے کی اسے کیسی جلدی تھی!"

تیسرا بولا "کیسی حیرت کی بات ہے کہ جو سب پر غالب تھا مغلوب ہو گیا اور جو ضعیف تھے رنگ رلیاں منا رہے ہین اور پھولے نہین سماتے"۔

چوتھے نے کہا۔ "یہ وہ شخص ہے جس نے موت کے خیال کو تو مخفی رکھا۔ اور اپنی آرزوئین عالم آشکار کر دین۔ پھر موت کو کچھ دنون اور کیون نہ ٹالا کہ آرزوئین بر آتین؟ یا اپنی امیدون کو اتنا مختصر ہی کیون نہ رکھا کہ وہ موت کی دست برد سے بچ جاتین"؟

پانچوین نے کہا "او غم زدہ کوشش کرنے والے! تو نے وہ چیز جمع کی جس کی احتیاج رکھنے کے باعث تو ذلیل و خوار ہوا۔ پھر اس کے بوجھ تے تیرے ساتھ بے وفائی کی۔ اور اُس کی تحصیل کے گناہون کو تو نے کمایا۔ نتیجہ یہ ہے کہ تو نے جو کچھ پیدا کیا غیرون کے لیے تھا اور اُس کا گناہ تیری ہی گردن پر ہے"۔

چھٹے نے کہا "تو ہمین اکثر نصیحت کیا کرتا تھا مگر اس مرجانے سے زیادہ بلیغ نصیحت کبھی نہین کی تھی۔ لہذا جو عقل رکھتا ہو سمجھے اور جو چشم عبرت رکھتا ہو عبرت پکڑے"۔

ساتوین نے کہا "بہت سے ہیبت زدہ تجھ سے دور اور تیرے خوف سے کانپتے رہتے اور آج وہ تیرے سامنے اور پاس کھڑے ہین۔ اور تجھ سے نہین ڈرتے"۔

آٹھوین نے کہا "بہت سے ایسے ہون گے کہ جب تو تقریر کرتا ہوتا اُنھین آرزو ہوتی کہ تو خاموش ہو جائے۔ آج اُنھین کو تمنا ہے کہ کوئی لفظ تیری زبان سے سُنین اور تو خاموش ہے"۔

نوان بولا "کتنون نے اس غرض سے اپنی پیاری جانین دین کہ تو نہ مرے اور بچ جائے مگر آخر تو مر ہی گیا"۔

دسوان بولا "مجھے حکم تھا کہ آپ سے جدا نہ ہون۔ اور آج کوئی تدبیر نہین بن پڑتی کہ کیونکر آپ تک رسائی ہو"۔

گیارھوان بولا "آج کا دن عظیم الشان دن ہے۔ اس کی جو مصیبتین جا رہی تھین پلٹ آئین۔ اور اس کی جو برکتین آ رہی تھین واپس گئین۔ لہذا جس شخص کی سلطنت چھن گئی اُس پر جس کسی کو رونا ہو آ کے رولے"۔

بارھوان بولا "اے صاحب جبروت! تیرا جبروت اس طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو گیا

جیسے بدلی کو ہوا اڑا لے جاتی ہے - اور تیری سلطنت کے آثار یون مٹ گئے جس طرح مکھی اُڑ جاتی ہے"

تیرھوین نے کہا "اے وہ شخص جسے ساری دنیا باوجود اس طول و عرض کے تنگ نظر آتی تھی اب بتا کہ اس گز بھر زمین پر جس پر تیرا تابوت رکھا ہوا ہے تیرا کیا حال ہے؟"

چودھوین نے کہا "اُس شخص پر تعجب کرو جس کی یہ وضع وحالت ہو - دولت کے جمع کرنے مین بڑی شہرت حاصل کی - مگر وہ دولت ہی کیا تھی ایک حقیر یا ذرا سی مٹ جانے والی چیز - ایک پرانا بوسیدہ اور کھوکھلا درخت -"

پندرھوان بولا "لوگو - اُس چیز کی طرف رغبت نہ کرو جس کی صحبت ناپائدار ہے اور جس کی لذت جاتی رہتی ہو - آج تو تم پر کھل گیا کہ کون چیز مٹنے والی ہے؟ اور کون رہنے والی؟"

سولھوان تابوت پر ہاتھ رکھ کے بولا - "دیکھو - اس سونے والے کا وقار کیسا ٹوٹ گیا؟ اور بدلا کیسی جھپٹ گئی؟"

سترھوین نے قدم آگے بڑھا کے کہا "اے وہ شخص جس کا غصہ موت تھا تجھے موت پر غصہ نہ آیا؟"

اٹھارھوین نے کہا "اس گزرے ہوے بادشاہ کو تم نے دیکھا اب جو بادشاہ زندہ باقی ہے اسے دیکھ کے نصیحت پکڑے"

اُنیسوین نے کہا "جس کی آواز پر خوشی سے کان لگے رہتے تھے آج خود خاموش ہے - لہذا جو خاموش تھے اب اُن کے لیے موقع ہے کہ بولین"

بیسوین نے کہا "عنقریب وہ بھی تجھ سے آملے گا جو تیری موت پر خوش ہوا ہو جس طرح تو اُس سے جا ملا جس کے مرنے کی تجھے خوشی تھی"

اکیسوین نے کہا "یہ کیا ہوا کہ اب تو کوئی ہاتھ پاؤن نہین ہلاتا حالانکہ تو وہ ہے جس کی نظر مین ساری دنیا حقیر و ذلیل تھی - اور کیا ہوا کہ تو تنگی مکان سے نہین گھبراتا حالانکہ محلون کی چار دیواری مین بھی تیرا دم گھٹتا تھا؟"

بائیسوین نے بڑھ کے کہا "دنیا کا یہ انجام ہے - اِس لیے اسے پہلے ہی سے چھوڑ دیا جائے تو بہتر ہے"

اب حکما و فلسفی خاموش ہوئے تو سکندر کے دارو غہ باورچی خانہ نے آکے تابوت پر ہاتھ رکھا اور کہا "دستر خوان بچھے ہوئے ہین۔ اور کھانے چنے ہوئے ہین مگر سالار قوم کا پتہ نہیں" اس کے بعد خزانچی نے آکے کہا "مجھے دولت جمع کر کرکے رکھنے کا حکم تھا اب یہ دولت کس کے حوالے کردون؟" آتے ہین کی اور شکستہ دل نے آکے کہا "ساری لمبی چوڑی زمین اب سمٹ کے سات بالشت کی رہ گئی (جس پر تابوت رکھا ہوا ہے) اگر یہ انجام پہلے سے معلوم ہوتا تو اس کے اوچھے کا پتہ لگانے کے لیے تو گھر سے کیون قدم باہر نکالتا؟"

اب دارا کی بیٹی روشنک جو اس کی بی بی تھی بڑھ کے آئی اور بولی "تم سب نے جو کچھ کہا اس سے تعریض اور طعن تشنیع کی بو آتی ہے۔ مین تو بس اتنا کہون گی کہ مجھے اس کی خبر نہ تھی کہ جس نے دارا سے مجم کو مغلوب کیا تھا کبھی وہ خود بھی مغلوب ہوگا" پھر سب کی طرف دیکھ کے کہا "جو جام اس نے پیا اُسے تمہارے لیے چھوڑ گیا ہے۔ لہذا اب اس کے بعد اُسے تم سب بھر بھر کے پینا"

اس کے بعد جب سکندر کے مرنے کی خبر اس کی ماں کو پہونچی تو بولی "آہ! میرا بیٹا تو دنیا سے چل بسا مگر اس کی یاد میرے دل سے نہین مٹی"

ہندو مسلمانون کا اتحاد

اس سے کوئی انکار نہین کر سکتا کہ ہندوستان کی فلاح وبہبود کا دار و مدار انھین دونون گروہون کے اتحاد پر ہے جو ہندوستان کی آبادی کے زبردست عنصر ہین۔ اور اُنکے اتحاد کی ضرورت روز بروز زیادہ محسوس ہوتی جاتی ہے مگر افسوس کہ جس قدر ضرورت ثابت ہوتی جاتی ہے اُسی قدر یہ بھی نظر آتا جاتا ہے کہ ان دونون مین اتحاد کرانا دشواری کی حد سے تجاوز کرکے غیر ممکن ہوگیا ہے۔

سب سے پہلے خود ہم نے نہایت اہمیت کے ساتھ اِس کام کو اپنے ذمہ لے کے رسالۂ اتحاد نکالا تھا۔ جو تقریباً ڈیڑھ سال تک جاری رہا۔ مگر تجربہ سے نظر آگیا کہ ہندو مسلمانون مین خدا ہی اتفاق پیدا کرائے تو کرائے۔ یہ کام ہمارے بس کا نہین۔ بلکہ ہم تو تجربہ کے بعد کہتے ہین کہ یہ کام انسان ہی کا نہین ہے۔ لوگ سمجھتے ہین کہ تعلیم سے اتحاد پیدا ہوگا

اور میرا خیال یہ ہے کہ جو تعلیم ہندوستان مین دی جاتی ہے یہی نا اتفاقی کی باعث ہے اور اصلی بانی فساد دونون طرف کے مہذب و تعلیم یافتہ لوگ ہین۔ بغرض محال اگر دونون طرف کے سارے تعلیم یافتہ پکڑ کے کہین باہر بھیج دیے جائین تو مجھے یقین ہے کہ فوراً اتفاق و یکجہتی کے روابط مضبوط ہوجائین گے۔ اور کسی قسم کا جھگڑا نہ باقی رہے گا۔

کئی سال ہوے مسٹر گوکھلے نے بھی یہ مشن اپنے ذمہ لیا تھا اور لکھنؤ مین آکے اس بحث کو چھیڑا تھا۔ مگر انھین بھی کلیۃً ناکامی ہوئی۔ چنانچہ یہان سے جاتے ہی وہ ایسے چپ ہوے کہ پھر نام نہ لیا۔

اب آخری زور اس بارۂ خاص مین مسٹر ویڈربرن لگا رہے ہین۔ جو معلوم ہوتا ہے کہ گویا ولایت سے دونون فریقون کے بغلگیر کرانے کا بیڑا اٹھا کے آئے ہین مگر وہ صرف ہماری لڑائی کا تماشا دیکھنے والے ہین۔ اکھاڑے کے ایک جج ہو کے وہ چاہتے اس کا فیصلہ کرسکین کہ کس معاملہ مین کس کی زیادتی تھی اور کون حق پر تھا۔ مگر وہ ہمارے سچے جذبات اور ہمارے مقاصد و اغراض کو ہرگز نہین سمجھ سکتے۔ اور اگر بالفرض بتانے سے سمجھ بھی جائین تو یہ ہرگز نہین جان سکتے کہ دل کی لگی کیسی ہوتی ہے۔ اور کیا بات ہے کہ دونون فریق اتحاد و اتفاق کی تمام خوبیون اور برکتون کو اپنے باعثِ اختلاف مقاصد پر قربان کیے ڈالتے ہین۔

نوبت یہان تک پہونچ چکی ہے کہ رام مورتی اور ڈاکٹر عصمت اللہ کا مقابلہ اور ہندو مسلمان پہلوانون کی کشتیان اہم ترین قومی مسائل بن گئے ہین۔ مسلمانون کی ہر پولیٹکل خواہش ہندؤن کو اپنے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ اور ہندؤن کا ہر پولیٹکل مسئلہ مسلمانون کو اپنے مقاصد کے برعکس نظر آتا ہے۔ وہ لوگ ہندوستان کے ایجی ٹیشنسٹ اور پالٹیشین بن گئے ہین جو چالاکیون اور پھبتیون کے ساتھ اپنا مطلب نکالین اور دوسرے فریق سے مقاصد کے خلاف کوئی کامیابی حاصل کرین۔ ملک کے بہترین اخبارات وہ ہین جو اپنے گروہ کی وکالت مین دوسرے گروہ کے مفید مطلب دلائل کو توڑین۔ ایسی حالت مین مسٹر ویڈربرن ہون یا کوئی اور کچھ نہین کرسکتا۔ مسٹر ویڈربرن دلچسپی و لطف کے ساتھ اپنا موسمی سفر پورا کرکے اور تفنن طبع کے لطف دکھا کے موسم گرما شروع ہونے سے پہلے ہی ٹھنڈے ٹھنڈے آ

گھر چلے جائین گے - اور ہندوستان کی فضا ویسی ہی رہے گی جیسی کہ تھی - وہ افسوس ہندوستان کی گرمیان بھی نہ دیکھین گے جو شاید انھین اِس مشرقی سرزمین کی گرمجوشیون کا کچھ ثبوت دکھا سکتین -

فی الحال ہندو مسلمانون کے اختلاف کا اہم ترین مسئلہ اردو زبان کا ہے - ہندوؤن نے ارادہ کر لیا ہے کہ ناگری خط کو ہندوستان کا قومی خط بنائین - اور ہندی زبان کو (جس کا صرف ایک مسودہ اُن کے دماغ مین ہے اور ابھی اُس نے کسی مروجہ زبان کی صورت نہین اختیار کی ہے) ہندوستان کی قومی زبان بنائین - اِس کے مقابل مسلمان کہتے ہین کہ اگر اردو مٹ گئی تو اِس وقت ہندوستان مین جتنا لٹریری سرمایہ جمع کیا گیا ہے برباد ہو جائے گا - اور جو زبان بڑی کوششون سے ہندوستان کی عام زبان ہونے کے علاوہ ایک علمی زبان بن چکی ہے خاک مین مل جائے گی - یہ ہم مسٹر ویڈربرن سے پہلے ہی بیان کیے دیتے ہین کہ ہمارے ملک مین ایثار نفس کا مادّہ نہ ہندوؤن مین ہے اور نہ مسلمانون مین - ہم سب اپنی غرض کے بندے ہین - اور اِس کو جانتے ہی نہین کہ دوسری کی بھلائی کے لیے کبھی اپنا ادنی نقصان بھی گوارا کر لین - پھر اب وہ فرمائین کہ ایسی صورت مین وہ اِس زبان کے مسئلہ مین کیا کر لین گے ؟

یہ چند حضرات جن کو آپ کی جدید کانفرنس نے منتخب کیا ہے اول تو کسی ایسی بات کو منظور ہی نہ کرین گے جو اُن کے گروہ کے مقاصد و اغراض کے خلاف ہو - اور اگر فرض کیجیے کہ آپ کے سمجھانے سے وہ سمجھ کے راضی بھی ہو گئے تو پھر اُن کی کون سُنے گا - آپ بیکار ہی کا درد سر مول لے رہے ہین -

گھڑی بھر کو یہ بھی مان لیا کہ آپ کے سمجھانے سے یہ اور اِن کے سمجھانے سے اِن کے گروہ والے آپ کے کسی فیصلہ کو منظور کر لین گے لیکن اُس وقت کیا ہوگا جب آپ تو ولایت مین ہون گے اور یہان بدقسمتی سے کسی مسجد کے مولوی صاحب کسی ہندو کے سنکھ بجانے پر بگڑ کھڑے ہون گے - یا کسی بکرعید مین کسی مسلمان کے گھر مین گائے کی قربانی ہونے کی خبر سُن کے ہندو اُٹھ کھڑے ہون گے - آپکو خبر بھی نہ ہو گی - کیونکہ آپ کو اتنی فرصت کہان کہ اپنے وطنی اخبار پڑھ سکے

ہمارے جھگڑون مین پڑیے - اور یہان یہ ہوگا کہ ابتداءً کسی گاؤن یا کسی شہر کے
کسی کونے مین دو چار ہندو مسلمانون مین چپت چلے گی - پولیس آ کے دونون طرف کے
چند آدمیون کا چالان کرے گا - اور اس کے بعد یہی حضرات جن کو آپ نے اس وقت
اتحاد کے لیے منتخب فرمایا ہے اپنے اپنے فریق کی وکالت مین شور واویلا و مصیبتا و فضیحتا
مچا دین گے اور اُن کی تحریرون کے اثر سے سارے ہندوستان مین ہر ہندو مسلمان بچہ بچا
کرنے اور اپنے دین اور اپنی قوم کی حمایت مین جان دینے کو تیار ہو جائے گا۔

اگر آپ سچے دل سے اتفاق پیدا کرنا چاہتے ہین - اور حسن اتفاق سے وائسرائے
بہادر نے بھی آپ کی اس سعی خیر کی داد دی ہے تو پھر گورنمنٹ آف انڈیا سے
حکمرانی کے خاص اختیارات حاصل کر کے پہلے تو تمام مدارس مین سے تاریخ کی تعلیم بند
کرا دیجیے - اس کے بعد تمام ہندو مسلمان اخبارات کو قطعاً بند کرا دیجیے پھر حکم کرا دیجیے
کہ فریقی سوسائٹیان سب کی سب توڑ دی جائین - اور بعد ازان تمام انگریزی تعلیم یافتہ
ہندو مسلمانون کو اپنے ساتھ لیجا کے انگلستان مین بسا دیجیے - عطائے تو بہ لقائے تو -
انھین بھی وہان رہنے کا بڑا شوق ہے خوشی سے راضی ہو جائین گے - بس آپ اتنی
کارروائیان کر دیجیے - پھر کبھی ہندو مسلمانون مین نااتفاقی یا رنجش ہو تو ہم گنہگار لکھے
دیتے ہین کہ ہمین جو سزا چاہیے گا دیجیے گا۔

قبلہ و کعبہ یہ ساری برکتین تعلیم کی ہین - وہی تعلیم جس کا پہلا اسٹیج تو یہ تھا کہ ہم مین
اُن مین بگڑی - پرانی دوستیان - اگلی محبتین اور یکجہتیان - ایک کا دوسرے کی رنج و
راحت مین شریک ہونا - ایک کا دوسرے کے لیے جان دینے کو فوراً آمادہ اور تیار
ہو جانا سب باتین خواب و خیال ہو گئین - اور دوسرا اسٹیج یہ ہے کہ جب سلطنت کی
بیدارمغزی و انصاف پسندی سے ایک کا دوسرے پر زور نہ چلا تو ناکردہ کار اور بے
عقل نوجوان خود سرکار کے خلاف ہو گئے - اور باغیانہ خیالات کا اظہار اُس شہر
مین ہونے لگا جو بادشاہ پرستی کے لیے ضرب المثل تھی۔

ہمارے خیال مین نااتفاقی کے نتائج ظاہر ہونے کا ابھی آغاز ہی ہے - اور جو کچھ آیندہ
ہونے والا ہے اُس کا عشر عشیر بھی ابھی نہین ہوا - سرکار کی تعلیم سے ہم کو قوم کا سبق ملا
ہم بات بات پر قوم کا نام لیا کرتے ہین - ہم جان نثار قوم بنتے ہین ہم قوم پر فدا ہین - ہم نے

مذہب کو کھو کے قوم کو پایا ہے - ہم نے خدا کو چھوڑ کے قوم کی پرستش شروع کی ہے جس کے برکات یہ ہین کہ مسلمان شراب پیتا ہے سور کھاتا ہے ہر قسم کے شرک مین مبتلا ہے - مگر اس کی تاب نہین کہ ناقوس یا جرس کی آواز سن سکے ہندو مسلمانون کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ کے کھانا کھاتا ہے - گاے کا گوشت اور بازار کے کباب اس کو بہت ہی پسند ہین - نہ چوٹی رکھتا ہے اور نہ جنیو - کمسریٹ کی نوکری مین خود ہی بیٹھ کے بیف کوٹتا اور تقسیم کراتا ہے مگر قوم کے نام پر فدا ہے - عالمگیر کا نام سنتے ہی اسے غصہ آجاتا ہے اور مسلمانون یا عیسائیون کے ساتھ بیٹھ کے چاہے روز بیف کھایا کرے مگر کسی مسلمان کی زبان سے لحم البقر کا لفظ سنا اور جامے سے باہر ہوگیا -

یہ ہے قومیت کا سبق جو ہمین ملا ہے - اور جس نے ہمین خادم قوم فداے قوم اور شہید قوم بنایا ہے - ایسی قیمتی قومیت جو مدت ہاے دراز کی تعلیم سے ہم مین پیدا ہوئی ہے اس کا خیال مسٹر ویڈر برن کے فرما دینے سے یک قلم دل سے مٹ جائے غیر ممکن اور محال ہے -

چند مختصر خیالات اور ریویو

آنریری سکریٹری آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنی سنہ ۱۹۱۰ کی جو رپورٹ لیگ کے گذشتہ اجلاس مین پیش کی تھی دیکھنے کے قابل ہے - اس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ لیگ نے اس سال کیا کیا کام کیے - مجوزہ مسائل کے متعلق کارروائی کہان تک پہونچی - گورنمنٹ سے کیا مراسلت ہوئی اور کیا جواب ملا - یہ رپورٹ پوری طرح ثابت کرتی ہے کہ گذشتہ سال کے اندر لیگ نے بمقابل سنین ماسبق کے بہت زیادہ ترقی کی - مگر افسوس کہ لیگ کی یہ رپورٹ اس وقت تک اردو مین نہین شایع ہوئی ہے - اسی پر منحصر نہین ہم کو عام طور پر نظر آتا ہے کہ اپنی کارروائیون کے اردو مین شایع کرنے کے متعلق لیگ کمی کر رہی ہے جو ناقابل عفو فروگذاشت ہے - لیگ کو در اصل اسی وقت کامیابی ہو سکتی ہے جب کہ اسکی تمام کارروائیان جو انگریزی مین شایع ہوتی ہین ساتھ ہی ساتھ اردو مین بھی شایع ہو جایا کرین - لیگ کی قدر مسلمانون کو اسی وقت ہوگی جبکہ وہ اس کے حالات سے واقف ہوتے رہین گے - اور یہ بغیر ہر کارروائی کے اردو زبان مین شایع کرنے کے غیر ممکن ہے - لہذا ہم

زور دیتے ہین کہ لیگ کے دفتر مین اردو ترجمہ کا اشاعت سب سے مقدم سمجھی جائے۔ [illegible]
اور ہر رپورٹ اور ہر کارروائی کم از کم ایک ہزار کی مقدار مین شایع کی جایا کرے۔

ہز ہائی نس سر آغا خان نے بیڑا اٹھایا ہے کہ پارسال تک میں لاکھ روپیہ جمع کر کے محمڈن کالج علیگڈھ کو حضور کنگ امپرر ایڈورڈ کی یادگار مین اسلامی یونیورسٹی بنا دین جسمین ایک لاکھ خود اُنھون نے دیا ہے اور ایک لاکھ کا ہر ہائنس بیگم صاحبہ بھوپال وعدہ فرماتی ہین۔ آغا خان کی کوشش سے روپیہ تو یقیناً جمع ہو جائے گا مگر یہ اسلامی یونیورسٹی کیسی ہوگی اگر کالج صرف عربی اور السنۂ مشرقیہ کی تعلیم کی یونیورسٹی بنایا گیا تو کوئی خاص بات نہین۔ ہر عربی مدرسہ بلکہ ہر مسجد جس مین کوئی مولوی صاحب تعلیم دیتے ہون آج بھی ایک آزاد یونیورسٹی ہے۔ لیکن ہان اگر علیگڈھ کالج کو الہ آباد یونیورسٹی کی تمام ڈگریون کا نصاب مرتب کرنے کا اور امتحان لینے کا اختیار دیا گیا اور اُس کے سرٹیفکیٹون کو گورنمنٹ نے تسلیم کر لیا تو اور کوئی چاہے مانے یا نہ مانے ہم آغا خان کی امامت کے ضرور قائل ہو جائینگے۔

ندوۃ العلما نے گذشتہ سالانہ جلسہ مین تبلیغ اسلام کا کام بھی اپنے ذمہ لیا تھا۔ کیا ہم پوچھ سکتے ہین کہ اِس بارے مین اُس نے آج تک کیا کارروائی کی؟ بزرگان ندوت نے ابھی تک کسی ایک کو بھی اپنی کوشش سے مسلمان نہ بنایا ہوگا۔ مگر وضع قدیم کے مطابق مسلمانون کے اسلام سے خارج کرنے کا مشغلہ کچھ نہ کچھ چلا ہی جاتا ہے۔ اُڑتی اُڑتی کبھی ہم تک بھی پہونچ جاتی ہے کہ خود مولانا شبلی کے متعلق بعض بزرگ ایسی ہی فکرون مین لگے ہوئے ہین۔

ہم نہایت ہی حسرت و اندوہ کے ساتھ ظاہر کرتے ہین کہ ہمارے بہت پُرانے دوست منشی محمد نثار حسین صاحب نثار مہتمم پیام یار مالک قومی پریس نے ۲ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء کو اِس جہان فانی سے سفر آخرت کیا۔ اور سنہ ۱۳۲۸ھ کے خاتمہ کے ساتھ ہی اُن کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا۔ مرحوم کو کچھ اوپر ایک سال ہوا اپنے بڑے بیٹے کے انتقال کا اس قدر صدمہ ہوا تھا کہ دل و دماغ روز بروز جواب دیتے جاتے تھے بہت

... علاج کیا گیا مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی - اور آخر کو نمونیا کا ایسا حملہ ہوا کہ تین ہی چار دن کے اندر کام تمام ہو گیا - انا للہ وانا الیہ راجعون - اُن کے بعد پیام یار بند ہو گا لیکن ان کے صاحبزادے منشی اکبر حسین صاحب اُسے زیادہ سرگرمی سے نکالیں گے - اور مرحوم کے کاروبار کو پوری کوشش سے جاری رکھیں گے - خریداران پیام یار کو اور شعراے اردو کو اپنے مرحوم دوست کی یادگار میں اس وقت پیام یار کی مدد کرنی چاہیے یہ تمام موجودہ گلدستوں سے پُرانا رسالہ ہے اور اردو زبان اور قدردانان اردو پر اپنے حقوق پیدا کر چکا ہے -

---

مستقبل اسلام پروفیسر ... مصری کی کتاب "مغربی تمدن اور مشرقی ممالک" کے حصہ سوم "اسلام کی آیندہ حالت" کا ترجمہ جو مولوی ظفر عمر صاحب - بی - اے (علیگ) ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس صوبجات متحدہ کی اعلیٰ قابلیت اور اُن کے زور قلم کا نمونہ ہے - نہایت ہی سلیس شستہ اور سنجھی ہوئی ہے زبان ہے اور ان خوبیوں ہی کی مناسبت سے کتاب فاروقی پریس آگرہ میں بڑی خوبی کے ساتھ چھپوائی گئی ہے - جس میں اول میں پروفیسر امیری اور ہز ہائنس آغا خان کے فوٹو بھی لگے ہوئے ہیں - ولائتی اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر چھپی ہے ۲۰×۲۶ سائز کے ۱۹۵ صفحوں پر ختم ہوئی ہے - اور قیمت صرف دو روپیہ ہے - مسلمانوں کے لیے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے - تاکہ انھیں معلوم ہو کہ اُن کی نسبت پولیٹکل مستشرقین یورپ کے کیا خیالات ہیں جو صاحب ملاحظہ فرمانا چاہیں علیگڈھ میں منیجر ڈیوٹی بک ڈپو کو خط لکھ کے منگوائیں -

ادیب اس نئے رسالہ نے ترقی اور وضعداری کے ساتھ اپنا سال پورا کیا - افسوس کہ پبلک نے اس کی طرف ابھی اتنی توجہ نہیں کی جتنی کہ اس پایہ کے ایک عمدہ پرچہ کی جانب کرنی چاہیے تھی مگر ہمیں امید ہے کہ اپنی زندگی کے پہلے سال میں اپنے استقلال کا ثبوت دینے کے بعد ادیب اب سنہ حال میں بہت ترقی کرے گا - اس کے ساتھ ہم یہ بھی کہیں گے کہ ایڈیٹر صاحب کو اس معیار سے زیادہ درجہ کے مضامین فراہم کرنے کی ضرورت ہے -

اور اس سے بھی زیادہ ضرورت تصویروں کی طرف توجہ کرنے کی ہے - آخری پرچوں کی اکثر تصویریں

نقص تھیں۔ اور یہ ایک ایسی کمی ہے جس کا الزام انڈین پبلک پر ہے آئندہ سے خیال رکھنا چاہیئے کیونکہ [illegible] ہر دن پر اُس کی نیکنامی کا بھی دارومدار ہے۔

ہمارے صوبہ کی پراونشل لیگ نے اپنی سالانہ کارروائی شائع کی ہے جو نہایت شاندار ہو گی جس کی ایک کاپی ابن احمد صاحب جنرل سکریٹری کی عنایت سے ہمارے پاس بھی پہونچی۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے صوبہ کی لیگ نے اپنے فرائض کو حتی الامکان مستعدی سے ادا کیا مگر سالانہ رپورٹ کے علاوہ یہ ضرور ہے کہ وہ اپنی کارروائیاں عمل میں آنے کے بعد سب حالات وقتاً فوقتاً پبلک کو بھی معلوم ہوتے رہیں تاکہ قوم کو [illegible] کے خوش ہونے کا موقع ملتا رہے اور معلوم ہوتا رہے کہ ہم جا رہے ہیں اور کچھ کر رہے ہیں۔ [illegible] لیگوں کے عہدہ داران اور ممبران کے نام بھی پراونشل لیگ کی جانب سے شائع کیے جانے ضروری ہیں۔ بہر حال ہم بڑی خوشی کے ساتھ اپنے صوبہ کی لیگ کی کارروائیوں پر [illegible] ظاہر کرتے ہیں۔

دلگداز کے متعلق چند باتیں

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ دلگداز کا [illegible] پرچہ [illegible] حاضر ہوگا۔ اور جو رقم اس کے ذریعے وصول ہوگی سنہ ۱۹۱۱ء کا چندہ دلگداز [illegible] اطلاع کافی ہے اور اب اس کے بعد کسی اطلاع کی ضرورت [illegible] ان کی خدمت میں نہیں بھیجا جائے گا۔ اکثر حضرات نمونہ کا پرچہ مفت مانگتے ہیں اور ان سے بھی زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہے جو مکرر سہ کرر دلگداز کے پرچے طلب فرمایا کرتے ہیں۔ مگر محصول ڈاک کے لیے ٹکٹ نہیں ارسال فرماتے۔ جس کی وجہ سے دفتر کو بہت غیر معمولی مصارف برداشت کرنا پڑتے ہیں لہذا آئندہ سے یہ عام قاعدہ مقرر کر دیا گیا ہے کہ پرچہ شائع ہو جانے کے بعد جو صاحب گم ہو جانے یا نہ پہونچنے کی وجہ سے اُس کے دوبارہ روانہ کرنے کی خواہش ظاہر کریں گے یا نمونہ طلب فرمائیں گے۔ اگر خط کے ساتھ وہ محصول ڈاک کے لیے ٹکٹ نہ بھیجیں گے تو وہ پرچہ اور نمونہ اُن کی خدمت میں بیرنگ روانہ کر دیا جائے گا اس صورت میں تلف ہو جانے کا بھی احتمال نہ ہوگا اور ہم بھی غیر معمولی مصارف سے بچیں گے

خاکسار منیجر دلگداز لکھنؤ

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر کے مشہور زمانہ اور مقبول عام تصانیف

تاریخ اور لائف وغیرہ

(۱) جنید بغدادی۔ سلسلۂ مشاہیر اسلام کی پہلی کتاب۔ حضرت جنید بغدادی کے حالات زندگی۔ آپکی تعلیمیں آپکا تصوف اور آپکا فلسفۂ الٰہی۔ قیمت . . . . ۔

(۲) ابو بکر شبلی۔ سلسلۂ مشاہیر اسلام کی دوسری کتاب۔ حضرت شیخ ابو بکر شبلی کے حالات آپکا جوش محبت اور آپکا جذب و حزن و شوق

(۳) تاریخ سندھ۔ نہایت مکمل و مستند تاریخ ارض سندھ ابتدائی زمانہ سے حکومت عرب کے آخر زمانے تک۔ کارنامے جو فاتحین عرب نے سندھ میں کیا کیا۔ دو جلدیں

جلد اول کی قیمت . . . ۔

جلد دوم کی قیمت . . . ۔

(۴) حروب صلیبیہ۔ صلیبی لڑائیاں جو کئی صدیوں تک بیت المقدس کی حکومت کیلئے مسلمانوں اور عیسائیوں میں رہیں۔ قیمت . . . . ۔

(۵) خواجہ معین الدین چشتی۔ حضرت قطب الہند خواجہ اجمیری کے مستند تاریخی حالات اور آپکے کمالات۔ ۔

(۶) ملکۂ زنوبیہ۔ حضرت مسیح کے عہد کے قریب کی ایک عربی نژاد حسین ملکہ کے حالات زندگی۔ قیمت ۔

(۷) الحکم الرفاعیہ۔ سید شیخ احمد رفاعی کے اسی نام کے عربی تصنیف رسالہ کا ترجمہ۔ قیمت . . . .

(۸) آغائی صاحب مرحوم آغا علیخان بہادر رئیس لکھنؤ کے حالات زندگی ۔

(۹) رفع النقاب۔ مسئلہ پردہ کی تردید شرعی پردے کے صحیح مسئلہ میں مولانا احمد مختار صاحب صدیقی کے ایک رسالہ ۔

تاریخی ناول

(۱۰) غیب دان دولھن۔ پاکدامن عفیفہ اور قابل بی بی کی برکتیں اسکی حیرت انگیز غیب دانی میاں کو تمام لغزشوں سے بچا کے راہ راست پر لگانا اور انتہائی ترقی پر پہونچا دینا نہایت عمدہ سوشیل ناول۔ قیمت . . . ۔

(۱۱) فلپانا۔ مولانا شرر کا سب سے تازہ تاریخی ناول اندلس (?) طرابلس الغرب پر صحابۂ کرام کا حملہ۔ حضرت عثمان غنی کا دور۔ صحابہ کی پاکبازی و بےنفسی۔ شاہزادی فلپانا اور عبد اللہ بن زبیر نہایت اعلیٰ درجہ کا ناول۔ ۔

(۱۲) ماہ ملک۔ مولانا شرر کا سب سے نیا اور اچھوتا ناول جسمیں دولت غوریہ کے اوج عروج۔ سلاطین غیاث الدین و شہاب الدین غوری کے کارنامے اور اس عہد کی معاشرت۔ اسکی بیٹی شاہزادی ماہ ملک کے سچے حالات و کمالات۔ قیمت . . . . . ۔

(۱۳) یوسف و نجمہ کامل۔ جنگ تریپولی میں آپ بیتی سے کیا موثر ہے کہانی سچی ہی اور پڑھ دہ بھی زبانی میری نہایت پاکیزہ ناول . . . . . . ۔

(۱۴) شوقین ملکہ۔ پہلی و دوسری صلیبی لڑائی کے حالات الینور ملکۂ فرانس کی شہسواریاں مردوں کے پہلو میں نانا کیمپ ۔

(۱۵) فتح اندلس۔ اسپین پر عربوں کا حملہ جسمیں حاکم سبتہ کی بیٹی آخری تاجدار اسپین کے ہاتھ سے اسکی بےعزتی۔ اور مجاہدین اسلام کی تلوار سے اسکا انتقام قیمت ۔

(۱۶) فردوس بریں۔ نہایت ہی حیرت انگیز ناول فرقۂ باطنیہ حشیشین اور انکے سرگروہ فدائی۔ جیسے ہی ملاء اعلیٰ کا سفر اور جنت کی سیر۔ اس اردو ناول کا جواب کسی دوسری زبان میں بھی نہیں ہو سکتا۔ قیمت . . . . ۔

دلگداز اور اتحاد کی جلدیں

(۱۷) جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۱ء (مکمل بارہ پرچے) قیمت ۔

(۱۸) جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۳ء دلگداز کے وہ سب پرچے جو سنہ ۱۹۰۱ء اور سنہ ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئے (بارہ پرچے) - ۔

(۱۹) جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۵ء (مکمل بارہ پرچے) قیمت ۔

(۲۰) جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۶ء (مکمل بارہ پرچے) قیمت ۔

(۲۱) جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۷ء (مکمل بارہ پرچے) . . . ۔

(۲۲) جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۸ء (بارہ پرچے) . . . ۔

(۲۳) جلد اتحاد بابت سنہ ۱۹۰۸ء (۲۲ رسالے) قیمت ۔

دلگداز! دلگداز!! دلگداز!!!

۱۸۸۷ء سے مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر کی ایڈیٹری میں نکل رہا ہے مضامین نظم و نثر ایسے کہ کسی چشم قدردان کی نگاہ ناز میں جو دلچسپ ترقی اور دل ہی میں رہ جاتی ہے آپ صرف اعلیٰ درجے کے ادبی و تاریخی مضامین چھپتے ہیں ختم سال پر مولانا شرر کا ایک مکمل مرتب ناول خریداران دلگداز کو مفت دیا جایا کریگا قیمت صرف ایک روپیہ (عہ) سالانہ مع محصول ڈاک بمونہ اگر پرچہ کا ٹکٹ نہ آئے تو بیرنگ ۱/ آنہ ہوتا ہے سطح جو حضرات نہ پہونچنے کی شکایت کر کے سابق کے پرچہ طلب فرمائیں گے انکو بھی اطمینان کے لیے وہ نمبر بیرنگ بھیجے جاتے ہیں۔

المشتہر محمد فاروق منیجر دلگداز لکھنؤ کٹرہ بزن بیگ خاں

کارخانہ روضۃ الریاحین لکھنؤ کا اعلیٰ عطر

(آپ ایک دفعہ آزما کے تو دیکھیں!)

عطر کیلیے لکھنؤ مشہور ہے مگر افسوس کہ جو عطر ہے وہ باہر والوں کو نہیں ملتا کیونکہ کہیں مال کی خرابی اور کہیں ہاتھ ہوا رنگ [illegible] ان غریبوں ہی کو اٹھانا پڑتا ہے جو باہر سے منگواتے اور بیٹھے خریدتے [illegible] بعض اشتہار دینے والوں کی یہ حالت ہے کہ [illegible] مال [illegible] بھیجتے ہیں۔ عام خرابیاں دیکھ کے ہم نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ باہر کے جو صاحب طلب فرمائیں انکے لیے معتبر اور مستند کارخانوں سے عطر اعلیٰ درجے کے تیل وغیرہ خاص طور پر اہتمام کر کے مال کو بخوبی جانچ کے اور بکفایت خرید کے روانہ کر دیا کریں جسکا بہت اچھا اور قابل اطمینان انتظام کیا گیا ہے عطر کے شائق ایکبار امتحاناً ہی منگوا کے دیکھ لیں کہ ہمارے ذریعے سے انہیں کیسا اچھا عطر اور کن داموں کو ملتا ہے۔ فہرست حسب ذیل ہے

عطر حنا۔ فی تولہ [illegible] ۱۲	عطر گل حنا۔ فی تولہ [illegible]	عطر مجموعہ فی تولہ [illegible] . . .
عطر موتیا۔ [illegible] ۱۲	عطر مٹی۔ [illegible] ۱۲	عطر سہاگ۔ [illegible]
عطر چنبیلی۔ [illegible] ۱۲	عطر جوہی۔ [illegible] ۱۲	عطر اگر کہنہ۔ [illegible] . . .
عطر کیوڑا۔ [illegible] ۱۲	عطر گلاب۔ [illegible] ۱۲	عطر اگر۔ [illegible] . . .
عطر خس۔ [illegible] ۱۲	عطر سنگترا۔ [illegible] . . .	عطر مخلوط اصفہانی۔ [illegible] . . .
عطر فتنہ۔ [illegible] ۱۲	عطر سیوتی۔ [illegible]	عطر مہک پری۔ [illegible] . . .
عطر چمپا۔ [illegible] ۱۲	عطر عروس۔ [illegible] . . .	روح خس اصلی۔ [illegible]
عطر مولسری۔ [illegible] ۱۲	عطر شہناز۔ [illegible] . . .	روح پاڑی اصلی۔ [illegible]
عطر بابڑی۔ [illegible] ۱۲	عطر برگ حنا۔ [illegible] . . .	عطر الائچی اصلی۔ [illegible]
عطر راحت روح۔ [illegible]	روح گلاب۔ [illegible]	عطر صد برگ۔ [illegible]
روغن چنبیلی۔ فی سیر [illegible]	عرق گلاب۔ فی بوتل [illegible] ۱۲	گولیاں تمباکو۔ ورقدار فی تولہ [illegible]
روغن بیلا۔ فی سیر [illegible]	عرق کیوڑا۔ فی بوتل [illegible] ۱۲	[illegible]
روغن کیوڑا۔ فی سیر [illegible]	زردہ کھانے کے تمباکو کی بنی ہوئی معطر	قوام تمباکو فی تولہ [illegible]
روغن حنا۔ فی سیر [illegible]	پتی۔ فی سیر [illegible]	(محصول ڈاک و پیکنگ کے علاوہ ہے)

آپکا خادم محمد عبد الحلیم شرر ایڈیٹر دلگداز لکھنؤ کٹرہ بزن بیگ خان

مشہور تہذیبی اور تاریخی رسالہ جو ۱۸۸۷ء سے جاری ہے

جلد ۱۹

نمبر ۱

دلگداز

باڈیٹری

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی

باہتمام

محمد فاروق منیجر رسالہ و مطبع دلگداز

لکھنؤ

محلہ بازار بیگ خاں سے دلگداز پریس میں

شائع ہوا

تصانیف شرر کے نئے لائبریری ایڈیشن

نفیس مزاج اور فیاض قدر دانان علم کیلئے مولانا شرر کی نئی اور پرانی کتابیں بڑے اہتمام کے ساتھ روشن مسطر اور عمدہ ولایتی چکنے کاغذ پر چھاپی جاتی ہیں جنکی نفاست دیکھنے کے قابل ہے۔ اس سلسلۂ طبع کا نام لائبریری ایڈیشن رکھا گیا ہے۔ اسمیں ناول بھی ہیں اور اعلیٰ درجہ کی تاریخیں بھی۔ جو حضرات پہلے سے اجازت دے دیتے ہیں انکے نام لائبریری ایڈیشن کے رجسٹر میں درج کر لیا جاتا ہے اور تیار ہوتے ہی ہفتہ عشرہ پہلے اطلاعی کارڈ بھیج کے بلا انتظار جواب وی۔ پی بھیجدی جاتی ہیں مجلد کتابوں کے خریداروں سے اصل قیمت پر فی مجلد ۸ر کے حساب سے اضافہ کر لیا جاتا ہے۔ اگر علمی مذاق کی مربی گری منظور ہو تو فوراً لائبریری ایڈیشن کے رجسٹر میں اپنا نام درج کرائیے۔

اس سلسلہ میں مندرجۂ ذیل کتابیں تیار موجود ہیں:

نمبر (۱) افسانۂ قیس۔ مجنون عامری کی لائف جو از سر نو مکمل کیگئی ہے۔ قیمت فی جلد ... ۱۲

نمبر (۲) قیس و لبنیٰ۔ مشہور عاشق عرب قیس بن ذریح عذری اور اسکی معشوقہ لبنیٰ کے حالات کو ایک نہایت پر اثر اور دلچسپ ناول کا لباس پہنایا گیا ہے۔ اسمیں یہ خاص بات ہے کہ یہ ایک پر سوز و گداز ناول ہے۔ اور یہی سوانعمری۔ قیمت۔ فی جلد ...

نمبر (۳) حسن بن صباح۔ بانی فرقہ باطنیہ کے حالات زندگی۔ اسکی تعلیمیں اسکا علم و فضل اور اسکے سرفروش فدائی۔ جو جو کچھ مذہب کی اصلیت اسی کتاب سے معلوم ہو سکتی ہے۔ قریب تیاری ہے۔ قیمت فی جلد ...

اسی سلسلہ کی مندرجۂ ذیل کتابیں زیر طبع ہیں جو سنہ ۱۹۱۱ء میں ختم ہو جائینگی

عصر قدیم۔ ایک نہایت ہی مکمل اور سلجھی ہوئی تاریخ جسمیں حضرت رسالت مآب صلعم سے پیشتر کی تمام قوموں اسرائیلیوں مصریوں۔ اسیریا بابل والوں۔ ایرانیوں۔ یونانیوں مقدونیہ والوں۔ رومیوں ساسانیوں بطلیموسیوں وغیرہ کے اجمالی حالات ایسی خوبی سے لکھے گئے ہیں کہ ایک نظر دیکھ لینے سے ساری دنیا کی تاریخ پر اجمالی نظر پڑ جاتی ہے۔ یہ کتاب اسلامی مدارس میں تاریخ کی حیثیت سے سلسلۂ درس میں داخل کرنے کے قابل ہے۔ حجم تقریباً ۴۰۰ صفحہ قیمت ... عہ

زینہ۔ عہد یہود کا ایک جدید ناول جسمیں بنی اسرائیل کی معاشرت و تاریخ کے سلسلہ میں رومیوں کے ہاتھ سے بیت المقدس اور یہود کی تباہی و پامالی دکھائی گئی ہے۔ اور ثابت کیا گیا ہے کہ کوئی کمزور و ناشائستہ قوم اپنی زبردست سلطنت سے بغاوت کرے اور ناقابلیت کے ساتھ آزادی چاہے تو اسکا کیا انجام ہوتا ہے۔ عہ

امام ابو الحسن اشعری (سلسلۂ مشاہیر اسلام) امام ممدوح کی سیرۃ آپکا مذہب اور آپکا فلسفۂ عقائد۔ بے دینی پر دینداری کی اور الحاد پر خداشناسی کی فتح۔ فی جلد ... عہ

فلورا فلورنڈا۔ اس پرانے پرجوش تاریخی ناول کا جسے مسلمانان ہند نے بیحد پسند فرمایا ہے نیا لائبریری ایڈیشن عہ

تاریخ بغداد۔ اسکے نہایت ناقص و ناتمام نسخہ بازار میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اب اسے از سر نو مکمل و مرتب کرکے اور گویا نئے سرے سے تصنیف کرکے لائبریری ایڈیشن تیار کیا جاتا ہے۔ قیمت۔ فی جلد ...

قدر دانان دلگداز کو اس سلسلہ کی سرگرمی سے مربی گری کرنی چاہیئے۔

الملتمس۔ محمد فاروق منیجر دلگداز۔

حسن کی کرشمہ سازیان

سمی رامیس (ملکہ بابل)

یہ بات درست تسلیم کیا جاتا ہے کہ اگلے زمانہ کا کوئی شہر ایسا نہ تھا جو عظمت و شان کا مقابلہ
کر سکتا تھا جب ساری دنیا پر وحشت ... اور تمدن و تہذیب کا کہیں پتہ نہ تھا
اس وقت دریائے فرات کے کنارے اس شہر کی رونق اور چہل پہل اس قدر بڑھی ہوئی
تھی کہ تاریخ میں وہ سارے شہروں کی ملکہ بتایا گیا ہے۔ اور ... سپید و
سیاہ اور ... فرق کرنا ... اس ... بنیاد یا عمارت
اس کا پہلا آباد کرنے والا اگرچہ نمرود بتایا گیا ہے جس کی بدولت حضرت ابراہیم نے
ملک ترک کیا تھا جس نے پہلے ... اور سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ مگر ... کو ...
عروج ... کی کوشش ... سے حاصل ہوا اور جس کی ... کے ... ملکہ
اور ... کے لقب ... سمی رامیس تھی جس کا نام آج ہمارے ... کا
سبب عنوان ہے۔ اور ... بات ہم تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہیں ... سمی رامیس نے
... کو ایسا سنوارا ... تھا کہ تمام عالم کے شہر ... نے اس کے عظمت و جلال اور
اس کی نقش نگاری و زینت ... آگے ادب سے سر جھکا دیے اور بابل کے ... کنوئیں میں
ہاروت و ماروت کے ... فرشتے پھنس کے رہ گئے کوئی تعجب نہیں کہ وہ اسی پری جمال
ملکہ کا جادو تعجب ہو۔ بابل کی خوشنمائی اور رونق کی داستانیں اس بات کا ثبوت دے رہی
ہیں کہ کسی چیز کے بنانے سنوارنے اور آراستہ کرنے میں عورت کا سلیقہ مردوں سے کس قدر

بڑھا ہوا ہے۔

سمی رامیس ولادت سرور کائنات صلعم سے ۱۹۷۱ سال پیشتر اور حضرت موسیٰ جب بنی اسرائیل کو آزاد کرا کے مصر سے نکلے ہیں اُس کے ۱۹۱ سال بعد تھی۔ اور حضرت سلیمان کی شان و شوکت اور بیت المقدس کی تعمیر سے ۲۸۴ سال پیشتر دنیا سمی رامیس کے اوج عروج اور جاہ و جلال کا تماشا دیکھ چکی تھی۔ بابل جس مملکت کا پایۂ تخت تھا وہ اشوریہ یا انگریزوں کے تلفظ کے مطابق اسیریا کہلاتا ہے اور جو قوم اس ملک میں آباد تھی اور جس نے دنیا میں سب سے پہلے تہذیب و تمدن کے کرشمے دکھائے سامی تھی یعنی وہ لوگ ہمارے عربوں اور اسرائیلیوں کے اور ہمارے بنی اعمام تھے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اُن کا عروج بھی ہمارے ہی گذشتہ عروج کی ایک پرُ لطف داستان ہے۔ ملک اشوریا کا قائم مقام فی الحال الجزیرہ کہلاتا ہے۔ جو دجلہ و فرات کے درمیان واقع ہے۔ اور دولت عثمانیہ کی قلمرو میں شامل ہے اس ملک میں اسی قوم کی ایک اور ملکہ بھی گذری ہے جو نی طوقریس کے نام سے مشہور تھی اُس نے بھی بابل کی رونق بہت بڑھائی مگر سمی رامیس اُس سے پانچ پشت پہلے سریرآرائے سلطنت تھی اور اُس کی سطوت و جبروت سے دنیا کانپ رہی تھی

سمی رامیس کے حالات قدامت کے دھندلکے میں پڑ کے ایسے مشتبہ ہو گئے ہیں کہ اُس کے واقعات میں سے بہت سی باتوں کی نسبت موجودہ مورخین کو شبہات پیدا ہو گئے ہیں مگر یونانی مورخ ہیرودوطس اور قطی سیاس نے اُس کے کارنامے بڑی تفصیل سے اور شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے ہیں گو دونوں کے بیان میں اتنا اختلاف ہے کہ معلوم ہوتا ہے ہیرودوطس کی سمی رامیس اور ہے اور قطی سیاس کی اور۔ سمی رامیس سے پہلے اُس کا شوہر نی نس اشوریا والوں کا تاجدار تھا جب وہ مرا تو اگرچہ اُس کا بیٹا نی نیاس موجود تھا جو خود سمی رامیس کے بطن سے تھا مگر اُسے نابالغ ناتجربہ کار دیکھ کے سمی رامیس نے تاج شہنشاہی خود اپنے سر پر رکھ لیا۔ اور یہ نہیں کیا کہ بیٹے کو تخت نشین کر کے خود اُس کی جانب سے انتظام کرتی بلکہ بیٹے کو محروم کر کے اور تاج شہریاری کو اپنے سر سے زینت دے کے عنان حکمرانی اپنے ہاتھ میں لے لی۔

وہ نہایت ہی حسین و صاحب جمال بتائی جاتی ہے مگر مورخین یونان کا بیان اگر صحیح ہے

تو اُس کا حسن عصمت و عفت کے زیور سے آراستہ نہ تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے شباب کے جوش اور جوانی کی عشرت پرستیوں نے مستقبل میں ناز آفرینی کے عجیب عجیب کرشمے دکھائے۔ مگر اس اخلاقی عیب کے ساتھ وہ بڑی عقلمند۔ زبردست۔ مدبّر نہایت ہوشیار ملکہ۔ بہت بڑی دلیر و شجاع اور بلند درجہ کی اولوالعزم و بلند حوصلہ تھی اگر انتظام سلطنت میں وہ اپنے حسن تدبیر کا ثبوت دیتی تھی تو عرصۂ کارزار میں بڑے بڑے زبردست حملہ آوروں سے زیادہ بہادر اور شجاع ثابت ہوتی تھی۔ جشن طرب اور بزم عیش میں وہ اپنی نفاست مزاجی اور خوش سلیقگی کے کمالات ظاہر کرتی تھی تو شہر کی ترقی اور عالیشان عمارتوں کی تعمیر میں اپنی خوش مذاقی و بلند حوصلگی کے ثبوت دیتی۔ اُس کے شوہر سے اور خود اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے [illegible] اور جورش روس سے فوج کشی کر کے اشوریا کے [illegible] سلطنت شہر نینوا کو تباہ و برباد اور مغلوب و مقہور کر دیا۔ اور شوہر کے مرنے کے بعد فتحمندی و حملہ آوری کا سلسلہ جاری رکھنے کے ساتھ ہی اُس نے شہر بابل کی آراستگی شروع کی جس میں اُس کے حسن کی کرشمہ سازیوں کا اتنا اثر تھا کہ دنیا بھر میں بابل کے جادو کی شہرت تھی۔ اور سحر بابل آج تک مشہور ہے۔ اور کوئی عجیب بات نہیں اگر سحر بابل کی ابتدا اسی رامیس کی نرگس فتان اور اُس کی ساحرانہ نگاہ ناز ہی سے پڑی ہو۔

اور سچ یہ ہے کہ بابل میں سمی رامیس نے جو عمارتیں بنوائیں ایسی حیرت انگیز تھیں کہ ان کا خیال کرنے سے بھی ایک پُر اسرار جادو کا کارخانہ خیال کی آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ چیزیں انسانی قوت سے باہر تھیں۔ مثلاً اُس نے بابل کے گرد جو شہرپناہ بنوائی اتنی بڑی اتنی بلند اور ایسی مضبوط تھی کہ زمانہ اُس پر قیامت تک حیرت کرتا رہے گا۔ دریائے فرات بابل کے بیچ میں سے ہو کے بہتا تھا جس کی وجہ سے آدھا شہر اُس کے مشرقی کناروں پر تھا اور آدھا مغربی کناروں پر۔ یہ شہرپناہ دونوں حصوں کو اپنے حصار میں لیے ہوئے تھی۔ یہ شہرپناہ مربع تھی۔ اور اس کا پورا دور ۶۰ میل کا تھا۔ جس کا ہر ضلع یا رخ ۱۵ میل کا تھا۔ اور ۲۲۵ مربع میل زمین اُس کے رقبہ میں آگئی تھی۔ اس رقبہ ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہر ہی نہیں گویا پورے ایک ضلع کے گرد ایک زبردست حصار کھینچ دیا گیا تھا۔ اور چاروں طرف سے بند

کر دی گئی تھی جس کے اندر عالی شان قصر و ایوان اور بڑے بڑے یگانۂ روزگار مندر و ان
کے علاوہ پھل لانے والے باغ نزہت بخش چمن - سرسبز مرغزار - اور لہلہاتے ہوئے کھیت بھی
جا بجا موجود تھے - فصیل کی دیوار بھی کوئی معمولی دیوار نہ تھی - اُس کا آثار ۹۰ فٹ کا تھا - اور ۳۵۰
فٹ بلند بتائی جاتی ہے - اُس کی بلندی پر برابر برابر تین رتھیں سہولت کے ساتھ دوڑ سکتی
تھیں - یکساں فاصلہ پر ناپ ناپ کے سو پھاٹک قائم کیے گئے تھے جن پر ٹھوس برنجی پٹ چڑھے
ہوئے تھے - شہر کے ہر سمت پہلو پر پچیس پچیس پھاٹک تھے جن سے سڑکیں نکل کے بخط مستقیم اُن
کے مقابل و محاذی پھاٹکوں تک چلی گئی تھیں - اور چونکہ ان سڑکوں کے تقاطع سے شہر کے اندر
برابر کے مربع قطعات پیدا ہو گئے تھے لہٰذا یوں سمجھنا چاہیے کہ شہر کے اندر [illegible] جدا جدا
کوارٹر اور حلقے بن گئے تھے - شہرپناہ کے اوپر برابر کی مسافت سے نہایت ہی خوش نمائی و
تناسب کے ساتھ ۲۵۰ عالی شان برج بنائے گئے تھے جن میں رات بھر پہرے والے [illegible]
اور شہرپناہ پر فوج گشت لگاتی رہتی -

دونوں ناکے جہاں سے دریائے فرات شہر میں داخل ہوا اور نکلا تھا وہ بھی [illegible]
بھاری زبردست پھاٹکوں سے محفوظ کیے گئے تھے - یہ پھاٹک جو دریا کی تہ میں بیٹھے
ہوئے تھے یعنی جب کھولے جاتے تو ٹوٹ سکتے اور [illegible] کنارہ ان پر [illegible] -
اور جب راستہ روکنے کے لیے چھپائے جاتے تو سارے دریا کے پاٹ کو بالکل [illegible]
سے روک دیتے - دریا کے کنارے کنارے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بلند
اور مضبوط پشتے بنائے گئے تھے اور جہاں دریا سڑکوں کو قطع کرتا وہاں سڑکوں کا سلسلہ قائم
رکھنے کے لیے پل بنا دیے گئے تھے - اور کہتے ہیں کہ ایک راستہ دریا کے نیچے سے بھی کھود
کے اُس پار نکال دیا گیا تھا - یہ ظاہر ہے کہ اتنی بڑی اور ایسی حیرت انگیز شہرپناہ اور ان
پھاٹکوں کا بنانا کوئی معمولی کام نہ تھا - اور باوجود اتنی ترقی علم و فن کے آج بھی دنیا کوئی ایسا
شہر نہیں تعمیر کر سکی ہے - اگرچہ لندن والے اپنے شہر کو اس عہد کا بابل کہتے ہیں - مگر بابل
کے جو حالات تاریخ کے صفحات پر نظر آتے ہیں - اُن سے لندن کو بھی کوئی نسبت نہیں ہے
شہر کے عین وسط میں بعل کا مندر تھا - جس کا مربع رقبہ ۳۲ ایکڑ زمین پر حاوی تھا - اس
کے بیچ میں ایک برج تھا اور چونکہ ستارہ پرستی ان لوگوں کا اصلی مذہب تھا لہٰذا یہ برج
زمین سے اوپر سات منزلہ [illegible] ساتوں ستاروں کے سات [illegible]

اور ہر ستارے کا رنگ بھی الگ الگ معین کر دیا گیا تھا۔ سنہرا رنگ سورج کا تھا۔ زرد پیلا چاند کا۔ نیلگون مشتری کا۔ سیاہ زحل کا۔ نارنجی عطارد کا۔ زرد زہرہ کا۔ اور سرخ مریخ کا۔ سب سے پہلا طبقہ جو زمین سے قریب تر تھا زحل کا دربار قرار دیا گیا تھا جس میں ہر در و دیوار پر کالا رنگ پھیرا تھا۔ اور زحل کے تمام علامات و شعار یہاں لا کے جمع کیے گئے تھے۔ اس کے اوپر والے طبقہ میں عطارد کا دربار تھا جہاں ہر طرف نارنجی رنگ تھا۔ اس کے اوپر مریخ کا دربار تھا جس میں ہر چیز سرخ تھی۔ اس کے اوپر سورج کا دربار تھا جس کے در و دیوار پر سونا پھیرا تھا۔ اس کے اوپر زہرہ کا دربار تھا جہاں ہر چیز زرد اور بسنتی تھی۔ اس کے اوپر مشتری کا دربار تھا جہاں در و دیوار اور ہر چیز نیلگون تھی اور سب کے اوپر چاند کا دربار تھا جہاں کے در و دیوار نقرہ تھے۔ اور چونکہ مختلف رنگ ان برجوں پر باہر کی طرف بھی پھیرے ہوئے تھے لہذا ان پر لطف رنگ آمیزیوں سے ان برجوں میں قوس قزح کی سی خوشنمائی پیدا کر دی گئی تھی۔

اسی طرح کا ایک بہت بڑا عظیم الشان مندر بیچوں بیچ میں بھی تھا جو سب سے بڑا اور سب سے زیادہ لمبا چوڑا تھا۔ اس عالی شان مندر کی نسبت سمجھا جاتا ہے کہ دنیا میں آج تک اس سے اونچی کوئی عمارت نہیں تعمیر ہو سکی۔ مصر کے اہرام میں سے جو ہرم سب سے زیادہ بلند ہے یہ برج اس سے بھی اونچا تھا۔ یہی وہ برج ہے جو "برج بابل" یا "تل نمرود" کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں ویسے ہی طبقہ ویسے ہی ستاروں کے نام کے دربار اور ویسے ہی رنگ تھے جیسے کہ چاروں کونوں کے چاروں معبدوں میں بنائے گئے۔ فرق اتنا تھا کہ یہاں کی ہر چیز بہت بڑے پیمانے پر تھی۔

یونانی مورخ ہیرودوطس نے اس برج کا نقشہ دکھانے کی کوشش کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ عمارت تقریباً ۶۰۰ فٹ بلند تھی جس میں ایک دوسرے سے ملحق اور اسی کے اوپر لگاتار سات برج بنتے چلے گئے تھے۔ ہر برج کی بلندی ۷۵ فٹ کی تھی۔ دوسرا برج جو اس کے اوپر تھا وہ اس سے ۷۵ فٹ بلند تھا۔ اسی طرح ساتوں برج ایک دوسرے سے ۷۵ فٹ بلند ہوتے ہوتے ۵۲۵ فٹ کی بلندی کو پہونچ گئے تھے۔ پھر اس کی چوٹی پر بعل کا مندر تھا۔ جہاں ایک ۴۰ فٹ کی لمبی خالص سونے کی ٹھوس مورت قائم تھی۔ اس کے پاس سونے کی ایک میز اور کشتی اتنی بڑی تھی کہ اس کی قیمت کا اندازہ [illegible]

پونڈ کا کیا جاتا ہے۔ اِس بالائی معبد مین دو قربان گاہین تھین جن مین سے ایک سونے کی تھی اور اُس مین خاص پرستش کے دنون اور عیدون کے موقع پر سونا جو دو ہو بان منگایا جاتا تھا

اس کے علاوہ بھی رامیس نے اور بہت سے قصر و ایوان تعمیر کرائے۔ اور سب سے زیادہ کمال یہ کیا کہ شہر کے متصل ایسے عمدہ اور پختہ تالاب بنوائے اور دریا سے کاٹ کے ایسی نہرین نکالین جن سے ایک طرف تو ملک کی زراعت کو بے انتہا ترقی ہوئی۔ اور دوسری طرف شہر والون کو دریا کی طغیانی سے بالکل اطمینان ہو گیا۔ دجلہ و فرات مین سیلاب آتا اور ادھر اُن تالابون اور نہرون مین پانی کے بٹ جانے کی وجہ سے طغیانی کا سارا زور دب جاتا۔ خاص دار السلطنت کے علاوہ اپنی قلمرو مین بھی اس نے بہت سے بڑے بڑے کام کیے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر دشواری اُس کی ہمت اور حوصلے کے آگے آسان تھی۔ کہین پہاڑون کو کاٹ کے میدان کر دیا۔ کہین نہرین جاری کین۔ اور کہین بڑے بڑے محل تعمیر کرائے۔

لیکن ان عمارتون اور بڑے بڑے کامون کو دیکھ کے حیرت معلوم ہوتی ہے کہ سمی رامیس کو کیونکر فرصت مل گئی کہ اُس نے میڈیا والون۔ فارسیون۔ لیبیا والون۔ اہل حبشہ اور ملک مصر پہ چڑھائیان کین۔ جن مین وہ لاکھون خلقت کو اپنے ہمراہ رکاب لے کے گئی اور کامیاب و بامراد و غانم و سالم واپس آئی۔ آخر مین اُس نے ہندوستان کی عظمت و ثروت اور یہان کی دولت و حشمت کا شہرہ سُنا۔ اور فوج لے کے آمادہ ہو گئی کہ اِس ملک کو بھی فتح کر کے اپنی قلمرو مین شامل کر لے۔ اور یہی مہم اُس کے زوال کا باعث ہوئی۔ ع

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند۔

جب زبردست لشکر لے کے وہ ہندوستان کی مہم پر روانہ ہو چکی تو ہمراہی سرداران فوج نے عرض کیا کہ "ہندوستان کے راجاؤن کے پاس بڑے بڑے ہاتھی ہین۔ جو دم بھر مین ہزارون آدمیون کو پامال کر ڈالتے ہین۔ اور جو لوگ ان کی پیٹھ پر سے تیراندازی کرتے ہین اُن تک کسی کی رسائی نہین ہو سکتی۔ حضور وہان چلتی تو ہین مگر ان ہاتھیون سے بچنے کی کون تدبیر سوچی ہے؟" سمی رامیس نے اس آفت سے بچنے کے لیے یہ تدبیر کی کہ تین ہزار کالے بیلون کو ذبح کر کے اُن کی کھالین کھچوائین۔ اور اُن کھالون کو جوڑ جوڑ کے بہت سے ہاتھیون کی صورت کے خول بنوائے اور اونٹون کو پہنائے۔ اِس طریقے سے وہ اونٹون کو ہاتھی بنا کے میدان مین لائی۔ اور خوش تھی

مصنوعی ہاتھیوں کو دیکھ کے ڈر جائیں گے اور سمجھیں گے کہ اُن کے زبردست حریف کے لشکر میں کئی بڑے بڑے ہاتھی موجود ہیں۔

لڑائی کے شروع ہوتے ہی ہندوستان کے راجہ نے اپنے اصلی ہاتھیوں کے دل بادل کو لے کے حملہ کیا۔ اور ادھر سے سمی رامیس اپنے مصنوعی ہاتھیوں اور بہادر سواروں کو لے کے بڑھی۔ جب دونوں لشکر مل گئے اور جنگ مغلوبہ ہونے لگی تو سمی رامیس کی فوج نے اصلی ہاتھیوں کے نیچے کچل جانے اور روندے جانے کے بدلے بھاگنے سے ہندو راجہ کو اشوریا والوں کے ہاتھیوں کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ اور سمی رامیس کا سارا فریب کھل گیا۔ اس راز کے فاش ہوتے ہی راجہ نے اپنے ہاتھی ریل دیے۔ جنھوں نے اشوریا والوں کے مصنوعی ہاتھیوں کو دم بھر میں کچل کے رکھ دیا اور سارے اونٹ جو ہاتھیوں کے غلاف میں تھے بلبلاتے ہوئے بھاگے۔ اُن کا بھاگنا تھا کہ اہل بابل کو شکست ہو گئی۔ ہاتھیوں سے ڈر ڈر کے بدحواس بھاگے۔ بیچاری ملکہ سمی رامیس نبرد آزمائی کے لیے بڑھی۔ اور میدان جنگ میں آگے بڑھ کے بڑی بہادری سے لڑی۔ مگر اس کو کیا کرتی کہ تقدیر برسر خلاف تھی۔ آخر اُسے بھی سر سے پاؤں تک بہت سے زخموں سے چور ہو کے اور کئی کاری زخم کھا کے میدان چھوڑنا پڑا۔ بابلی لشکر کا زیادہ حصہ قتل ہوا بہت سے بھاگتے میں مارے گئے۔ اور سارا لشکر تباہ و برباد ہو گیا۔ سمی رامیس کا گھوڑا چونکہ بہت ہی تیز دم تھا اندازہ ہوا تیز پائی کی بدولت جان بچا کے اُس بازار مرگ سے نکل آئی۔ اور بازی ہار کے ناکام و نامراد اپنے دار السلطنت بابل میں پہونچی۔ مگر دل شکستہ اور ملول و حزین۔ کیونکہ شکست و نامرادی سے اُسے اپنی زندگی میں یہی پہلا سابقہ پڑا تھا۔ دوسری طرف زخموں نے بھی بے تاب کر رکھا تھا۔ ان سب باتوں کا ایسا اثر ہوا کہ گھر پہونچتے ہی دنیا ترک کر کے گوشہ نشین ہو گئی۔

بابل کی اکثر باتیں مشتبہ ہیں منجملہ اُن کے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کے مذہب میں نفس کشی، ریاضت اور جسم کو آزار پہونچانے کا بہت رواج تھا۔ بت خانہ کے متعلق ایک بڑا بھاری خفیہ تہ خانہ تھا۔ جس کی ویسی ہی حالت تھی جیسی کہ قرون وسطیٰ میں ننوں کی خانقاہوں کی تھی۔ یعنی اُس کے راز نہ کھلنے پاتے۔ اور جہاں بہت سی عورتیں تارک الدنیا ہو کے اُس میں سکونت اختیار کرتیں وہاں اُن میں بہت سی ایسی عورتیں [illegible]

بھی بھیج دی جاتین جن کو سزا دینا یا آزار پہونچانا منظور ہوتا۔ بت خانہ کے پوجاری [illegible] وہان ساری دنیا کی نظر سے چھپا کے اُس بیکس پر طرح طرح کے مظالم کرتے۔ سمی رامیس بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسی تہ خانہ مین چلی گئی جس مین بہت ہی کم لوگ جا کے واپس آیا کرتے تھے۔ اس تہ خانہ کی بانی بھی سمی رامیس ہی تھی۔ جس نے بہتون کو سزا دہی کے طریقہ سے اس تہ خانہ مین بھیج کے دنیا سے ناپیدا کر دیا تھا اور آخر خود بھی آپ ہی اُس مین چلی گئی۔

اس کے بعد عنان حکومت اُس کے بیٹے نی نیاس کے ہاتھ مین آئی جس کے دل مین مان کی طرف سے بغض بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ تخت پر قدم رکھتے ہی اُس نے کاہنوں اور مقتداؤں سے سازش کر کے سمی رامیس کو قتل کرا ڈالا لیکن اُس پر اُس مخفی مقام مین چاہے جتنا بڑا ظلم ہوا ہو اور جس طرح قتل کی گئی ہو مگر اشوریا والون کے دلون پر اُس کی عظمت کا جو سکہ جما ہوا تھا اُس نے غیبت کے ساتھ ہی اُسے اپنی قوم مین دیوی اور مظہر ذات الٰہی تسلیم کرا دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بھی تناسخ کے قائل تھے۔ چنانچہ مقتداؤں نے دنیا بھر کے لوگون کو باور کرا دیا کہ سمی رامیس نے انسانی جسم چھوڑنے کے بعد اپنے حسن و جمال کی رعایت سے ایک کبوتری کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اسی بنا پر اُس کے نام سے خوبصورت کبوتری کی مورت بنا کے بُت خانون مین رکھی گئی۔ در و دیوار پر بھی اُسی کبوتری کی تصویرین بنائی گئین اور دھڑلے سے اُس کی پرستش کی جانے لگی۔

کہا جاتا ہے کہ جوپیٹر آمون نے جس کا بڑا مندر بلندی مصر مین تھا ایک فال کے ذریعہ سے یہ پیشین گوئی کر دی تھی کہ سمی رامیس کو جب ناکامی ہوگی اُس وقت وہ دنیا سے غائب ہو جائیگی اور وہی ہوا۔

مورخین کا بیان ہے کہ وہ ۶۲ سال کی ہو کے مری۔ اور ۴۲ سال تک تخت شہنشاہی پر جلوہ افروز ہو کے حکمرانی کرتی رہی۔ یعنی جب تاج شاہی سر پر رکھا ہے اُس وقت اُس کی عمر بیس برس کی تھی۔ جو نہایت جوانی کا وقت تھا۔ اور اس کی نوعمری کی بیوگی نے اگر اس مین بعض قسم کی بے اعتدالیان پیدا کر دی ہون تو کیا تعجب ہے؟

ارمن کا شہر وان ارٹیون مین سمی رامیس کا شہر کہلاتا ہے۔ جہان بعض پتھرون مین ایسے کتبے برآمد ہوئے ہین جن مین سمی رامیس کے حالات لکھے ہوئے ہین۔

پہلی صدی کا ایک مرتد

جس وقت دحیۂ کلبی حضرت سرورِ کائنات کا نامۂ تبلیغ لے کے قیصرِ روم ہرقل کے دربار مین پہونچے ہین اور اُس نے عرب مسلم عربون کو بلوا کے جن کے سرگروہ ابوسفیان تھے آنحضرت کے اور مسلمانون کے حالات پوچھے ہین تو منجملہ اور سوالون کے اُس کا ایک سوال یہ بھی تھا کہ جب لوگ اس شخص (رسول اللہ صلعم) پر ایمان لے آتے ہین تو کبھی کوئی اُن کے دین سے پھر کے مرتد بھی ہوا ہے یا نہین؟ اس کا جواب ابوسفیان باوجودیکہ دین اسلام کی مخالفت کر رہا تھا یہی دے سکے کہ کوئی نہین۔ لیکن آج کل اس کے خلاف ہم یہ دیکھتے ہین کہ معمولی مسلمان دین عیسوی کو اختیار کر لیتے ہین۔ اس کے اسباب پر غور کرنا علمائے دین اور مقتدایانِ امت محمدیہ کا کام ہے۔ ہمین اس موقع پر یہ دکھانا ہے کہ پہلی صدی ہجری مین بھی کئی مسلمان عیسائی ہو گئے تھے۔ لیکن اُن کی حالت مین اور ان لوگون کی حالت مین جو آج کل مرتد ہو جاتے ہین بڑا فرق ہے۔

اسلام مین کسی مسلمان کے عیسائی ہونے کا سب سے پہلا واقعہ تو بادشاہ بنی غسان جبلہ بن ایہم غسانی کا ہے۔ بنی غسان کا ملک عرب کے شمال مین ارض یہود و شام سے ملا ہوا تھا اور بعثت نبوی سے بہت پہلے بنی غسان اور اُن کے تاجدار دولت روم سے مغلوب ہو کے عیسائی ہو چکے تھے۔ نیر اسلام کے طلوع ہونے کے بعد تمام بنی غسان اور اُن کے فرمان روا و حاکم نے دین اسلام قبول کیا۔ مگر حضرت عمر کے زمانے مین اتفاقاً اُن کا بادشاہ جبلہ ابن ایہم آستانِ نبوی و دارالخلافت یعنی مدینہ مین آیا جس کا استقبال اہل مدینہ نے بڑے جوش و خروش سے کیا۔ کیونکہ غسانی فرمان رواؤن کی عظمت کے صد ہا قصے جاہلیت ہی مین اہل عرب مین مشہور تھے اور شاہانہ شوکت و جبروت کا یہ عالم تھا کہ اُن کی نظرون کے سامنے تھا وہ شاہان آل غسان ہی کا تھا۔ لہٰذا حضرت عمر نے بھی اُس کے استقبال مین کسی قسم کی کمی نہین کی۔ مگر بدنصیبی سے کسی غریب صحابی کا ہاتھ نادانستگی سے کچھ اس طرح جبلہ پر پڑ گیا کہ اُس کی ازار (تہمت) کھل کے گر پڑی۔ جبلہ کے دل سے شاہی نخوت کی بو تو ابھی گئی نہ تھی بے اختیار اُن صحابی کے تھپڑ مار بیٹھا۔ حضرت عمر نے اس پر برہم ہو کے قصاص کا حکم دیا۔ کہ وہ صحابی بھی جبلہ کے تھپڑ مار لین۔ اس سبکی و توہین کو جبلہ برداشت نہ کر سکا اور تعمیل قصاص کے لیے رات بھر کی

اجازت مانگی - مگر صبح ہونے سے پہلے ہی بھاگ کے اپنے وطن ارض بلقا میں پہونچا - اور جب دیکھا کہ یہان بھی دُرہ عمری سے پناہ نہین مل سکتی تو اپنے ہم قومون کے ایک بڑے گروہ کے ساتھ بھاگ کے قلمرو روم مین گیا - اور آخر قسطنطنیہ مین جا کے مع تمام ہمراہیون کے پھر عیسائی ہو گیا - اور اُسی مذہب پر وہان مرا - مگر زندگی بھر یہ حالت رہی کہ اپنے کیے پر پچھتاتا تھا - اور وطن کی صحبتون اور عربون کی انجمنون کو یاد کر کر کے رویا کرتا تھا -

لیکن اِس سے بھی زیادہ دلچسپ واقعہ ایک اور مرتد کا ہے جو خاص حجازی الاصل عرب تھا - اور بنی مخزوم مین سے جس قبیلہ کی ایک یادگار حضرت خالد بن ولید بھی تھے -

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از شام ز خاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبی ست

عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت مین اسی زمانہ کے ایک معزز شخص سمٰعیل بن عبدالحلیم کا بیان ہے کہ مین ایک دن خلیفۂ مذکور کے دیندارانہ دربار مین حاضر تھا کہ خلافت کا ایک سفیر جو مسلمان اسیرون کو رومیون کے ہاتھ سے چھڑانے کے لیے بھیجا گیا تھا فرائض سفارت پورے کر کے واپس آیا - اثنائے کلام مین اُس نے ایک یہ واقعہ بھی بیان کیا کہ ! ———

ایک دن مین قسطنطنیہ کی سیر کے لیے گھر سے نکلا اور گلی کوچون مین اپنے خچر پر سوار پھر رہا تھا کہ ناگہان میرے کان مین آواز آئی کہ جیسے کوئی فصیح و بلیغ عربی لہجہ مین نہایت ہی سوز و گداز کے ساتھ عجب دردبھری دلکش دُھن مین تین شعر گا رہا ہے - جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اپنے وطن گھر بار اور صحبت احباب کو بڑی حسرت کے ساتھ یاد کرتا ہے - اُس کے اُن شعرون اُس کے نغمہ کی دلکش دُھن - اور اُس کے دل کو پاش پاش کر دینے والے الفاظ نے میرے دل پر جادو کا اثر کیا - بے اختیار اُس کی طرف لپکا - اور آخر جاتے جاتے معلوم ہوا کہ ایک بلند کھڑکی سے آواز آ رہی ہے - خوش قسمتی سے اُس کھڑکی تک پہونچنے کے لیے زینہ بھی بنے ہوئے تھے - مین فوراً خچر سے اُتر پڑا - اُس کی لگام کسی چیز مین اٹکا دی - اور زینہ پر چڑھ کے جھانکا تو نظر آیا کہ ایک شخص چت لیٹا ہوا ہے - ایک پاؤن دوسرے پر رکھے ہوئے ہے - اور لیٹے ہی لیٹے تین عربی شعرون کو گاتا ہے - جب گا چکتا ہے تو پھوٹ پھوٹ کے رونے لگتا ہے اور تھوڑی دیر رو لینے کے بعد پھر انھین شعرون کو شروع کر دیتا ہے - اب مجھ مین صبر کی تاب نہ تھی بے اختیار کہا "السلام علیکم" میری آواز سنتے ہی وہ سنبھل کے اُٹھ بیٹھا اور کہا "وعلیکم السلام" مین نے کہا "لے اب

آؤ، یہ پھینک ڈالو۔ اور خوش ہو۔ کیونکہ تمھاری اسیری کا زمانہ ختم ہوا۔ مین امیر المومنین عمر بن عبد العزیز کا فرستادہ ہون۔ اور اس لیے آیا ہون کہ جتنے مسلمان قیدی اس سرکش بادشاہ کے پنجہ مین پھنسے ہوئے ہین انھین فدیہ (تاوان) ادا کر کے آزاد کراؤن۔" اس کا وہ ہنوز جواب نہین دینے پایا تھا کہ مین نے کہا "اچھا یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

بولا "مجھے کیا پوچھتے ہو؟ مین واثقی کے نام سے مشہور رہون۔ اتفاقاً ان نصرانیون کے ہاتھ مین اسیر ہو گیا۔ انھون نے پکڑ کے مجھ پر اتنے ظلم کیے کہ مجبوراً ان کا دین قبول کر لیا۔"

مین نے کہا "تو یوسن رہو۔ واللہ مین سب سے پہلے تمھارے آزاد کرانے کی تدبیر کرونگا۔ اور یہی امیر المومنین بھی کرینگے۔ یہ تم بتاؤ کہ تم دل سے کافر ہو گئے ہو؟"

بولا۔ "مین تو خدا کی قسم کافر ہو گیا۔"

مین نے کہا "اچھا تو مین تمھین قسم دلاتا ہون کہ پھر مسلمان ہو جاؤ۔"

بولا "مین پھر مسلمان ہو جاؤن اور ان دونون بچون کا کیا حشر ہوگا جو یہان موجود ہین؟ کیا کہون مین نے تو ایک نصرانیہ عورت سے نکاح کر لیا ہے اور اس کے بطن سے دو بچے پیدا ہو چکے ہین۔ علاوہ برین اس بات کا بھی خیال آتا ہے کہ اب جو مسلمان ہو کے مدینہ مین جاؤن گا تو چارون طرف سے انگلیان اٹھین گی کہ وہ نصرانی آتا ہے۔ اور یہی سلوک ان بچون اور ان کی مان کے ساتھ ہوگا۔ بھئی مجھ سے تو یہ ادا نہ ہو سکے گا۔"

مین نے کہا "تم نے قرآن بھی پڑھا ہوگا۔ اب بھی اس کی کوئی سورت یاد ہے؟"

بولا "ہان پڑھا ہے اور جب تک مسلمان تھا برابر تلاوت کیا کرتا تھا مگر اب تو سب بھول گیا۔ صرف ایک یہ آیت یاد رہ گئی ہے۔ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِینَ کَفَرُوا لَوْ کَانُوا مُسْلِمِینَ ـــ (ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ کافرون کو تمنا ہوتی ہے کاش ہم مسلمان ہوتے)

یہ جواب سن کے مین نے پھر اسے اسلام کا شوق دلایا اور اطمینان دلایا کہ تمھین کوئی کچھ نہ کہے گا۔

بولا "مگر یہ صلیب کی پرستش کرنے شراب پینے اور سور کھانے کے دھبے جو لگ چکے ہین کیسے چھوٹین گے؟"

مین نے کہا "بھلا یہ تمھارے کہنے کی بات ہے؟ کیا تمھین اس کا خیال نہین۔ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ (مگر وہ جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کی برکت سے مطمئن ہو) مگر

مگر میرے اس کہنے کا اُس پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ میں سمجھاتا تھا اور وہ بار بار یہی کہے جاتا تھا کہ "اس پرستش صلیب میخوارگی اور سور کھانے کے وہ مزے کیونکر مٹیں گے؟" آخر میں ناامید ہو کر واپس چلا آیا۔

یہ حالات سنتے ہی عمر بن عبدالعزیز نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور کہا "یا الٰہی! اتنی مہلت دے کہ مجھے مرنے سے پہلے اِس شخص پر قابو مل جائے۔" اسمٰعیل بن عبدالحکیم کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے ایسی رقت قلب سے دعا مانگی تھی کہ مجھے کبھی بھولنے کی نہ آتی۔ اور ہمیشہ یہ خیال رہا کہ کبھی نہ کبھی یہ مرتد شخص اُس کے پنجے میں ضرور آ جائے گا۔

غالباً اس واقعہ سے پہلے ایک بصری شخص بھی اس واپسی سے ملا تھا وہ کہتا ہے۔ میں کسی ضرورت سے قلمرو روم میں سفر کر رہا تھا اتفاقاً دوپہر کو ایک قلعہ کے نیچے ٹھہرا ہوا تھا۔ ناگہاں میرے کان میں آواز آئی کہ جیسے کوئی شخص عربی کے چند شعر گا رہا ہے (اور یہ بھی وہی شعر تھے جو عمر بن عبدالعزیز کے سفیر مذکور نے بتائے تھے) وہ دلکش نغمہ دار الکفرستان میں سن کے میں چونکا ہوا اور پکار کے کہا "یہ کون گا رہا ہے؟" فوراً ایک خوش رو اور توانا و تندرست آدمی فصیل کے اوپر نمودار ہوا۔ اور بولا "میں۔" میں نے کہا "آخر تم کون ہو؟ اور اپنی کچھ سرگذشت تو بیان کرو؟"

بولا "میں غازیان عرب میں سے ایک شخص ہوں۔ جہاں تم کھڑے ہو کبھی یہیں آ کے میں بھی ٹھہرا تھا۔ ناگہاں اوپر ایک ایسی ملائک فریب اور پری تمثال نازنین نمودار ہوئی کہ دیکھتے ہی

ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ　　صبر رخصت ہوا ایک آہ کے ساتھ

آخر دل کو سنبھال کے میں نے اظہار شوق کیا۔ اور وہ کمال بیباکی و شوخی سے بولی "منظور ہے، بشرطیکہ میرا دین قبول کرو۔" میں اُس کے حسن و جمال کا ایسا شیدا ہو چکا تھا کہ شیطان نے دل پر غلبہ کیا اور بے اختیار میرے منہ سے نکلا

ہم عشق کے بندے ہیں مذہب سے نہیں واقف　　گر کعبہ ہوا تو کیا؟ بت خانہ ہوا تو کیا؟

بلا تامل اُس کے مذہب میں داخل ہو گیا۔ اور وہ اپنے وعدے کے موافق میری بی بی بن گئی۔ بس اُس وقت سے میری یہ حالت ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔"

میں نے پوچھا "قرآن کچھ اب بھی یاد ہے؟"

بولا "بس اتنا ہی کہ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِینَ کَفَرُوا لَوْ کَانُوا مُسْلِمِینَ۔ یہی آیت جس کا ترجمہ ابھی

بتایا جا چکا ہے۔
تو نے کہا اگر تم ... ہو تو ہماری طرف سے زر تاوان ادا کر کے تمھین عیسائیون کے ہاتھ سے چھڑا لین۔
... لے رہ کے پھر ... تک سر جھکا کے سوچتا رہا پھر بولا خواہ مخواہ کیون جھگڑے مین پڑتے ہو بہتر ہے اپنی راہ لو بس خدا حافظ۔ یہ کہہ کے وہ غائب ہو گیا۔
اصلی واقعہ یہ ہے کہ یہ واقصی پہلی صدی ہجری کا ایک مشہور مغنی تھا جو خاص مدینہ کا رہنے والا تھا۔ اور اس نے گانے بجانے مین ایک حد تک مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ مے پرستی کی بھی لت تھی جس نے نوبت چلی گئی تھی۔ ایمان یقینا یہ اس قسم کے گناہون سے زیادہ تعرض نہ کرتے تھے مگر جب حضرت عمر بن عبد العزیز مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے ... اس نے واقصی کو مے کشی کے جرم مین گرفتار کر کے دُرّے لگوا دیے ... اس نے مدینہ سے بھاگ کے ارض روم کی راہ لی۔ اور عیسائیون کی قلمرو مین جا کے مقیم ہوا۔ ممکن ہے کہ یہ دمشق سے مجاہدین صائفہ (موسم گرما کی لڑائی) کے ساتھ روانہ ہوا ہو مگر روانگی کا محرک شوق جہاد نہیں بلکہ صرف اسلامی تہذیب و تادیب سے بچنا تھا۔ اور یہ بھی بعید نہین کہ وہان پہونچ کے اظہار ارتداد کا ذریعہ اس عورت پر فریفتہ ہونا ہوا ہو۔ ورنہ اصل مین یہ پہلے ہی دین اسلام سے علحدہ ہونے پر آمادہ ہو چکا تھا۔ اس کا بھائی مدینہ مین مدتون تک زندہ رہا جو سالہا اس کی بے دینی پر افسوس کرتا ہوگا۔
اس مرتد کی اور نیز جبلہ بن ایہم ملک غسان کی حالت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونون عیسائی ہو جانے پر مرتے دم تک نادم و پشیمان رہے ... دیکھا یا کرتے تھے ... واقصی تو یہ بھی انا تھا کہ مین کافر ہون خدا کو بھولا ہوا ہون ... شیطان کے پھندے مین اسیر ہون مگر ... اور جوش عشق نے بے بس کر دیا ہے۔ ایسے شخص کی نسبت حضرات شیعہ تو بلا تامل کہہ دین گے کہ وہ مومن تھا اور تقیہ کا پابند تھا جس سے اس کی ایمانداری

ف۵ ملک روم مین ... شدت سے سردی پڑتی ہے کہ جاڑے مین لشکر کشی دشوار تھی لہذا معمول ہو گیا تھا کہ ہر سال گرمیون کا موسم شروع ہوتے ہی جہاد شروع کیا جاتا اور وہ صائفہ کے نام سے یاد کیا جاتا۔ بنی عباس کے زمانہ مین صائفہ کا ایک فیشن سا ہو گیا تھا جس مین حصول ثواب کے لیے اکثر علماء اور امراء عوام بھی شریک ہو جایا کرتے اگرچہ اُن کا ماحصل اب سوا سرحدی چھین جھپٹ کے کچھ نہین باقی رہا تھا

حرف نہیں آسکتا۔ مگر اہل سنت کے اصول کے مطابق بھی چونکہ اپنے کفر کو اس نے تسلیم کر لیا لہٰذا سوا فاسق و فاجر کے کوئی مشکل سے اسے کافر کہہ سکے گا۔ بہرحال گو مرتد تھا مگر دل سے مسلمان تھا۔ اور کوئی چیز اس کی ایمان داری اور توحید کو ایسا نہ بدل سکی کہ صلیب پرستی یا کشتی وغیرہ کو بے دینی تصور کرتا۔

بخلاف اس کے ضعف ایمانی کی اس سے بڑھ کے کون دلیل ہوئی کہ آج کل جو مسلمان عیسائیوں کے پھندے میں پھنس کے عیسائی بنتے ہیں ان میں بعض حقیقتاً اسلام سے متنفر بلکہ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ حضرات مقتدایان دین اس تفرقہ کو مٹانا چاہیے اور مسلمانوں کو پھر ایسا بنا دیجیے کہ ان میں سے کوئی کافر بھی ہو جائے تو اپنے آپ کو کافر ہی سمجھے۔

بے تعصبی

بے تعصبی خدا کی رحمت ہے۔ اور تعصب غضب الٰہی۔ بے تعصبی ایک نور ہے جو اپنی روشنی کرنوں سے سارے عالم کو منور کر دیتا ہے۔ اور تعصب بھڑکتی ہوئی آگ ہے جو عالی شان و سر بفلک محلوں اور راج الوں بلکہ بڑے بڑے شہروں اور آبادیوں کو دم بھر میں جلا کے خاک کر دیتی ہے۔ اگلی تاریخ بتا رہی ہے کہ دنیا میں جتنے بڑے بڑے فساد اور ہنگامے ہوئے ہیں سب اسی ظالم تعصب کی بدولت ہوئے۔ اسی نے بابل کی عمارتوں کو خاک کا ڈھیر بنا دیا۔ اسی نے دولت فراعنہ کی زبردست عمارت منہدم کی۔ اسی نے بیت المقدس کو بابلیوں اور رومیوں کے ہاتھوں سے اجڑوایا۔ اور اسی نے بغداد میں تاتاریوں کی تیغ خون آشام سے لاکھوں آدمیوں کو قتل کرایا۔ اسی نے بڑی بڑی قوموں کو ابھار کے کفر کیا جنھوں نے تعصب کے جوش میں ماسبق تمدن و تہذیب کو دم بھر میں مٹا کے رکھ دیا۔ یہی تعصب تھا جو برابر صدیوں تک دور دراز ممالک کے لوگوں کو کھینچ کھینچ کے بیت المقدس کی دیواروں کے نیچے لاتا اور قتل کراتا رہا۔ اور یہی تھا جس کی تعلیم سے پیروان مسیح نے لاکھوں یہودیوں کو لوٹا مارا اور قتل کیا۔ مختصر یہ کہ اگلی جتنی نامی گرامی قومیں اور جتنی دنیا کو بارونق بنانے والی تہذیبیں تباہ و برباد ہوئی ہیں سب اسی تعصب کے ہاتھوں تباہ ہوئیں۔

موجودہ تہذیب نے عالم اخلاق میں اگر کوئی فتح حاصل کی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ تعصب کو اگر مٹا نہ سکی تو اس میں ایک حد تک اعتدال ضرور پیدا کر دیا۔ یہ ہم نہیں کہتے کہ

یورپ کی موجودہ قوموں میں تعصب نہیں رہا ہے اور ضرور ہے۔ لیکن اتنے اعتدال کے ساتھ ہر قوم اپنے اغراض و مقاصد پر تو بیدار مغزی کے ساتھ نظر رکھتی ہے مگر یہ نہیں ہوتا کہ جوش میں آ کے دوسری قوم کے پامال کر ڈالنے کے لیے اُٹھ کھڑی ہو۔ گو دولت عثمانیہ اور ایران کی سلطنتیں یورپ کی نگاہ میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہیں مگر اس کی نوبت نہیں آتی کہ زبردست یورپ یک بیک اُن کے پیس ڈالنے اور پامال کر دینے کے درپے ہو جائے۔

مگر افسوس کہ ہم ہندوستانیوں کے دل ابھی تک اُسی پُرانے جوش تعصب سے لبریز ہیں۔ اور واقعی ہمارے جذبات و خیالات ایسے ہیں کہ اگر برٹش گورنمنٹ روک تھام نہ کرتی رہے تو ہم موقع پاتے ہی اپنے دشمنوں اور مخالفوں کے پیس ڈالنے اور اُن کے تباہ و برباد کر دینے میں کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھیں۔ ہر سال محرم۔ بکرید اور مذہبی جوش کے دیگر مواقع پر ہم اپنے جوش و خروش اور اپنے متعصبانہ جذبات کا ثبوت دے دیا کرتے ہیں اور کسی کے سمجھانے سے بھی نہیں سمجھتے۔ مذہب خدا پرستی اور نجات اُخروی کے لیے ہے۔ مذہب اس لیے ہے کہ ہم اپنی زندگی کو مہذب۔ نیکوکار۔ اور بے آزار بنائیں۔

امروز چنان باش کہ فردا چو روی) خندان تو بروں روی و گریان ہمہ کس

مذہب کی یہ تعلیم ہرگز نہیں ہے کہ خدا پرستی کے جوش اور احقاق حق کے جذبے میں تم اپنی اور اپنے پڑوسیوں کی زندگی بے مزہ بنا لو۔ اور خدا کی مخلوق کو ستاؤ اور اُس کی دل آزاری کرو۔ مگر ہمارے یہاں لوگوں نے اسی کا نام مذہب اور حمایت دین سمجھ لیا ہے۔ اگر کوئی مشرک ہے۔ بت پرست ہے۔ بداخلاق و بدوضع ہے یا حد درجہ کا بُرا اور نالائق ہے تو اپنے لیے ہے۔ اُس کے ان عیوب اور اُس کی ان نالائقیوں سے نہ تمھاری خدا پرستی میں فرق آ سکتا ہے۔ نہ تمھاری نماز ٹوٹ سکتی ہے۔ نہ تمھارا روزہ خراب ہو سکتا ہے۔ اور نہ تمھاری نجات مشتبہ ہو سکتی ہے۔ پھر جھگڑے فساد سے کیا نتیجہ۔ خدا نے یہ ہرگز نہیں حکم دیا ہے کہ اپنی عقبیٰ سُدھارنے کے لیے تم اپنی اور دوسروں کی دنیا خراب کر ڈالو۔ مگر افسوس ہم نہیں سمجھتے تم اپنے دین کے چاہے کتنے ہی پابند ہو۔ اپنی مذہب سے چاہے جتنی ہی محبت رکھتے ہو۔ صرف اگر دوسروں سے صاف باطنی و خلوص سے ملو تو ساری دنیا میں بھی ہر دلعزیز ہو گے اور خدا کے ساتھ ساری مخلوق بھی تم سے خوش رہے گی۔ لیکن اگر بندگان خدا کو ستاؤ گے چاہے وہ کسی کیش و آئین کے ہوں تو مجھے یقین ہے کہ باوجود دینداری

پابندی مذہبی کے خدا تم سے خوش نہ ہوگا۔

دیگر مذاہب کا اصول تو یہ ہے کہ دینداری و دنیاداری مقابل و متضاد چیزین ہیں اور اُن کا شعار ہے کہ

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دون — این خیال است و محال است و جنون

گو صوفیہ اسلام نے بھی اکثر جوش وحدت سے بیتاب ہو کے یا دنیا پرستون کی خود سری سے تنگ آ کے بعض وقت ایسی تعلیمین دے دی ہین مگر اسلام مین تو دینداری کے ساتھ دنیاداری ہے۔ کیونکہ اسلام دنیا بنانے کو آیا ہے نہ بگاڑنے کو۔ پھر سمجھ مین نہین آتا کہ مسلمانون سے ایسی بے اعتدالی کے مجنونانہ جوش کیون ظاہر ہوتے ہین۔ اور اگر بعض جہلا سے ایسے حرکات سرزد ہو بھی جاتے ہین تو مقتدایان دین اُنھین روکتے کیون نہین؟ مگر شکایت محال ہے کہ علما تو پُرانے مذاق اور پُرانے رنگ مین رنگے ہونے کی وجہ سے معذور سمجھے جائینگے نئے تعلیم یافتہ لوگون کو کیا ہو گیا ہے کہ تعصب کی تمام خرابیان جانتے ہین اور پھر بھی دلون کو تعصب کے زنگ سے صاف نہین کرتے۔

بے تعصبی کا سب سے مکمل نمونہ ہندوستان ہی مین نہین بلکہ کہنا چاہئے کہ آج کل کی ساری مہذب دنیا مین ہز ہائنس آغا خان کی ذات ستودہ صفات ہے۔ پہلے یہ دیکھیے کہ وہ کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہین؟ وہ خوجون یعنی باطنیون کے مقتدا ہین جن کا بانی حسن بن صباح تھا۔ جس فرقہ کو اہل اسلام نے ملاحدہ کا ناپاک لقب دیا تھا جس کے تعصب کا یہ عالم تھا کہ اُس کے فدائی کپڑون مین خنجر چھپائے ہوئے پھرتے تھے کہ جس غیر مذہب والے کی نسبت اشارہ ہو اُسے موقع پا کے مار ڈالین جن کے ہاتھون سے ہزارون علما و فضلا سلاطین و امرا اور خدا جانے کیسے کیسے اور کس پایہ کے لوگ مارے گئے۔ آغا خان اُسی فرقہ کے مقتدا ہین اور کوئی معمولی پیشوا نہین اُن لوگون کے نزدیک امام صاحب الزمان بلکہ اس سے بھی بڑھ کے خدا کے اوتار اور مظہر ایزدی مانے جاتے ہین۔ دولت عزت اور شان و شوکت مین بھی اکثر والیان ملک سے بڑھے ہوئے ہین۔ لیکن باوجود ان سب باتون کے محض ایک بے تعصبی کی بدولت ہندوستان کے سارے مسلمانون مین ہر دلعزیز اور سب کے قومی لیڈر بنے ہوئے ہین۔ اور یہ حالت ہے کہ تمام مسلمان ادنی ہون یا اعلی۔ نئے تعلیم یافتہ ہون یا پُرانے بلا تامل اُن کی پیروی کرنے کو تیار ہین۔ اور بچہ بچہ اُن پر جان فدا کرنے کو حاضر

ہز ہائنس آغاخان اگرچہ مذکورۂ بالا خاص فرقے کے امام و پیشوا ہین مگر اُن کی فیاضیان تمام فرقون اور مذہبون کے ساتھ عام ہین۔ وہ مسلمانون کی قومی فلاح و بہبود سے تعلق رکھتے ہین جس چیز مین مسلمانون کا عام فائدہ ہو وہی چیز اُن کو عزیز ہے۔ اُن کا شعار ہے کہ ہر اک و سنتان سلطنت بادشاہان مدارا۔ علیگڈھ کالج سے شاید خوجون کی قوم نے آج تک کسی قسم کا فائدہ نہ اُٹھایا ہوگا مگر آغاخان کی نظر مین وہی مسلمانون کی ترقی کا مرکز اور اہل اسلام کی فلاح و بہبود کا ذریعہ ہے لہذا اُس کی مدد مین دوسرون سے پیچھے نہین اُٹھا رکھتے۔ دار العلوم ندوۃ العلما خاص اہل سنت کا مدرسہ ہے مگر آغاخان بھی اپنی بے تعصبی سے اُس کی مدد کرتے ہین۔

بہر حال آغاخان کی ذات مین ہمین بے تعصبی کا یہ اعلیٰ کمال نظر آتا ہے کہ وہ شخص جو ایک سخت اور متعصب ترین گروہ کا مقتدا تھا سارے مسلمانون کا پیشوا بن گیا۔ اور وہ لوگ بھی اُس پر جان فدا کرنے کو تیار ہوگئے جو اُس کے مذہب اور اُس کے عقائد کے بالکل خلاف ہین۔

پیشوایان دین اپنے ہم مذہبون اور پیرو ون مین تو سب ہی ہر دلعزیز ہوا کرتے ہین سب ہی کے ہاتھ پاؤن چومے جاتے ہین۔ اور سب ہی کے نامون پر درود بھیجا جاتا ہے۔ مگر اُسی محدود حلقہ مین جو ہم عقیدہ لوگون اور ہم مذہبون کا ہوتا ہے۔ لیکن یہ معجزہ آج تک شاید کوئی پیشوا نہ دکھا سکا ہوگا جو آغاخان کی وسیع الاخلاقی سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ایک گروہ کے مقتدا ہو گئے مذاہب کے لوگ جانین فدا کر رہے ہین اور جو ایک کا پیر ہے سب کا سرتاج ہے۔

یہ معجزہ صرف آغاخان کی بے تعصبی سے آشکار ہوا ہے۔ اگر وہ اپنے مذہب کی حمایت مین غیرون سے لڑتے۔ مناظرہ و مباحثہ کا دروازہ کھولتے۔ دوسرون کے عقائد کی تردید اور اُن کے بزرگون کو بُرا بھلا کہتے تو اپنے فرقے مین تو ویسے ہی رہتے جیسے کہ اب ہین۔ مگر دوسرے فرق اسلامیہ مین ہرگز یہ مقبولیت اور ہر دلعزیزی نہ حاصل کر سکتے۔ اُن کی بے تعصبی اس حد کو پہونچی ہوئی ہے کہ بعض دیگر فرقہ کے لوگ خوجون مین اُن کے خلاف وعظ کہتے۔ اور انھین اپنے مقتدا کی طرف سے بھڑکاتے ہین۔ اور سُنا جاتا ہے کہ بعض خوجے اُن سے منحرف بھی ہوگئے۔ مگر آغاخان نے اُن کی یہ لغو حرکتین دیکھ کے اپنی وضع مین فرق نہین آنے دیا۔ اور ویسے ہی بے تعصب بنے ہوے ہین جیسے کہ تھے۔

لکھنؤ کے سُنی شیعہ علما و مجتہدین کو ہز ہائنس آغاخان کی مبارک و برگزیدہ زندگی سے سبق لینا چاہیے

کیونکہ یہاں شیعہ سنیوں میں چندروز سے جھگڑے فساد رہا کرتے ہیں اُن کی اصلاح کے لیے ان بزرگوں کو آغاخان کے کارناموں سے بہت اچھی مدد ملے گی۔ کیا اچھا ہو کہ لکھنؤ کے شیعہ سنی دونوں آغاخان سے درخواست کریں کہ آپ ہمارا فیصلہ کر دیجئے۔ اور پھر اُن کے فیصلہ پر چاہے کچھ ہو دونوں کاربند ہو جائیں۔

دولت گفتار

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ۔ بسا کین دولت از گفتار خیزد

حُسن وعشق کی پرلطف داستانوں میں آپ نے ایسے واقعات تو بہت دیکھے ہوں گے کہ کسی نے کسی دلربا کی پیاری صورت دیکھی اور آہ کر کے دل ہاتھوں سے تھام لیا۔ کسی نے نرگس فتاں نے ایک نگاہ غلط انداز ڈالی اور ایک برچھی تھی کہ کلیجے کے پار ہو گئی۔ مگر ایسی کہانیوں میں آپ کو یہ بھی نظر آیا ہو گا کہ کسی جادو بیان نے کسی کے حُسن عالم آشوب کی تصویر اپنے لفظوں میں کھینچ کے دکھائی اور کسی نے اسی خیالی خاکے پر دل قربان کر دیا۔ کسی نے اٹھلا اٹھلا کے چلنے اور اس کی مست خرامی کا تذکرہ سنا اور کسی کا دل پامال ہو کے رہ گیا۔

لیکن یہ بھی کہانیاں ہیں اور اُن واقعات محض عشق کی زبان سے سنی گئی ہیں جن کا زیادہ اعتبار نہیں۔ اکثر محققین اُن کی وقعت مبالغہ شاعرانہ سے زیادہ نہیں کرتے۔ جس طرح کسی شوخ طبع صاحب جمال نے عشاق کے جان دینے کے دعوے اور ان کا انا المقتول کا شور و غوغا سنتے سنتے جھلا کے کہہ دیا تھا کہ "مرتے ہی تو ان کو سنا تھا جنازہ ایک کا بھی نہ نکلا" اسی طرح دولت گفتار کی کرشمہ سازیوں کے منکرین اس بارے میں بھی کہہ دیں گے کہ "کہانیاں بہت سی ہیں مگر کسی کو کسی کے حُسن و جمال کی تعریف سُن کے مفتون ہوتے نہیں دیکھا۔"

مگر سچ یہ ہے کہ دولت گفتار کا اثر حُسن منظر سے زیادہ وسیع اور عام ہے اور ساری دنیا حسن بیان اور دولت گفتار ہی پر مٹی ہوئی ہے۔

ہم اپنے ایک مضمون میں ثابت کر چکے ہیں کہ جو مزہ کسی کی یاد میں ہے وہ خود اُس سے ملنے میں نہیں۔ اسی طرح اس موقع پر کہتے ہیں کہ جیسا عام اور قومی اثر کسی کی تعریف سننے میں ہے خود اُس کی صورت دیکھنے میں نہیں۔ دنیا کا سارا کارخانہ آپس کی محبت و انس کی بدولت چل رہا ہے جو دیکھنے کے عوض حالات سُن کے ہمارے دلوں میں پیدا ہوا ہے۔

ہر سے ت چھپے۔ خدا کو دیکھا نہیں۔ اور نہ کوئی دیکھ سکتا ہے مگر بعض صوفیہ میں کتنے ایک ہیں جو اُس حسن ازل کے دلدادہ اور اُس کی یاد سے لو لگائے بیٹھے ہیں۔ ان صوفیون کو بھی چھوڑیے۔ بڑون کی بڑی بات ہے۔ سوا چند ملحدون اور مادہ پرست بت پرستون نے کون ہے جو خدا کا قائل نہیں۔ یا خدا کی محبت کو اپنا ایمان اور اُس کی عبادت کو اپنی زندگانی کا مقصد اصلی نہیں سمجھتا۔ پھر یہ محبت لوگون کو جو خدا کے ساتھ ہے اور یہ مخلوق کو خالق سے ہے سوا دولت گفتار کے کسی اور لفظ سے بھی تعبیر کی جا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ خدا دیکھا نہیں سنا ہے۔ اور جو برکت سننے سے ہمیں حاصل ہوئی وہی دولت گفتار ہے۔ قرآن پاک کتنی بڑی دولت گفتار ہے کہ اس کی تلاوت کر کے ہم اس معشوق حقیقی سے باتین کر لیتے ہیں جو وہم و گمان و قیاس و خیال کی ہزار ہا نقابون کے اندر مخفی ہے؟

خدا کے بعد پیغمبرون کا درجہ ہے۔ اُن کی نورانی صورت کے دیکھنے اور اُن کی صحبت فیض سے فائدہ اُٹھانے والے ایک محدود زمانہ کے چند ہی لوگ تھے جن میں سے آج کوئی باقی نہیں۔ ہم لوگ اور دنیا کے بہت غالب حصہ نے صرف اُن کے حالات اور اُن کے کمالات کے داستانات سنے ہیں اور ہم فقط کانون کے ذریعہ سے اُن کی خوبیون کے گرویدہ اور اُن کے محاسن کے شیدا ہوئے ہیں۔ اُن کے مبارک نام اُن کے معجز نما کارنامے۔ اُن کے ہدایات اور اُن کے ذریعہ سے ہمیں جو خدا کا کلام ملا یہ سب دولت گفتار ہیں جن پر ہم دل و جان سے ایمان لائے ہیں۔ الغرض توحید و رسالت دونون چیزین جو اصل ایمان ہیں ہمیں کانون ہی کے ذریعہ سے ملی ہیں۔ اور ہمارے لیے دونون نعمت گفتار ہیں۔

اگلے لوگون کے کارنامے۔ اُن کے حالات۔ اُن کی ترقیان اُن کی فتحمندیان۔ اور اُن کے علوم و فنون سب ہمین کتابون میں دیکھ کے اور خود اُن کی یا اُن کے دیگر تذکرہ نویسون کی زبان سے سن کے معلوم ہوے ہیں۔ اور اسی پر منحصر نہیں۔ سارا علمی خزانہ اور دنیا کا تمام لٹریچر چاہے کسی قوم اور کسی زبان کا ہو۔ سب دولت گفتار ہے کیونکہ سماعت ہی کے ذریعہ سے ہم تک پہونچا ہے۔ اور اگر یہ دولت گفتار ہم سے چھن جائے تو ہم بالکل جاہل اور خدا کی ان تمام برکتون سے محروم ہو جائیں جو اہل عالم کو تدریجاً عطا ہوتے ہوتے اس کثرت و تکمیل کے درجہ کو پہونچ گئی ہیں۔

قطع نظر اِن باتون کے ہمارے لیے بہت بڑی نعمت و برکت اور اعلیٰ درجہ کی دولت

ہمارے مکرم و محترم احباب - ہمارے کرم فرما - ہمارے قدر افزا - اور ہمارے خریداران دلگداز ہیں - اے ہمارے دوستان باصفا آپ میں سے چند گنتی ہی کے ہیں جن کی دلکش صورتیں بھی ان مشتاق آنکھوں کے سامنے سے گزری ہوں - یا جن سے ملنے اور ان سے لطف صحبت اٹھانے کا موقع ملا ہو - ورنہ عموماً وہی حضرات ہیں جن کی تحریروں کے ذریعے سے ان کی دلچسپ باتیں سنی ہیں اور اپنے خیال میں ان کی صورتوں کا ایک دلفریب دلپذیر پُرلطف مسرت بخش اور تسلی دینے والا خاکہ ہم نے اپنے مذاق و شوق کے مطابق بنا کے پیش نظر کر لیا ہے وہ خاکہ ان کی صورتوں سے چاہے ملے یا نہ ملے - مگر ہمارے نزدیک آپ کی اچھی تصویر ہے جو ہمیں نہایت ہی پسند اور پیاری ہے - جب ملنے کو جی چاہتا ہے اس تصویر کو سامنے رکھ کے دیدار کے مزے لوٹتے اور ان سے مزے مزے کی باتیں کر لیتے ہیں - جب انھیں خط لکھنے کے لیے قلم ہاتھ میں لیتے ہیں وہ پیاری تصویر آنکھوں کے سامنے ہو جاتی ہے - اور دل خوش ہو جاتا ہے - گستاخی معاف اگر آپ کی صورت فرض کیجیے کہ اچھی نہ بھی ہو یا اس میں بعض عیوب بھی ہوں - مگر ہم آپ کی بہت ہی اچھی - خوبصورت سراپا لطف و کرم آنکھوں کو نور اور دل کو سرور بخشنے والی تصویر بناتے ہیں جو ہمیں بہت پسند حد سے زیادہ عزیز اور خود آپ سے زیادہ پیاری ہے -

اب آپ ہی انصاف کیجیے کہ ہم کیسی دولت گفتار سے مالا مال ہیں - اور ہمارے خزانہ میں کتنا ایک اور کیسا دلچسپ سامان جمع ہے ؟

اے دولت گفتار ! تیرا بھلا ہو اور خدا تجھے دن دونی اور رات چوگنی ترقی دے - تیری بدولت ہم ہجر و فراق کے صدموں کو بھول گئے - اس خیال کو کبھی پاس بھی نہ پھٹکنے دیا کہ ہم آپ سے دور اور جدا ہیں - یا آپ کی پیاری صورت دیکھنے کو یہ آنکھیں ترس گئیں - ہم نے دولت گفتار کو کیمرے سے مدد لے کے آپ کے جو فوٹو اتارے ہیں وہ ہماری نظر شوق میں بے مثل ہیں - بلکہ ہم تو کہیں گے کہ خود آپ سے بھی اچھے ہیں - ہم کہتے ہی نہیں بلکہ دعوے کرتے ہیں کہ وہ ہماری بنائی اور کھینچی ہوئی تصویریں آپ دیکھ پائیں تو ہم سے زیادہ خود آپ ان پہ فریفتہ ہو جائیں -

---

مختلف خیالات اور ریویو

محمڈن یونیورسٹی کا جوش آج کل اس زور و شور پر ہے کہ معلوم ہوتا ہے مسلمان

اُسے قائم کرنا ہی کے چھین لیں گے۔ یہ سرگرمی دکھائی جا رہی ہے اس سے یقین ہے کہ یونیورسٹی کی ضرورت کے موافق روپیہ آخر سال تک جمع ہو جائے گا۔ ہز ہائنس آغا خان کمر ہمت باندھے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور یہ مقولہ پوری طرح صادق آ رہا ہے کہ مردے از غیب برون آید و کارے بکند۔ ایک لاکھ بیگم صاحبہ بھوپال نے عطا فرمائے۔ سوا لاکھ خود ہز ہائی نس آغا خان نے دیے۔ سوا دو لاکھ تو یہی ہوئے اور سنا جاتا ہے کہ یہ ملا کے بارہ لاکھ کے وعدے آغا خان حاصل کر چکے ہیں۔ جب ایک مہینہ کی کوشش میں بارہ لاکھ ہو گئے تو آیندہ گیارہ ماہ میں آٹھ لاکھ کی باقی ماندہ رقم کا بھی سرانجام ہو جانا کوئی مشکل بات نہیں۔ آغا خان دورے کے لیے نکلے ہیں۔ اور معزز ترین طبقہ میں ان کی تحریک بے اثر کیے نہ رہے گی۔

حضور نظام اور نواب صاحب رام پور سے آغا خان کی ملاقات بڑا کار نمایاں دکھا سکے گی۔ یہ دو ملاقاتیں ایسی ہیں کہ ان سے پورے دس لاکھ کا بندوبست ہو جانے کی قطعی امید ہے۔ مگر روسائے قوم کی فیاضیوں پر بھروسا کر کے عام اہل اسلام کو بے پروا نہ ہو جانا چاہیے۔ کالج ہو یا یونیورسٹی اُس کو استقلال جب ہی ہو سکتا ہے جب کہ ذاتی جائداد اتنی ہو جائے کہ ہر روز روز چندہ مانگنے دست گدائی پھیلانے اور گورنمنٹ کی فیاضیوں کے دست نگر رہنے سے آزاد نہ ہو جائیں۔ اور اس کے لیے ہمارے خیال میں بیس لاکھ بہت کم ہیں۔ کم از کم ایک کرور روپیہ کا بندوبست کرنا چاہیے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ مسلمان کالج کی مدد کو فرض کفائی نہیں فرض عین سمجھیں۔ اور ہر شخص اپنی توفیق کے مطابق اس قومی فرض میں حصہ لے۔ ہم ہز ہائنس آغا خان کی خدمت میں بھی بہ ادب عرض کرتے ہیں کہ وہ اپنے اس مشن کو ۲۰ لاکھ رقم پر محدود نہ رکھیں۔

ہندوستان کا زبردست اور قدیمی عنصر نا اتفاقی اور پھوٹ ہے۔ اُس کے نمونہ بھی نظر آنا شروع ہو گئے۔ ادھر مسلمانوں نے سرگرمی سے کوشش شروع کی اور اُدھر مخالفت کی آوازیں بھی آنا شروع ہو گئیں۔ ٹائمز آف انڈیا اس تحریک سے

ہمدردی بھی کرتا ہے اور مسلمانان بمبئی کو اس کی جانب توجہ کرنے سے روکتا بھی ہے وہ حالانکہ بمبئی کے اہل اسلام کے لیے سکنڈری اور اعلیٰ تعلیم کی ضرورت پیش کر کے کہتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنا علیگڈھ یہین قائم کرنا چاہیے۔ اور مسلمانان بمبئی نے ہمہ تن علیگڈھ کی اسلامی یونیورسٹی کی دھن مین پڑ جانے کو مناسب نہین بتایا۔ بیشک یہ مغالطہ چھپا دیا گیا ہے لیکن بمبئی والے بخوبی سمجھ سکتے ہین کہ بمقابلہ اس کے کہ خود بمبئی مین ایک نئی یونیورسٹی قائم کرنے کی فکر کی جائے یہ بہت آسان ہے کہ علیگڈھ مین یونیورسٹی قائم کر کے اسی کو بمبئی اور سارے ہندوستان کی اسلامی درس گاہوں کی اصلاح کا ذمہ دار قرار دے دیا جائے۔

الہ آباد کے روزانہ اخبار لیڈر مین ایک معقول پسند ہندو صاحب ہندوستان مین مختص القوم یونیورسٹی کو خطرناک چیز فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ مشائخ ذہن سے جامعہ مصر کے الازہر سے ہندوستان کی یونیورسٹی کو تشبیہ دینا قابل افسوس ہے الازہر محض ملک پرانے وضع کی دینی درس گاہ ہے جس سے خود مصر کی تعلیم یافتہ جماعت مخالفت کر رہی ہے علیگڈھ کالج اس نمونہ کی درس گاہ ہے جو تمدن اور واقعات مین موجودہ قاعدہ و اغراض کے مطابق اصلاح و ریفارم کرنے کے ساتھ برٹش تاج سے وفاداری کے جوہر کو مضبوط کرتی ہے رہا تعلیم مین قومی خصائص و عقائد کا لحاظ نہ کرنا ایک ایسی غلطی ہے جس کے برے نتائج کا تجربہ اب برٹش گورنمنٹ کو بھی بخوبی ہو گیا۔ اور ہندوستانی رعایا تو اس کا خمیازہ بھی بھگت رہی ہے ہندوستان کی یونیورسٹیون نے اس وقت تک جو عام تعلیم دی ہے اور اس سے جو نتائج ظاہر ہوئے ہین انھون نے تو قریب قریب ثابت کر دیا ہے کہ دنیوی اصلاح بغیر دینی اصلاح کے ہو ہی نہین سکتی۔

بہرحال ہمین یقین ہے کہ رقم مقررہ کا سرانجام ہو جائے گا۔ لیکن آنریری سکریٹری صاحب علیگڈھ کالج سے ہماری درخواست ہے کہ یونیورسٹی کا ایک پراسپکٹس بھی شائع فرما کے عام لوگون کو بتا دین کہ جس اسلامی یونیورسٹی کے قیام کی گورنمنٹ سے درخواست

کی جاتی ہے وہ کیا ہوگی اور کیسی ہوگی - کن کن امتحانون اور ڈگریون کا وہ نصاب مقرر کرے گی - انتخاب انساب مین اُسے کہان تک آزادی حاصل ہوگی اور اُس کی سند کی [illegible] ہوگی تمام سندون اور سرٹیفکٹون کو اُن تمام صیغون خدمت [illegible] اور [illegible] لگا ہونا چاہیئے وہی اعتبار جو ہندوستان کی دیگر یونیورسٹیون کے سرٹیفکٹون کو حاصل ہے کہان تک حاصل ہوگا -

---

اس پراسپکٹس کے شائع ہوجانے کے بعد مسلم لیگ اور ہندوستان کی تمام چھوٹی بڑی انجمنون کا کام ہے کہ اپنے اپنے شہرون ضلعون قصبون اور گاؤن تک مین - بلکہ حتی الامکان تمام مسجدون مین مسلمانون کو جمع کرکے اس مضمون کے ریزولیوشن پاس کرین کہ حضور جارج پنجم دام اقبالہ اپنی تخت نشینی کی یادگار مین مسلمانون کو اپنی خاص یونیورسٹی قائم کرنے کا موقع عطا فرمائین جن کی ایک نقل لوکل گورنمنٹ مین ایک گورنمنٹ آف انڈیا کو اور ایک حضور قیصر ہند کے پرائیوٹ سکرٹری کی خدمت مین روانہ کردین - اور اسی سلسلہ مین کچھ چندہ بھی چاہیے وہ چند پیسہ ہی کیون نہ ہون - ہر مسجد اور ہر صحبت مین جمع کرین تاکہ گورنمنٹ کو باور ہو کہ یونیورسٹی صرف چند امرا یا چند تعلیم یافتہ مسلمانون کا خیال نہین بلکہ یہ کابل سے [illegible] تک مسلمانون کے ہر طبقہ بلکہ ہر متنفس کی التجاء و آرزو ہے اور اس مین سب کا روپیہ لگا ہوا ہے -

---

مسٹر نبی اللہ بیرسٹر ایٹ لا پریسیڈنٹ مسلم لیگ کو ہم اُن کی پرمغز اور اعلیٰ درجہ کی فصیح بلیغ اسپیچ پر مبارکباد دیتے ہین - ہمارے خیال مین اس سال کی تمام اسپیچون سے جو مسلمانون کے جلسون مین سنی گئین مسٹر نبی اللہ کی اسپیچ بڑھی ہوئی اور نہایت قابل توجہ تھی - ایک [illegible] اصول ہے کہ ہندوستان کے مسلمانون کی فلاح اس پر منحصر ہے کہ ہندوستان مین برٹش گورنمنٹ کی بنیاد مضبوط کی جائے - لیکن یہ ایسا اصول ہے جس کی وجہ سے اکثر لوگون کی تقریرون مین بیجا خوشامد کی بو آجاتی ہے اور مخالفین کو نام رکھنے کا موقع مل جاتا ہے مسٹر نبی اللہ کی تقریر مین [illegible] شائبہ نہین ہے - اور اُن کے الفاظ سے پوری آزادی کی جھلک نمایان ہے -

اطلاع
اگرچہ مکرر [illegible]
بتادیا گیا کہ
عیب دار [illegible]
اُن حضرات [illegible]
جو شہر [illegible]
خریدار رہین
وہ سنہ ۱۹۱۱ [illegible]
رہین - مگر [illegible]
جو جنوری [illegible]
خریداری [illegible]
کرتے مین نا
کو بھی طلب
نہین - اس با
بار بار مراسلہ
مین فضول [illegible]
ہوتا ہے - [illegible]
صاحبون کو [illegible]
جانا چاہئے
سنہ ۱۹۱۱ سے خرید
والون کو [illegible]
نہین دیا جا
اُسکی قیمت جلد
نہین کہ دیا
خاکسار مہتمم

ضروری التماس
اپنے احباب
سے امید
کرتے ہیں کہ
اسارت میں
جو خطوط
ہر عزیز کے نام آیا
ہیں - اُن کی
معمولی
و گزاشت
سے سخت
دشواریوں کا
سامنا ہونے
کے علاوہ
صحیح جواب
بھی نہیں دیا
جا سکتا۔
خاکسار مہتمم
دلگداز

کلام فیروز - یہ ۱۸×۲۲ سائز کے ۴۴ صفحون کا ایک رسالہ ہے جس مین مولانا سکینہ فیرو مدین احمد صاحب فیروز طغرائی کی چند دلچسپ نظمین جمع کر دی گئی ہین جو مختلف وقتون مین لکھی گئی ہین - ہم نے متعدد نظمون کو پڑھا اور بعض اشعار نہایت اعلیٰ درجہ کے پائے شعراء کو اب اسی رنگ پر آنا چاہیے - اور ضرورت ہے کہ اساتذۂ سخن اب اسی مذاق کی تقلید کرین ہم نہایت جوش مسرت کے ساتھ جناب فیروز کی نغمہ سنجی و خیال آرائی کی داد دیتے ہون - اور امید ہے کہ قدر دانان اُردو اُن کی ضرور قدر کرین گے - خوشی کی بات ہے کہ پنجاب مین اردو شعر و سخن کا مذاق صحیح اصول پر نشو و نما پا رہا ہے - اس رسالہ کی قیمت صرف ۴ر ہے - منیجر طغرائی ایجنسی امرتسر کے پتہ پر درخواست بھیج کے منگوائی جائے۔

رسالۂ الصنعت - ملک مین صنعت و حرفت کے ترقی دلانے کی بیحد ضرورت ہے جس کو اب گورنمنٹ بھی محسوس کر رہی ہے - مختلف مقامات مین ان فنون کے مدارس بھی کھولے گئے ہین - اب انجمن موید الصنعت لاہور نے انھین اغراض و مقاصد پیش نظر رکھ کے ایک رسالہ بھی جاری کر دیا - ہمین امید ہے کہ یہ رسالہ ملک کی ضرورتون کو دیگر رسالون اور اخبارون سے زیادہ پورا کر سکے گا - جو اپنی ابتدائی حالت ہی مین بہت کچھ کامل نظر آتا ہے - عام قیمت عہ سالانہ ہے - درخواستین جنرل سکرٹری صاحب انجمن موید الصنعت لاہور کی خدمت بھیجی جائین -

انڈین آرکیٹکٹ مسلمان فن عمارت مین کبھی ایسا کمال رکھتے تھے کہ سر لیسٹک آرکی ٹکچر اسلامی وضع عمارت نے یونانی اور گاتھک وضع عمارت کو شکست دے دی تھی - اور آج کل کے یورپین فن عمارت مین ایک بہت بڑا عنصر انھین کی تعمیر کا شامل ہے - خوشی کی بات ہے کہ فی الحال اس جانب بھی توجہ کی گئی - چنانچہ لاہور محلہ دہلی دروازہ سے اس فن پر موسومہ بالا رسالہ جاری کیا گیا ہے جس سے امید ہے کہ فن انجنیری کو ضرور مدد ملے گی اردو دان پبلک کو اس رسالہ کی ضرور قدر کرنی چاہیے - سالانہ چندہ ایڈیٹر صاحب سے دریافت کیا جائے۔

دلگداز!! دلگداز!! دلگداز!!

سنہ ۱۳۰۴ع سے مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر کی ایڈیٹری میں نکل رہا ہے مضامین [illegible] سے [illegible] کی نگاہ میں جو دلچسپی رکھتی اور دل ہی میں رہ جاتی ہے آپ صرف اعلیٰ درجہ کے ادبی و تاریخی مضامین [illegible] ختم سال پر مولانا شرر کا ایک کل ناول خریداران دلگداز کو مفت دیا جایا کریگا قیمت صرف [illegible] سالانہ مع محصول ڈاک [illegible] اگر [illegible] کا ٹکٹ آ جائے تو نمونہ [illegible] ہوتا ہے جو حضرات [illegible] پرچے کی [illegible] کر کے سابق کے پرچے طلب فرمائیں گے اگر وہ [illegible] اطمینان کے لیے وہ نمبر [illegible] بھیجے جاتے ہیں -

المشتہر محمد فاروق منیجر دلگداز لکھنؤ گولہ گنج [illegible] خان

کارخانہ روح الریاحین لکھنؤ کا اعلیٰ عطر

(آپ ایک دفعہ آزما کے تو دیکھیں!!)

عطر [illegible] لکھنؤ مشہور ہے مگر افسوس کہ جو عطر ہے وہ [illegible] کو نہیں ملتا کیونکہ [illegible] کی [illegible] اُن غریبوں ہی کو اٹھانا پڑتا ہے جو باہر سے منگواتے اور بے دیکھے خریدتے [illegible] ہیں اور بعض [illegible] [illegible] بھیج دیتے ہیں [illegible] یہ [illegible] کر کے ہم نے یہ [illegible] کیا ہے کہ جو صاحب فرمائیں انکے لیے [illegible] عطر [illegible] تیل وغیرہ خاص [illegible] اہتمام کر کے مال کو بخوبی جانچ کے اور کفایت سے خرید کے روانہ کر دیا کریں [illegible] بہت اچھا [illegible] ہے عطر کے شائق [illegible] مگر [illegible] ہمارے [illegible] ہیں ایسا اچھا عطر [illegible] [illegible]

عطر حنا فی تولہ [illegible]	عطر گل حنا فی تولہ [illegible]	عطر مجموعہ فی تولہ [illegible]
عطر موتیا [illegible]	عطر مسی [illegible]	عطر [illegible] [illegible]
عطر [illegible] [illegible]	عطر جوہی [illegible]	عطر اگر [illegible] [illegible]
عطر کیوڑا [illegible]	عطر گلاب [illegible]	عطر اگر [illegible]
عطر خس [illegible]	عطر سنگترہ [illegible]	عطر [illegible] [illegible]
عطر فتنہ [illegible]	عطر [illegible] [illegible]	عطر [illegible] [illegible]
عطر چمپا [illegible]	عطر عروس [illegible]	روح خس اصلی [illegible]
عطر مولسری [illegible]	عطر شہناز [illegible]	روح کیوڑی اصلی [illegible]
عطر [illegible] [illegible]	عطر نرگس حنا [illegible]	عطر عنبر اصلی [illegible]
عطر راحت روح [illegible]	روح گلاب [illegible]	عطر صد برگ [illegible]
روغن چمبیلی فی سیر [illegible]	عرق گلاب فی بوتل [illegible]	[illegible] فی تولہ [illegible]
روغن بیلہ فی سیر [illegible]	عرق کیوڑا فی بوتل [illegible]	[illegible]
روغن کیوڑا فی سیر [illegible]	زردہ کھانے کے تمباکو کی بنی ہوئی معطر	قوام تمباکو فی تولہ [illegible]
روغن حنا فی سیر [illegible]	پتی فی سیر [illegible]	[illegible]

آپکا خادم محمد عبد الحلیم شرر ایڈیٹر دلگداز لکھنؤ گولہ گنج [illegible] خان

دلگداز

باڈیٹری

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی

باہتمام

محمد فاروق منیجر رسالہ و مطبع دلگداز

لکھنؤ

[illegible] بیگمات سے دلگداز پریس میں

شائع ہوا

تصانیف شرر کے نئے لائبریری اڈیشن

نفیس مزاج اور فیاض قدردانان علم کیلئے مولانا شرر کی [illegible] تصانیف [illegible]
و روشن مسطر اور عمدہ ولائتی چکنے کاغذ پر چھاپی جاتی ہین جنکی [illegible] دیکھنے کے [illegible]
اڈیشن [illegible] اسمین معمولی [illegible] اور [illegible] تاریخی بھی [illegible]
نام لائبریری اڈیشن [illegible]
[illegible] کتابین مجلد [illegible] قیمت [illegible]
اگر علمی مذاق کی گرمی منظور ہو تو [illegible] لائبریری اڈیشن کے [illegible]

اس سلسلہ مین مندرجہ ذیل کتابین تیار [illegible] ہین

نمبر (۱) الفیانسہ عقیلہ - مجنون عامری کی [illegible]
نمبر (۲) قیس ولبنیٰ - مشہور عاشق [illegible] اور [illegible] لباس پہنایا گیا ہے اسمین یہ خاص بات ہے کہ [illegible] قیمت مجلد . . . .
نمبر (۳) حسن بن صباح - بانی فرقہ باطنیہ کے حالات زندگی [illegible] فدائی [illegible] اسی کتاب سے معلوم ہو سکتی ہے [illegible] قیمت مجلد

اسی سلسلہ کی مندرجہ ذیل کتابین زیر طبع ہین جو ۱۹[illegible] تک مکمل ہو جائینگی

تمدن قدیم - ایک نہایت ہی مکمل اور سلجھی ہوئی تاریخ جسمین حضرت رسالت مآب صلعم سے پہلے کی [illegible] اسرائیلیون مصریون - اسیریا بابل والون - ایرانیون - یونانیون - قدونیہ والون - رومیون [illegible] بطلیموسیون وغیرہ کے اجمالی حالات ایسی خوبی سے لکھے گئے ہین کہ ایک نظر دیکھ لینے سے ساری دنیا کی تاریخ پر حاوی نظر ہو جاتی ہے - یہ کتاب اسلامی مدارس مین تاریخ کی حیثیت سے سلسلۂ درس مین داخل کرنے کے قابل ہے - حجم تقریباً ۴۰۰ صفحہ - قیمت . . . . عمار

زرینہ - عہد یہود کا ایک جدید ناول جسمین بنی اسرائیل کی معاشرت و تاریخ کے سلسلہ مین رومیون کے ہاتھ سے بیت المقدس اور یہود کی تباہی و پامالی دکھائی گئی ہے - اور ثابت کیا گیا ہے کہ کوئی کمزور و ناشائستہ قوم اپنی زبردست سلطنت سے بغاوت کرے اور نا قابلیت کے ساتھ آزادی چاہے تو اسکا کیا انجام ہوتا ہے

امام ابو الحسن اشعری (سلسلۂ مشاہیر اسلام) امام ممدوح کی سیرۃ آپکا مذہب اور آپ کا فلسفہ عقائد - بے دینی پر دینداری کی اور الحاد پر خداشناسی کی فتح - فی جلد . . . . عہ

فلورا فلورنڈا - اُس پرانے پرجوش تاریخی ناول کا جسے مسلمانان ہند نے بیحد پسند فرمایا ہے نیا لائبریری اڈیشن ہے

تاریخ بغداد - اسکے نہایت ناقص و ناتمام نسخہ بازار مین پھیلے ہوئے ہین - اب اُسے از سر نو مکمل و مرتب کرکے اور گویا نئے سرے سے تصنیف کرکے لائبریری اڈیشن تیار کیا جاتا ہے - قیمت مجلد . . . [illegible]

قدردانان دلگداز کو اس سلسلہ کی سرگرمی سے سرپرستی کرنی چاہیئے -

الملتمس - محمد فاروق منیجر دلگداز -

حُسن کی کرشمہ سازیان

جون آف آرک (فرانس کی مظلوم حامیۂ وطن)

یون تو ہر ملک اور ہر قوم مین صدہا نامور عورتین گزری ہین جنھون نے اپنے حُسن جمال کی قوت سے زمانہ کو مسخر کر لیا - اور بڑے بڑے کارہاے نمایان دکھا دیے مگر جون آف آرک کی شان و وضع کی عورت چراغ لے کے ڈھونڈھیے تو بھی ساری دنیا مین نظر نہ آسکے گی اس کی سرگزشت جیسی دلچسپ اور حیرت خیز ہے ویسی ہی جگر خراش اور خون رُلانے والی بھی ہے -

پندرھوین صدی عیسوی کے آغاز مین مملکت فرانس کی حالت نہایت ہی نازک ہو رہی تھی - شاہ چارلس ششم بالکل فاتر العقل اور مجنون تھا - نہ اُس کے سنبھالے نظام مملکت سنبھلتا تھا - اور نہ بیرونی حملہ آورون کی روک تھام ہو سکتی تھی - اُس کا اکلوتا بیٹا ڈوفین نالائق خوشامدیون مین گھرا ہوا تھا - اور اُس پر طرہ یہ کہ لوگون کو اُس کی نسبت باپ کے حلالی بیٹے ہونے مین بھی شبہ تھا - کیونکہ ایک معاہدے کی رو سے سارے حقوق شاہی انگلستان کے بادشاہ ہنری پنجم کو دے دیے گئے - اور وہ جائز وراثت سے محروم کر دیا گیا - یہی ڈوفین یعنی چارلس ہفتم کے بنی اعمام اور بھائیون نے اپنے جتھے باندھ کے ارادہ کیا کہ خود ہی ملک کے مالک بن جائین - خصوصاً ڈیوک آف برگنڈی جو انگریزون سے ملا ہوا تھا سلطنت کی ہوس کے ساتھ بعض خاندانی نزاعون کا انتقام بھی لینا چاہتا تھا - مگر امرا کے سوا عام رعایا چارلس ششم کے بیٹے ڈوفین ہی کی طرف دار تھی - اور اُسی کو حقیقی وارث سلطنت تصور کرتی تھی - ان سب امور کا نتیجہ یہ تھا کہ فرانس کے امرا اور شاہزادون مین جھگڑے

چھڑے ہوئے تھے۔ دوسری طرف انگریزون کے لشکر نے فرانس کی فوجون کو تباہ کرکے پیرس تک پہنچ گئے تھے۔ آخر انگریزون نے پیرس کا محاصرہ کر لیا۔ محصورین کی حالت نازک ہو رہی تھی اور سلطنت کے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اور پھر یکے بعد دیگرے شہرون پر قبضہ کرتے چلے جاتے تھے آخرکار انگریزون نے شہر اورلیان کا محاصرہ کر لیا۔ محصورین کی حالت نازک ہو رہی تھی اور سلطنت کے بچانے کی کچھ نہ بن آتا تھا۔

ایسے نازک وقت مین اِن تمام دشواریون کے دور کرنے اور فرانس کو تباہی سے بچانے کے لیے خدا نے یہ عجیب و غریب لڑکی جون آف آرک پیدا کی جو ساری دنیا مین آپ ہی اپنی نظیر ہے۔

یہ ایک فرانس کی نوعمر و نوخیز حسین و نازنین گلفام و سیم تن دوشیزہ لڑکی تھی۔ انگلستانی حسینون کی طرح سیاہ تاب اور رنگین تھین اور آنکھین بھی بجاے نیلگون اور ہیلوفرن پوست کے جادو نگاہ مہ وشان مشرق کی طرح خوب کالی اور نہایت چمکدار تھین۔ اُس کے بے مثل حسن و جمال سے دلبری کا پورا کمال نمایان تھا۔ اور اُس کی دلدوز آنکھین اپنی دلربائی کی قوت سے سارے عالم کے مسخر کرنے کا دعوی رکھتی تھین۔

ملک فرانس مین دریاے لورین کے کنارے ڈومرمی نام ایک چھوٹا سا گاؤن ہے اُس مین جیاک آف آرک نام ایک کسان رہتا تھا۔ جو اپنی بی بی ازابو کے ساتھ بستی کے دوسرے لوگون کے دیکھتے کسی قدر معزز و ممتاز خیال کیا جاتا۔ کیونکہ اُس کے پاس تھوڑا سا تھوڑا سا سرمایہ تھا۔ مونشیون کے دو ایک گلے تھے۔ اور اس کے ساتھ خدا نے تین بیٹے دیے تھے۔ اور دو بیٹیان۔ انھین دو بیٹیون مین سے ایک جون آف آرک تھی جسے بعض لوگ چھوٹی بہن بتاتے ہین اور بعض بڑی۔

جون آف آرک ۵ جنوری ۱۴۱۲ء کو پیدا ہوئی تھی۔ جب ننھی بچی تھی اکثر باپ کی بکریان چرانے کو گاؤن کے اطراف و جوانب مین چلی جاتی۔ اُس کی مان ازابو نے کسی خانقاہ مین تعلیم پائی تھی جس کی وجہ سے اُس پر مذہبی رنگ غالب تھا۔ اور وہی تعلیم اُس نے اپنی بیٹیون کو بھی دی۔ سینا۔ پرونا۔ کاڑھنا۔ چرخہ کاتنا سکھلانے کے ساتھ ساتھ اُس نے اُنھین وعا و عبادت۔ زہد و تقوی۔ اور پاکدامنی و عفت شعاری کی اعلی تعلیم دی خصوصاً ابتداے شب کو بیٹیان اُس کے پاس اپنا سینا پرونا لے کے بیٹھتین تو وہ اُنھین مسیحی ولیون اور شہیدون اور بزرگان دین کی داستانین سنایا کرتی۔

یہ باتین دوسری بہن پر تو معمولی اثر کرتی رہین مگر جون کے دل پر فطری استعداد کے

باعث عجیب قسم کا اثر ہوا۔ پانچ ہی برس کی تھی کہ ان واقعات کی فکر مین اُس پر ایک استغراق اور مراقبہ کا سا عالم طاری ہو جاتا اور کبھی کبھی اُن بزرگون کی صورتین متشکل ہو کے اُس کے خیال کی آنکھون کے سامنے آ کے کھڑی ہو جاتین۔ اور چند ہی روز مین اُسے بار بار نظر آنے لگا کہ عالم خیال مین فرشتے اور پریان آ آ کے اُس سے ملتی اور باتین کرتی ہین۔ مگر اِن کیفیتون کو اُس نے اپنے پُر اسرار سینہ مین مخفی رکھا۔ اور ماں باپ یا کسی پہ بھی کوئی بات نہ ظاہر ہونے دی۔

اب وہ تیرہ برس کی نوخیز و سرو قامت دوشیزہ تھی۔ ایک دن گاؤن کے گرجے کے قریب اپنے گلّے کی نگہبانی کرتی اور ہاتھ مین کوئی کپڑا لیے کاڑھ رہی تھی کہ ناگہان آنکھون کے سامنے ایک نور چمکا۔ پھر ایک نورانی پیکر آسمان سے اُترتا نظر آیا جس نے قریب آ کے کہا "جون! اچھی لڑکی بن!" اس واقعہ سے وہ سہم گئی اور نہایت حیران پریشان اور بدحواس و ہیبت زدہ تھی۔ مگر ان روحانی سیرون کا سلسلہ بڑھتا ہی جاتا تھا۔ بار بار ایسی ہی چیزین نظر آتین جن کے ذریعہ سے اُسے ہدایت کی جانے لگی کہ "اُٹھ! خدا نے جس کام کے لیے تجھے پیدا کیا ہے اُسے پورا کر! جا۔ اور بادشاہ فرانس کی مدد کر! کیونکہ تو ہی ملک کی پشت و پناہی کرے گی!" یہ باتین سُن کے وہ اور زیادہ سہم گئی بعض اوقات کانپتی۔ تھرتھراتی اور اپنی بے بسی پر رونے لگتی۔ اور چشم فتان سے آنسو پونچھ کے کہتی "مجھ سی غریب ناتوان و ناکارہ لڑکی کیا کر سکتی ہے؟ مین نہ گھوڑے پر سوار ہونا جانتی ہون۔ نہ تلوار چلانا جانتی ہون۔ پھر فرانس کی کیا خاک مدد کرون گی؟"

اب اُس مین ضبط کا یارا نہ تھا۔ دلی جذبات کے ظاہر کرنے کے لیے بیتاب تھی۔ مگر کسی سے کچھ کہتے بھی نہ بنتی تھی۔ آخر نہ رہا گیا۔ اور اپنے ایک عزیز ہم سن لڑکے سے جس کا نام جیرارڈ تھا اور ایک ایسے گاؤن کا رہنے والا تھا جہان کے لوگ شاہ فرانس کے خلاف اور ڈیوک آف برگنڈی کے طرفدار تھے اُس نے دبی زبان مین کہا "اگر تم برگنڈی کے طرفدار نہ ہوتے تو مین تم سے ایک بات کہتی!" جیرارڈ دل ہی دل مین جون کے رخ زیبا کا فریفتہ ہو رہا تھا یہ کلمات سُن کے خوش ہوا اور سمجھا کہ "غالباً میری طرح یہ بھی میری طرف مائل ہے۔ شادی کا تذکرہ چھیڑے گی" مگر وہ ہزار پوچھتا رہا جون نے کچھ نہ بتایا۔ اور لب تک آئی ہوئی بات کو پھر دبا دیا۔

وہ نورانی صورتین جو اُس کے پاس آیا کرتین اُنھون نے اُسے یہ بھی بتایا تھا کہ مقام دوکولر کے کپتان کے ذریعہ سے تو بادشاہ فرانس چارلس ہفتم سے ملیگی - اب اسی فکر مین تھی کہ اس کپتان سے کیونکر ملون کہ اتفاقاً ڈیورنڈ لکزارٹ نامی اُس کا ایک رشتہ دار اُس کے والدین سے ملنے کو آیا جو مقام دوکولر کے قریب ہی رہتا تھا جون نے تنہائی مین موقع پا کے اُس سے التجا کی کہ چند روز کے لیے آپ مجھے اپنے ساتھ لیتے چلیے - اور اباجان سے یہ بہانہ کر دیجیے کہ چچی اماں (آپ کی بی بی) نے مجھے بلایا ہے - ڈیورنڈ نے جون کی یہ خواہش پوری کر دی - اور اُسے اپنے ہمراہ اپنے گھر لے گیا - وہان پہونچ کے ایک دن جون نے جی کڑا کر کے ڈیورنڈ سے کہا "آپ دوکولر کے کپتان کے پاس میرا اتنا پیغام پہونچا دیتے کہ مجھے بادشاہ چارلس ہفتم کے پاس پہونچا دین - اس لیے کہ مین اُن کی مدد کرنے اور انگریزون کو فرانس سے مار کے نکال دینے کی اہم خدمت پر خدا کی طرف سے مامور ہوئی ہون" ڈیورنڈ یہ باتین سن کے حیرت زدہ ہو گیا - پھر اُس کی حالت اور کیفیت دریافت کی - اور گو یہ باتین اُسے نہایت لغو نظر آتی تھین مگر اُس کا پیغام لے کے کپتان کے پاس چلا گیا - کپتان نے سنتے ہی ایک قہقہہ لگایا اور کہا "تمھاری عقل جاتی رہی ہے - اُس چھوکری کے دھولین لگاؤ اور اُس کے گھر بھیجدو - انگریزون کا مقابلہ اور ایک کنواری لڑکی! بھلا کوئی سمجھ مین آنے کی بات ہے؟" ڈیورنڈ نادم ہو کے واپس آیا - اور کپتان کا جواب صاف صاف جون سے بیان کر دیا -

اب جون بظاہر تو خاموش ہو رہی مگر دل کو کسی طرح قرار نہ آتا تھا - ناکام و نامراد باپ کے گھر مین واپس آئی - اب اس کا راز فاش ہو چکا تھا - باپ کو بھی خبر ہو گئی - اور اُس کے دل مین خیال گذرا کہ معلوم ہوتا ہے جون کے دل مین آوارگی کے خیالات پیدا ہوئے ہین - اور بدکار و بداخلاق فوجی سپاہیون مین جا کے رہنا چاہتی ہے - یہ خیال آتے ہی مارے غیرت کے پسینہ پسینہ ہو گیا - اور یہ حالت تھی کہ کبھی خودکشی پر آمادہ ہو جاتا - اور کبھی بیٹی کی جان لینے پر - مگر جون نے اِن باتون کی ذرا بھی پروا نہ کی - کیونکہ اُسے حمایت وطن کی دُھن بندھی ہوئی تھی - اور روحانی قوت نے اُس مین ہمت - حوصلہ - جرأت - شجاعت - سپہگری - شہسواری - ملک گیری - اور علم و فضل کے

تمام کمالات پیدا کر دیے تھے۔ آخر دو ایسے نوعمر ساتھی بھی مل گئے جو اُس کے طرفدار اور حامی و مددگار رہے اور انھیں ساتھیوں کے ۲۳ فروری سنہ ۱۴۲۹ء کو جب کہ اُس کی عمر صرف ۱۷ برس کی تھی وہ گھر سے نکل کھڑی ہوئی۔ اہل وطن نے روکا کہ راستہ دور دراز ہے اور آج کل ملک میں انگریزی لشکروں کے پھیلے ہونے کے باعث خطرناک ہو رہا ہے۔ مگر اُس نے ایک کو بھی جواب دیا کہ میں ایسے خطروں کے برداشت کرنے ہی کے لیے پیدا ہوئی ہوں۔ سفر پر قدم رکھتے وقت مردانے کپڑے پہن لیے ہتھیار لگائے۔ گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہوئی اور وطن کو خیرباد کہہ دی۔

چارلس ہفتم ان دنوں شہر شینون میں تھا جہاں اُس کے گرد خوشامدی مصاحبوں صدہا موذیوں اور [illegible] سے تباہ کرنے والے ناعاقبت اندیش افسروں کا ہجوم تھا۔ راستہ میں اس طرح دشمنوں کی نظر سے بچ کے جون راتوں کو سفر کرتی اور دن کو کسی پناہ کی جگہ ٹھہر جاتی۔ گیارہ دن کی دقت و زحمت کے بعد یہ سفر ختم ہوا۔ اور وہ شینون کے قریب پیربوا نام ایک گاؤں میں ٹھہر گئی۔ یہاں سے اُس نے بادشاہ چارلس کو اپنے آنے کی خبر کی۔ اور کہلا بھیجا کہ "میں آپ کے تخت کو بچاؤں گی۔ شہر اورلیان پر سے انگریزوں کا محاصرہ اُٹھاؤں گی۔ اور مقام رانس میں آپ کو تاج شاہی پہناؤں گی" جس سے وہ محروم کر دیا گیا تھا۔

جون کے قاصد نے بادشاہ کی باریابی حاصل کر کے جیسے ہی یہ پیغام پہونچایا بادشاہ کو غصہ سا آ گیا کہ ایک کم سن چھوکری اور میری امداد کا دعویٰ۔ پھر ایک زہرخند کے ساتھ بولا اچھا میں اس بارے میں وزیروں سے مشورہ کر لوں تو جواب دوں۔ وزیروں اور مشیروں کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا گیا تو ایک گروہ نے اس درخواست کا مضحکہ اُڑایا۔ اور ایک گروہ کی رائے قرار پائی کہ اُسے اپنی تدبیریں عمل میں لانے کا موقع دیا جائے۔ کیونکہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں نظر آتا۔ تین دن تک ان لوگوں میں کمیٹیاں ہوتی رہیں اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ غنیمت یہ ہوا کہ خود بادشاہ موافق و مخالف گروہوں کے بین بین تھا۔ آخر اُس کے دل میں آئی کہ اچھا کوئی امر طے کرنے سے پہلے میں اُس سے مل کے اُسے آزما تو لوں۔ فوراً قاصد واپس گئے کہ جون کو لے آئیں اور اُن کے جانے کے بعد اُس عجیب و غریب حسینہ لڑکی سے ملنے کے لیے اُس نے

دربار مرتب کیا تو اپنی جگہ اپنے کسی افسر کو اپنے کپڑے پہنا کے صدر مین بٹھا دیا۔ اور خود نہایت ہی سادہ وضع کے کپڑے پہن کے درباریون مین مل گیا۔ جون آئی۔ حاضرین دربار کی صفین چیرتی ہوئی صدر مین آئی۔ صدر نشین کو دیکھا پھر تمام حاضرین کے چہرون پر ایک اجمالی نظر ڈالی اور لپک کے خود چارلس ہفتم کے سامنے پہونچی۔ ادب سے سر جھکا دیا۔ اور بولی "بردبار بادشاہ کی عمر دراز" چارلس نے کہا "مین بادشاہ نہین بادشاہ وہ صدر مین بیٹھے ہین۔ جون نے ادب سے عرض کیا بادشاہ تو آپ ہی ہین۔ اور مین ایک غریب لڑکی ہوان جو روح القدس کی جانب سے اس خدمت پر مامور ہوئی ہوان کہ آپ کی سلطنت کی بنیاد مضبوط کر دون"

جون کی سادگی۔ خوبصورتی۔ اور اُس کی باتون نے چارلس کے دل پر بڑا اثر کیا۔ امرائے دربار سے الگ تخلیہ مین جاکے اُس سے ملا۔ اس موقع پر جون نے ایسی باتین بتا دین جو چارلس کے خیال مین اُس کے سوا دنیا بھر مین کسی کو نہین معلوم تھین۔ اس ملاقات کے بعد بادشاہ دربار مین برآمد ہوا۔ اور تمام درباری امرا سے کہا "مجھے تو اس پاکدل لڑکی کی سچائی کا پورا یقین ہو گیا تاہم تم سب لوگون کے اطمینان کے لیے مین اِس کا اور امتحان کرتا ہون" یہ کہہ کے اُس نے شہر کے بڑے بڑے مقتدا پادریوں۔ اسقفون عالمون اور مختلف علوم کے باکمالون کو جمع کر کے جون کو اُن کے سامنے پیش کیا کہ جس مسئلہ کو چاہین اُس سے پوچھین۔ عالمون نے مشکل سے مشکل مسئلے چھیڑے اور سب کے ایسے صحیح و برجستہ جواب جون نے ایسے فصیح و بلیغ الفاظ اور دلکش لب و لہجہ مین دیے کہ سب اُس کے علم و فضل کے سامنے عاجز آ گئے۔ اور سارا دربار عش عش کر گیا۔

اب کسی کو اعتراض کی گنجائش نہین باقی تھی۔ اور چارلس تو اُس کا عقیدت کیش مرید ہی بن گیا تھا۔ فوراً اپنا شاہی گارڈ اُس کے حوالے کر دیا۔ اور کہا "آپ کا جب جی چاہے فوج کشی کے لیے روانہ ہو جایئے" اور جون اُس کی افسر بن کے فوراً روانہ ہو گئی۔ اب جون کی عجیب شان تھی۔ ایک ہاتھ مین نیزہ تھا اور دوسرے ہاتھ مین شاہی علم۔ زرہ بکتر سے آراستہ۔ آبدار خود پہنے اور زلف مشکین گوندھے اور شانون پر بکھرائے گھوڑے پر سوار فوج کے آگے آگے جا رہی تھی۔ سپاہیون کے دلون مین شاید یہ خیال گذرا ہو کہ یہ گھوڑے تک پر کبھی سوار نہین ہوئی دشمنون سے

کیا مقابلہ کرے گی۔ مگر اُس نے تھوڑی ہی دیر مین چابک سواری کے ایسے کمالات دکھا دیے کہ کل ہمراہی سوار مبہوت وحیرت زدہ رہ گئے۔

شہر اور لیان کی حالت نہایت نازک ہو رہی تھی۔ انگریز بہت ہی سختی سے محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ شہر والون مین ذرا بھی دم نہین باقی رہا تھا۔ اور جو فرانسیسی لشکر انگریزون سے مقابلہ کر رہا تھا اُس کے حوصلے پست تھے اور کچھ بنائے نہ بنتی تھی اور سلطنت مین اتنی قوت نہین باقی رہی تھی کہ محصورین کی کمک کر سکے۔ ایسی حالت مین جون آف آرک شاہی گارد لیے ہوے جوش وخروش سے پہونچی۔ یہان پہونچ کے لڑائی کا آغاز اُس نے اس کارروائی سے کیا کہ اپنی فوج مین سے تمام زانیہ عورتون کو نکلوا دیا۔ سپاہیون کو بدکاری سے توبہ کر کے اُن کے دل پاک وصاف کیے۔ پھر اُن کے دلون مین امید ورجا کی شعاعین روشن کین۔ اور سب سے کہا "بس خدا ہی پر بھروسا رکھنا" اس کے بعد اُس نے ایسی سختی سے حملہ کیا کہ پہلے ہی دن کی لڑائی مین اہل شہر کی امیدین مضبوط ہو گئین۔ انگریزون مین گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ اور لڑائی کا رنگ بدل گیا۔

لیکن سچ یہ ہے کہ اُن دنون فرانس والے نہایت ہی نالائق ہو رہے تھے۔ اور اس قابل نہ تھے کہ خدا اُن کی دستگیری کے لیے جون آف آرک کے ایسے فرشتۂ رحمت کو بھیجتا۔ انگریزون مین تو یہ خیال مشہور ہوا کہ یہ عورت کوئی جادوگرنی ہے جس سے وہ ہیبت کھانے لگے۔ مگر فرانسیسی افسرون نے ناشکری کا پہلا اظہار یہ کیا کہ ایک عورت کی ماتحتی اور اُس کے مشورون پر عمل کرنے کو اپنی حقارت وذلت سمجھے۔ اور خود بادشاہ کے شاکی ہوے کہ ایک گنوار چھوکری کو ہم پر سردار مقرر کیا ہے۔ اور ابتدا ہی سے اُن کی وضع یہ رہی کہ جون کی مخالفت کرتے۔ اُس کے احکام کے خلاف کارروائیان کرتے۔ اُس کی تذلیل وتحقیر کے لیے سازشین کرتے۔ اور محض اُس کی عداوت کے خیال سے لڑائی کا رنگ بدلنے اور فوج سلطنت کے ذلیل کرانے مین کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھتے۔ جون ان سب باتون کو دیکھتی اور سمجھتی تھی۔ مگر حمایت وطن مین اُس کے قدم کو ذرا بھی لغزش نہ ہوتی۔

بہرحال جون نے انگریزون سے مقابلہ شروع کیا تو اُن کے حواس جاتے رہے۔ اور آغاز جنگ ہی مین اُنھین اپنی کامیابی مشتبہ نظر آنے لگی۔ سب کو یقین ہو گیا کہ یہ اگر جادوگرنی نہین تو کوئی فرشتہ ہے جو دشمنون کی مدد کے لیے آسمان سے اُتر آیا ہے۔

اب جون نے خود حملہ کا قصد کیا۔ سفید براق کپڑے زیب بدن کیے۔ کالی کالی زلفین پیٹھ پر پھیلائین۔ نقرہ گھوڑے پر سوار ہوئی۔ ایک ہاتھ مین نیزا اور ایک مین علم لیا۔ اور شاہی گارد کو لے کے یزن بول دیا۔ یہ ایسا زبردست حملہ تھا کہ انگریزون کے قدم اُکھڑ گئے۔ اور پریشان و بدحواس بھاگے۔ اس کے بعد اور بیان مین اُس نے انگریزون کو تابڑ توڑ شکستین دین۔ یہان تک کہ انگریزون نے بہت نقصان اُٹھا کے محاصرہ چھوڑ دیا اور واپس گئے۔

اُس کی اس کامیابی پر فرانسیسی افسران فوج کے دلون مین آتش حسد اور بھڑکی (خصوصاً) اس لیے کہ اُن کی مخالفت نے بھی جون کی ذہانت مین فرق نہ آنے دیا۔ یون فتح حاصل کرکے شہر "بلوا" مین گئی کہ بادشاہ کو مژدہ فتح سنائے۔ اب اُس کی اس قدر شہرت ہو گئی تھی کہ عام اہل فرانس اُس کے نام پر فریفتہ اور اُس کی زیارت کے مشتاق تھے۔ جدھر سے اُس کا گذر ہوتا ہزارہا خلقت کا انبوہ اُس کی صورت دیکھنے کے لیے جمع ہو جاتا جو جوش و خروش سے اُس کی تعظیم کے لیے جھکتے۔ اُس کے قدم چومتے۔ جو خاک اُس کے پاؤن سے چھو جاتی اُسے چومتے اور متبرک خیال کرتے۔ شہر بلوا والون نے بڑی ہی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا۔ اور بادشاہ نے مژدہ فتح سننے کے بعد اظہار شکرگذاری کے لیے اسے اپنے ساتھ کھانے پر بلایا۔ مگر جون نے قطعاً انکار کیا اور کہا "یہ وقت کوشش اور جان لڑانے کا ہے نہ مزے اُڑانے اور دعوتین کھانے کا روح القدس نے مجھے یقین دلا دیا ہے کہ میرے سفر آخرت کرنے کا وقت قریب آ گیا ہے اور دو سال سے زیادہ زندگی نہین باقی ہے۔ اس لیے فوراً شہر رائمز مین چلیے تاکہ مین آپ کو اپنے ہاتھ سے تاج شاہی پہنا دون۔ اُس کے بعد خدا جو چاہے کرے۔" اس طریقہ سے اُس نے چارلس ہفتم کو مجبور کر دیا کہ بہت جلد اُس کے ساتھ شہر رائمز کی طرف کوچ کرے۔

(باقی آیندہ)

علم کی خوبیان

آج کل مسلمانون مین ہز ہائی نس سر آغا خان اشاعت علم کے ایک فرشتہ بن کے نمودار ہوئے ہین اور ہر زبان پر یونیورسٹی کا غلغلہ اور ہر دل مین اپنی علمی [illegible]

تمام کرنے کا جوش ہے ایسی صورت میں شاید یہ بتانا نہایت مناسب بلکہ ضروری ہوگا کہ اسلام علم کا کتنا بڑا حامی ہے۔ اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت دراصل علم ہی کی تبلیغ و اشاعت تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان ہی ہیں جن کے ذریعہ سے سارے عالم کی ترقی یافتہ قوموں نے سلف کی مہذب و متمدن قوموں کا علم پایا ہے۔ اور اگر نور اسلام نہ چمکا ہوتا تو اگلی دنیا کی علمی کمائی قرون وسطیٰ کی جہالت کی نذر ہو گئی ہوتی۔ یہ علم مغرب میں مسیحی کلیسا نے اور مشرق میں بت پرستوں اور آتش پرستوں کی رسم پرستیوں نے علم و فضل کے چراغ گل کر کے سب سے عالم کو تیرہ و تار بنا دیا تھا۔ اور اسی تاریکی میں ساری دنیا کے منور کر دینے کے لیے جو شمع روشن ہوئی وہ رسالت محمدی کی شمع تھی جس کی شعاعیں ارض بطحا سے نمایاں ہو کے اقطاع عالم میں پھیل گئیں۔

اسلام کو علم سے کیا اور کیسا لزوم تھا اس کے ظاہر کرنے کے لیے قرآن پاک کی یہ دو جملے غالباً کافی ہوں گی کہ ایک جگہ وہ حضرت عالم الغیب فرماتا ہے [illegible] بندگان خدا میں سے صرف علما ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ اور دوسری جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے۔ تم میں سے جو لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور جنھیں علم عطا ہوا ہے اُن کے درجے اللہ جل شانہ بلند کرے گا [illegible] علم کے [illegible] آیتیں [illegible] روایتیں حضرت رسالت مآب کے ارشادات کو خیال کرو تو آپ فرماتے ہیں "علم حاصل کرو۔ اس لیے کہ جستجوئے علم کا سیکھنا نیکی ہے۔ اس میں مشغول رہنا تسبیح ہے۔ اس کی جستجو جہاد ہے۔ اس کی طلب عبادت ہے۔ اور اس کی تعلیم دینا خیرات کرنا ہے"۔ اس سے بھی زیادہ زوردار سے کے آپ فرماتے ہیں "دنیا و آخرت کی خوبیاں علم سے وابستہ ہیں۔ اور دنیا و آخرت کی ساری برائی جہالت کی بدولت ہے"۔ اس سے بھی قطع نظر کر کے دیکھو کہ حضرت سرور کائنات نے شائقین علم سے بڑے بڑے کتنے بڑے وعدہ فرما دیے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ "روز جزا کو طالبان علم کی روشنائی اور جہاد کرنے والوں کا خون تولے جائیں گے اور بالکل ہموزن [illegible] نہ ان کا پلہ اُن سے نیچا ہوگا اور نہ اُن کا اِن سے"۔ پھر اس کے بعد یہ فرما کے کہ "طلب علم میں ایک دن کا صرف اللہ جل شانہ کو مجاہدوں کے سو جہادوں سے زیادہ پسندیدہ ہے اور جو کوئی مرے اور قلم دوات کو اپنا ورثہ چھوڑ جائے وہ جنت میں داخل ہوگا" طالبان علم کی حوصلہ افزائی کر دی۔ اتنے پر بھی آپ نے کفایت نہیں فرمائی بلکہ مسلمانوں کے

دلون مین علم کا ذوق و شوق پیدا کرنے کے لیے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "عالم کو بے علم عابد پر وہی فضیلت ہے جو مجھکو تم مین سے کسی ادنیٰ اور معمولی شخص کے مقابلہ مین حاصل ہے"

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہین "انسان مین جتنی علم و فضل کی کمی ہوتی ہے اُتنی ہی اُس کی قدر و قیمت بھی کم ہوتی ہے" پھر فرمایا "علم ایک ندی ہے - اور حکمت ایک سمندر - علما اس ندی کے کنارے جا رہے ہین - صاحبان حکمت سمندر کے درمیان مین غوطہ زن ہین - اور خدا شناس نجات کی کشتیون پر سوار اس دریا مین سفر کر رہے ہین" اس کے بعد جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے علم کی برکتون سے فائدہ اُٹھانے کا شوق خود علما کے دلون مین پیدا کرنے کے لیے فرمایا "جو شخص لوگون کا پیشوا بننا چاہتا ہو اُس کے لیے لازمی ہے کہ پہلے خود اپنے نفس کو تعلیم دینا شروع کرے اور زبان سے تعلیم دینے کے بجاے اپنے نعال و اخلاق سے تعلیم دے"

ایک مرتبہ جناب رسول خدا صلعم سے کسی نے پوچھا "سب سے اچھا کام کون ہے" ارشاد فرمایا "خدا کا علم اور اُس کے دین مین بصیرت" اُس نے کئی بار یہ سوال کیا اور ہر بار آپ نے یہی جواب دیا - تب اُس نے عرض کیا "یا حضرت مین علم کو نہین پوچھتا - مین تو سب سے اچھا کام پوچھتا ہون - فرمایا علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی سودمند ہے - اور جہل کے ساتھ چاہے بہت سے اعمال ہون اتنے سودمند نہین"

انھین امور کا لحاظ کر کے خود جناب سرورکائنات نے یہ پیشین گوئی بھی فرما دی کہ "میری امت کی ہلاکت و تباہی کا باعث صرف دو باتین ہون گی - علم کو چھوڑ دینا اور دولت کو جمع کرنا"

علم کی ان برکتون اور فضیلتون ہی کی وجہ سے صاحب علم کی ذمہ داریان بڑھی ہوئی ہین - اور اُس کی لغزش ناقابل عفو لغزش ہے - حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ "عالم کی لغزش کا دنیا مین ڈھنڈھورا پٹ جاتا ہے - اور جاہل کی لغزش اُس کی جہالت کے دامن مین آ کے لوگون کی نظر سے چھپ جاتی ہے"

جو چیز نہ معلوم ہو اُس کی لاعلمی کا اعتراف کرنا علم کے خصائل مین ہے - امام شعبی ائمہ تابعین مین بہت بڑے پایہ کے بزرگ تھے - کسی نے اُن سے کوئی مسئلہ پوچھا - فرمایا "مجھے نہین معلوم" لوگون نے کہا "آپ کو لاعلمی کا اقرار کرتے ندامت نہین

ہوتی؟ "کہاں ندامت کیسی؟ جب فرشتون نے اقرار کرلیا کہ "لا علم لنا" تو انسان کیا چیز ہے؟" لقمان کی نصیحت تھی کہ "علما کی صحبت مین بیٹھا کرو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ لوگون کو نور حکمت سے ویسے ہی زندہ کردیا کرتا ہے جس طرح کہ زمین کو برسات کے پانی سے زندہ کرتا ہے"۔ عبداللہ بن مسعود کا جو صاحب علم صحابہ رسول اللہ مین جو رتبہ ہے مخفی نہین۔ اُن کا معمول تھا کہ طلبۂ علم کی صورت دیکھتے ہی ان الفاظ مین اُن کی طرف خطاب کیا کرتے "مرحبا اے حکمت کے سرچشمو! تاریکی دور کرنے والے چراغو! پرانے کپڑون اور تازہ دلون والو! اور اے اپنے اپنے خاندان کے باغ کے تازہ نونہالو!"

ایک مرتبہ جناب سرور کائنات نے صحابہ سے فرمایا "جانتے ہو کہ سب سے زیادہ فیاض کون ہے؟" عرض کیا گیا "حضور فرمائین تو معلوم ہو"۔ ارشاد ہوا "سب فیاضون کا فیاض تو وہ خدائے عزوجل ہے۔ اس کے بعد مین سارے بنی آدم سے زیادہ فیاض ہون اور میرے بعد سب سے بڑا فیاض وہ ہے جو علم حاصل کرے اور پھر لوگون مین اُس کی اشاعت کرے۔ قیامت کے دن وہ بجائے خود ایک پوری امت بن کے اُٹھے گا۔"

اس سے ظاہر ہے کہ اشاعت علم مین بخل کرنے سے بڑا کوئی بخل نہین۔ چنانچہ خود حضرت رسالت نے فرمادیا کہ "خدا نے جس کسی کو علم عطا کیا ہے اُس سے عہد لے لیا ہے کہ اُسے کسی سے نہ چھپائے۔ لہذا جو لوگ علم کی اشاعت مین کمی کرتے ہین وہ دراصل خدا کا عہد توڑتے اور اُس کی امانت مین خیانت کرتے ہین"۔ یہی وجہ ہے عہد اولین اسلام مین مسلمانون مین علم و فضل کا ایسا مذاق پیدا ہوگیا تھا کہ کسی عمومی شخص سے بھی کوئی ذہانت اور طباعی کی بات ظاہر ہوتی تو لوگ اُس کی بے حد قدر کرتے۔ اس کا اندازہ اس دلگی کے ایک پرلطف واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ امام مالک جن دنون اہل مدینہ مین تبلیغ و اشاعت علم کر رہے تھے ایک شخص اپنے گھر مین بیٹھا تھا اور بی بی کو طلاق دینے پر تلا ہوا تھا۔ عورت بھاگنے کے لیے یا مذاقاً یا جس خیال سے ہو سیڑھی پر چڑھ گئی۔ جو گھر مین دیوار سے لگی کھڑی تھی۔ شوہر نے کہا "اگر تو اوپر چڑھے تو، نیچے اُترے تو یا سیڑھی پر ٹھہرے تو ہر صورت مین تجھ پر طلاق ہے"۔ یہ سنتے ہی بی بی بے تحاشا سیڑھی پر سے پھاند پڑی۔ اور اُس کے اس فعل کو حیرت کی نظر سے دیکھ کے شوہر بولا "میرے مان باپ تجھ پر فدا۔ تو نے یہ ایسا کام کیا ہے کہ اگر امام مالک کا انتقال ہوگیا تو اہل مدینہ فتویٰ لینے کو تیرے ہی پاس آیا کرین گے"

گر افسوس علم کی تحصیل و اشاعت مین مسلمانون کو ابتدا مین جو ذوق و شوق تھا، وہ جس طرح دوست علم کے لٹانے مین وہ کافر و مومن اور چھوٹے بڑے سب کے ساتھ یکسان فیاضی کیا کرتے تھے وہ جوش تھوڑے دنون بعد جاتا رہا۔ چنانچہ فضیل بن عیاض جو اکابر سلف مین ہین، ایک دن زمانہ کا رنگ اور علما کا بخل دیکھ کے کہنے لگے "جب اہل علم اپنی عزت کرتے تھے، دولت علم کی حفاظت کرتے اور اسے اس کے محل مین صرف کرتے تھے بڑے بڑے جبابرہ ان کی گردنین ان کے سامنے جھک گئی تھین۔ لوگ ان کے مطیع منقاد تھے اور ہر شخص ان کے نقش قدم پر چل رہا تھا۔ مگر جب سے انھون نے خود ذلت گوارا کر لی۔ اور دنیا پرستون کے سامنے علم کا نذرانہ پیش کرنے لگے ذلیل و حقیر ہو گئے۔"

بہر تقدیر ان تمام باتون سے صاف ظاہر ہے کہ کبھی ہم حامل و خادم تھے علم کے اس کا اصلی کام ہم سے رہے تھے۔ اور ساری دنیا ہمارے چشمۂ علم سے سیراب ہو رہی تھی لیکن تھوڑے ہی زمانہ کے بعد ہم نے خدا کے عہد کو توڑ دیا۔ علم کو اور علم کے ساتھ خود اپنے آپ کو ذلیل کر لیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ آج ہم سب سے بدتر اور علم مین سب سے کم تر سمجھے جاتے ہین۔ جو قومین ہم سے علم لے کے دولت مند بنی ہین آج وہ ہمارے ساتھ فیاضی کرنے کو تیار ہین مگر ہم مین اتنی بھی تو لیاقت نہین کہ ان کے اس علمی جود و سخا سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکین۔ آج ہی کل نہین ایک مدت سے ہمارا علمی ذوق پھیکا پڑ گیا اور چونکہ علم اور اسلام دونون ایک دوسرے سے وابستہ ہین۔ اس لیے علم کی بے قدری کے ساتھ ہمین اپنی دینداری اور اپنے اسلام مین بھی نقصان نظر آنے لگا۔ چنانچہ مثل مشہور ہو گئی ہے کہ "مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب"

اب ایک مدت کی ناامیدی کے بعد سر سید مرحوم نے ہماری اجڑی ہوئی تاریک منسان اور خاموش محفل مین علم کا ایک چراغ روشن کیا تھا جس کی شعاعین مسلمانون کی تدریجی بیداری کے ساتھ زیادہ روشن ہوتی جاتی تھین۔ ان کے مذاق نے کڑوے تیل کے چراغ سے ترقی کر کے وہ لیمپ بنا اس لیمپ کی روشنی مین بھی یونانیو ترقی ہوتی گئی یہان تک کہ گیس کے درجہ کو پہونچ گیا۔ اور اب سر آغا خان کی کوششین اس وہ عملی قوت کا برقی لیمپ بنانے والی ہین جس کی شعاعین ممالک اسلام ہی تک محدود نہ رہین گی بلکہ قومی سرحد سے تجاوز کر کے غیر ممالک اور غیر اقوام تک بھی

روشن کردیں گی۔

احادیث و روایات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ تبلیغ علم کا دائرہ ہم نے اپنے عروج کے زمانے میں اہل اسلام ہی تک محدود نہیں رکھا تھا بلکہ جس طرح ہر ملک اور ہر قوم کے خزانوں سے ہم نے علم و حکمت کو حاصل کیا تھا۔ اُسی طرح اُس کی اشاعت کرتے وقت بھی ہم نے کسی قوم کسی مذہب اور کسی ملک کے ساتھ علمی فیاضی میں بخل نہیں کیا۔ اسی طرح اب بھی ہمیں امید ہے کہ ہماری یہ مجوزہ علمی یونیورسٹی تعلیم کے دائرہ سے کسی گروہ اور جماعت پر محدود نہ رہے گی۔ اس میں شک نہیں کہ اپنی قومی ضرورتوں کے لحاظ سے ہم اُس کے نصاب میں مناسب رد و بدل کریں گے مگر یہ ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ تعلیم دینے میں ہم کسی کے ساتھ بخل کریں یا کسی کی طرف سے بے پروائی کریں۔ بڑی خوشی کی بات ہو گی اگر ہماری یونیورسٹی سے ہندو مسلمان عیسائی پارسی یہودی سب قومیں فائدہ اُٹھا سکیں۔ خصوص مسلمانوں کے اندرونی فرقوں کا تو اس محل پر تذکرہ بھی نہ آنا چاہیے۔ یہ کالج نہ سنیوں کا ہے نہ شیعوں کا نہ اہل حدیث کا نہ حنفی شافعی مالکی حنبلی فرقوں کا بلکہ یہ عام مسلمانوں کا کالج ہے اور انھیں کی یونیورسٹی بھی ہو گی۔

سر آغا خان اگرچہ ایک خاص فریق کے مقتدا اور پیشوا ہیں مگر اُن کی وسیع الاخلاقی اور عام ہمدردی نے آج انھیں مسلمانوں کے تمام فرقوں کا پیشرو بنا دیا ہے۔ سید مرحوم اس بات کی تمنا اپنے ساتھ قبر میں لے گئے کہ علماء مشائخ اُن کا ساتھ دیں۔ مگر اُن کی یہی آرزو جسے وہ اپنے سینہ سے لگائے قبر میں آرام کر رہے ہیں آج ایک ایسے بزرگ کی کوشش سے پوری ہوئی جو نہ سنی ہے نہ اثنا عشری نہ مقلد ہے نہ غیر مقلد بلکہ ایک دوسرے ہی فرقہ کا سرتاج ہے جس نے سارے مسلمانوں کو چاہے کسی خیال کسی عقیدے اور کیسے ہی مذاق کے ہوں ایک صف میں لا کے کھڑا کر دیا۔ کتنی بڑی حیرت کی بات ہے کہ آغا خان کی خدمت میں علمائے فرنگی محل کا ڈپوٹیشن پہونچا۔ اور وہ یونیورسٹی فنڈ کے لیے اپنے گروہ سے جمع کر کے چندہ دے رہا ہے۔ حالانکہ یہی بزرگان امت ہیں جنھوں نے ابھی چند ہی سال ہوئے علیگڈہ کالج کے لیے چندہ دینے کو ناجائز قرار دیا تھا۔

سنا جاتا ہے کہ علما و مجتہدین شیعہ نے ایسی گرمجوشی نہین دکھائی جیسی کہ چاہیے تھی مگر ہمین یقین ہے کہ رفتہ رفتہ وہ بھی اپنا برکت کا ہاتھ اس تحریک کے بانیون کی پیٹھ پر رکھتے جائین گے - اور جس اتحاد کی بنیاد سر آغا خان کی مبارک ذات سے پڑی ہے وہ پورا ہو کے رہے گا - اور سب کے ذہن نشین ہو جائے گا کہ علیگڈھ کالج کسی ایک فریق کا دار العلوم نہین بلکہ سارے مسلمانون کا دار العلوم ہے -

بعض شیعہ اخبارات نے اس موقع پر اس قسم کے افسوسناک مباحث چھیڑنا چاہے ہین کہ کالج کو روسائے شیعہ سے کتنا سرمایہ ملا اور اُس کے معاوضہ مین شیعون نے اُس سے کس قدر فائدہ اُٹھایا - یہ نہایت ہی بے محل بے موقع اور نامناسب ہے ہم مانے لیتے ہین کہ ہمارے کالج کو سب سے زیادہ مدد حضرات شیعہ ہی کی فیاضی سے ملی - اور اُن شیعون کو جنھون نے اس کار خیر مین شرکت کی ہے ہم اور سارے مسلمان سنی ہون یا شیعہ یا کسی فریق کے ہون اپنا سرتاج سمجھتے ہین - اُن کا ادب سب سے زیادہ کرتے ہین - اور سچ یہ ہے کہ شیعون کی ترقی کو ہم اپنی ہی ترقی تصور کرتے ہین -

یہ بھی علیگڈھ کالج ہی کی برکت ہے کہ تعلیم یافتہ شیعون کو اہل سنت کے عروج سے مسرت ہوتی ہے اور سنیون کو شیعون کے اوج و عروج سے - نواب عماد الملک بہادر مولوی سید علی بلگرامی - بدر الدین طیب جی سے نامور ان کے اکثر بزرگون کی ترقی پر سنیون کو ویسی ہی خوشی ہوتی ہے جیسی کہ کسی اپنے فریق کی ترقی پر ہوتی سر آغا خان بھی گو اثنا عشری نہین مگر من وجہ شیعہ ہی ہین لیکن کبھی ہمارے اور عام سنیون کے دل مین یہ خیال بھی نہین گذرا کہ یہ حضرات ہمارے فریق مین نہین ہین -

نہین یہ سب ہمارے فریق مین ہین - اور ہم اُن کے مطیع و منقاد - اُن پر فخر کرنے والے - اور اُن کی خوشی پر خوش ہونے والے - اگر حضرات شیعہ غور فرمائین تو فوراً نظر آئے گا کہ بزرگان قوم مین زیادہ شمار شیعون ہی کا ہے - اور ہندوؤن کے مقابل جو مسلمانون نے حقوق لڑ جھگڑ کے حاصل کیے اُن سے زیادہ نفع اُٹھانے والے شاید وہی ہین - مگر نہین ہم کالج کی دنیا مین قدم رکھنے کے بعد نہ اُن کو شیعہ مانتے ہین اور نہ اپنے کو سنی - بلکہ کالج کی تحریک نے اپنی سب سے بڑی برکت یہی ظاہر کی ہے کہ

عام مسلمانون کا ایک نیا گروہ تیار ہوتا جاتا ہے جو لوگ بقول سید مرحوم کے ٹھیٹھ مسلمان ہین۔ اور اُن مین اِس کا امتیاز ہی نہین باقی رہا۔ کہ کون شیعہ ہے اور کون سنی۔ اور یہی ہماری آیندہ اقبال مندی کی ایک زبردست دلیل ہے۔ خدا اس ترقی کو روز افزون ترقی دے۔ اور یوماً فیوماً یہ فریقی امتیاز اُٹھتا چلا جائے۔

بہرحال یہ یونیورسٹی جن عام اصول پر قائم کی جائے گی اُن کو کسی فریق سے تعلق نہ ہوگا اور مسلمانون کی عام یونیورسٹی ہوگی جس مین سارے مسلمان اپنے مذاق اور اپنے اطمینان کے مطابق تعلیم پائین گے۔ اور ایسی تعلیم جو ان امتیازات کو روز بروز دنیا سے اُٹھاتی جائے۔ اور جو باتون اور تعصبات کا خلیج سمندر فرق اسلامیہ کے درمیان مین پیدا ہوگیا ہے بالکل پٹ جائے گا۔

یمن کا نقلی خزانہ

یمن کی قدامت ابھی تک مہذب اور متمدن دنیا کی نظر مین صدہا عظیم الشان راز چھپائے ہوئے ہے۔ جن کا پتہ لگانا اور اُنھین حل کرنا شاید عظیم الشان دولت عثمانیہ کی قسمت مین ہو علی الخصوص اس لیے کہ اب جمہوریت نے اُن کے تعلیم یافتہ لوگون اور علم کا مذاق صحیح رکھنے والون کو ہر قسم کی تحقیق و تنقید کی پوری آزادی دے دی ہے ترکان آل عثمان موجودہ رفتار زمانہ اور تغیرات زندگی کی برکت سے اب فقط وہی پرانی جنگجو اور نبرد آزما قوم نہین رہ گئے ہین بلکہ اُن کی بہت کچھ توجہ تہذیب تعلیم اور تحقیق و تنقید مین بھی صرف ہونے لگی ہے۔ لیکن اُن کی توجہ کے نتائج جب ظاہر ہون گے اُس وقت بتائے جائین گے سردست ہمین یہ ظاہر کرنا ہے کہ جس سرزمین کی قسمت کے وہ مالک ہین اُس کی آغوش مین کیسے کیسے قدیم تاریخی تبرکات کے مخفی ہونے کی امید ہے۔ اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ میدیا۔ اسیریا۔ اور بیبلونیا (بابل) کی قدیم باحشمت و شوکت سلطنتون کے وارث وہی ہین۔

دولت فراعنہ جو اپنے آپ کو سب سے قدیم ظاہر کرتی ہے اُس کے مقبوضات بھی فی الحال اسی دولت کے زیر سایہ ہین۔ بنی اسرائیل کی سب سے پرانی قوم اُنھین کی حدود مملکت مین آباد تھی۔ حضرت ابراہیم جس ملک سے چلے وہ بھی دولت عثمانیہ کے قبضہ مین ہے

اور جہان آئے فروکش ہوئے وہ بھی اُنھین کی حکومت پر فخر کر رہا ہے - لیکن نہین قدامت کے مخزن ان مذکورہ سرزمینون ہی پر ختم نہین ہو جاتے - بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ جنوبی حصہ عرب مین ایک اور بہت قدیم سلطنت قائم تھی جس نے کبھی ایسی ترقیان حاصل کی تھین کہ اُس کے فتحیاب اور اولو العزم حملہ آور سکندر سے بہت پہلے ہندوستان تک آ پہونچے تھے - یہ ملک یمن ہے جہان کی سلطنت تبابعہ قدیم سے قدیم زمانہ مین دنیا پر اپنی شائستگی اور تہذیب کی شعاعین ڈال رہی تھی - اور جس کی یادگار مین قبائل حمیر آج تک شرافت و شجاعت کا ثبوت دے رہا ہے - یورپین محققین مین سے اکثر لوگون کی نگاہین اس سرزمین کی طرف متوجہ ہین - سنہ ۱۸۷۲ء مین فرانس کی ایک جماعت محققین کی طرف سے سیو ہلیوی ایک مشن کے ساتھ اس خدمت پر مامور ہوئے تھے کہ ارضیا مین جا کے قدیم صابی یا حمیری کتبون کا پتہ لگائین - اُن کا جہاز بندرگاہ عدن پر جا کے لنگر انداز ہوا - ساحل پر قدم رکھتے ہی وہ سیدھے حُدیدہ کو روانہ ہوئے - وہان سے اُنھون نے صیفان کی طرف کوچ کیا - وہ تین اضلاع جن پر داعی کی حکومت ہے اُنھین مین سے ایک یہ صیفان ہے - داعی قبیلۂ بنی مکارم کا ایک والی تھا - اور یہ لوگ سرداران شہر نجران ہین جو اپنے قبیلہ اور اپنے حدود پر نہایت اثر رکھتے ہین اور نیز پولیٹکل اثر و رسوخ دو صدیون مین جزیرہ نمائے عرب مین ان لوگون نے بڑی بڑی فتحین حاصل کی ہین - الغرض سیو ہلیوی اس عربی سوئٹزرلینڈ مین باوجود بہت سی خطرناک جستجو کے ان سے ایک بھی ایسا کتبہ نہ فراہم کر سکے جو مفید و کارآمد ہو - شہر صنعا مین پہونچ کے وہ بیمار پڑ گئے اور کامل ایک مہینہ تک صاحب فراش رہے - اُن کا بیان ہے کہ صنعا بہت ہی خوبصورت شہر ہے جس مین اہل عرب کے قومی خصائص سب جگہ سے زیادہ ظاہر ہوتے ہین - آدھے کے قریب منہدم پڑا ہوا ہے - محلۂ بیر عذب جہان گذشتہ امام (حکمران) کے عشرتکدہ اور باغ ہین اور اسی طرح مشہور قصر غمدان سنسان پڑے ہین جن مین کوئی بسنے والا نہین - اور اُن کے کتبے تلف ہو گئے ہین - چند خاص عمارتون مین اور شہر کے صدر پھاٹک کی پیشانی پر چند پتھر ہین جن پر کچھ کندہ ہے - بہت ہی چھوٹے ہین اور اُن کا شمار وہ ۱۲ سے زیادہ نہین بتاتے - غائمان مین جو تقریباً پانچ گھنٹہ کی راہ پر جنوب و مشرق جانب واقع ہے اور بنی بہلول کے

علاقہ مین سب سے پہلے انھین ایک قدیم احاطہ کی دیوار کے کچھ نشان ملے جن مین سے [illegible] پتھر کے کتبون کے ہاتھ آئے اس کے بعد وہ صنعاء سے روانہ ہوئے [illegible] اور [illegible] کے خوبصورت اور خوش سواد میدانون کو جو بلد حارث مین شامل ہین تین دن مین قطع کر کے آگے بڑھے ان مقامات مین انھین قدیم کتبون کے چند [illegible] ہوئے [illegible] (جو ابھی تک [illegible] خولان) کی سرزمین سے [illegible] کا جو ایک بڑا مجموعہ ہے اور شہر [illegible] سے مغرب جانب ایک [illegible] پر واقع ہے انھین ایک کثیر تعداد [illegible] ملین - جن مین سے بعض تو قائم تھین اور بعض گر چکی تھین ان پر بڑے بڑے لمبے چوڑے کتبے تھے - یہ خاص مقام جہان یہ آثار سلف ہاتھ آئے ان کی [illegible] محرم بلقیس کہلاتا ہے - اور اسی بلقیس ملکۂ سبا کی طرف [illegible] روایات مذہبی حضرت سلیمان کی بیوی ہونے کی عزت حاصل ہوئی تھی یہان سے اور [illegible] ایک پہاڑی پر سے انھون نے کئی کتبے اپنے قبضہ مین کیے - مگر اس کے بعد جب وہ [illegible] کے علاقہ مین شہر شمر عا مین پہونچے تو وہان کے شیخ نے ان کو قید کر لیا اور [illegible] قید خانہ مین رکھا جس مین ایک اور شخص بھی مقید تھا جس نے یمن کے [illegible] یہودیون مین مسیحا ہونے کا دعویٰ کیا تھا خیر مسیو ہلیوی کو آزادی نصیب ہوئی اور انھین نظر آیا کہ شہر شمر عا [illegible] یادگارون سے بھرا ہوا ہے اگرچہ بہت سے کتبے اہل شہر کی بے پروائی سے کلیتہً تلف ہو گئے ہین - جن کا معمول ہے کہ کثرت سے [illegible] بناتے ہین اور جو پتھر ان کے ہاتھ مین آجاتا ہے اسے جلا ڈالتے ہین - اس مقام سے انھون نے پچیس کتبے بہم پہونچائے اور آگے روانہ ہوئے - دوسری منزل انھون نے مقام المدینین کی جو بلاد نجم مین واقع ہے - اور صنعاء سے مشرق جانب پوری ایک منزل کے فاصلہ پر ہے - اس کے قرب و جوار مین بھی بہت سے کتبے ان کو ملے - یہ علاقہ خانہ بدوش قبائل کا بہت بڑا گذرگاہ ہے جو ہر سال خاص موسمون مین اپنے گلون کو چرانے کے لیے اس جگہ لایا کرتے ہین - وہ ضلع جو مابین اوضیان اور جوف کے واقع ہے نہایت خطرناک اور خشک بے آب ہے - خود مسیو ہلیوی کو ایک رہبر کے حاصل کرنے مین نہایت دشواریان پیش آئین اور ایک مشتبہ چال چلن کے رہبر کو ساتھ لینے پر مجبور ہونا پڑا - جو صرف اس خیال سے کہ

سیاح (مسیو ہلیوی) ایک غیر ضرر رسان شہرے کا آدمی معلوم ہوتا تھا اور باشندگان یروشلیم کے لباس مین تھا۔ ساتھ جانے پر راضی ہوگیا۔ راستہ مین بہت سے کھنڈر ملے جن کو عربون نے منہدم کر ڈالا تھا یہ کھنڈر عادیات کہلاتے ہین۔ یعنی قوم عاد سے تعلق رکھتے ہین۔ یہ قدیم قوم ہے جو اسلام سے پیشتر تھی اور اسلام سے پہلے کی جتنی عمارتین عرب مین ہین سب اسی قوم کی طرف منسوب ہین۔ عرب لوگ ان قدیم لوگون کے بڑے ہوئے گناہ شمار ہین خدا کے خلاف تکبر و سرکشی کی بو پاتے ہین۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ ان قدیم مہذب لوگون کو اپنا بزرگ بتانے پر خوش ہون وہ اپنے تئین حضرت اسمٰعیل کی اولاد بتاتے ہین اور اگر کوئی شخص کسی عرب کی نسبت یہ خیال ظاہر کرنے کی جرأت کرے کہ وہ قوم عاد کی نسل سے ہے تو اُسے اپنی جان بچانا دشوار ہوجائے گا یہ خیال تو اس درجہ کو پہونچا ہوا ہے کہ حمیر کا نام بھی ملک مین حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یمن اور یہود حمیر ایک گالی ہے جو سب سے زیادہ توہین کرنے والی خیال کی جاتی ہے اور جب کوئی مسلمان کسی یہودی پر انتہا سے زیادہ برہم ہوتا ہے تو اُسے ذلیل کرنے اور شرم دلانے کے لیے اس لفظ کو زبان پر لاتا ہے۔ جناب یام کے قریب مسیو ہلیوی کو بہت سے مقبرے ملے اور وہان سے گذر کے وہ وادی سبا مین پہونچے جو ایک قابل زراعت زمین ہے اور ایک منزل کے قریب اُس کو ... ہے۔ اور الاحقاف کے صحراے اعظم کے حدود پر واقع ہے شہر ... مین مسیو ہلیوی سے عربون نے یہ بحث کی کہ تم نے وہ پتھر بھی دیکھا ہے جو حجرۃ الوقار کہلاتا ہے اور جو اُن کے اعتقاد کے موافق مسجد عمر کے اوپر ہوا مین معلق ہے۔ یہ پتھر از خود نہایت ہی آہستگی اور ترتیب کے ساتھ نیچے اُترتا آتا ہے۔ اور کہتے ہین جب مسجد کے مینار سے لگ جائیگا۔ زمین ہلنے لگے گی۔ قیامت آجائے گی۔ اور اُسی کے ساتھ دنیا کا خاتمہ ہوگا۔ مگر مسٹر ہلیوی نے اپنی جان بچانے کے لیے یہ کہدیا کہ اُس پتھر کو صرف مقدس علما ہی دیکھ سکتے ہین اور عام گنہگارون کی نگاہ سے وہ غائب ہے۔ اور اسی لحاظ سے مین نہین جان سکتا کہ اس دنیا کا کب خاتمہ ہوگا۔ اس پر سننے والون نے خوش عقیدگی اور خلوص کی شان سے جواب دیا "لاحول ولا قوۃ الا باللہ"۔ شمال و مشرق کی طرف آگے بڑھ کے وہ الفیل مین پہونچے جو نشیب جوف مین ہے۔

اس شہر کے نزدیک ایک نہر ہے جس میں مچھلیاں کثرت سے ہیں مسٹر ہلیوی نے اس نہر کو یمنی احکام اور بلدار حب میں بھی دیکھا تھا - وہاں سے یہ بہہ کے کوہ جزرا میں آتی ہے اور زمین العیش کے قریب غائب ہو گئی ہے - جو وسط نصف منزل کے فاصلہ پر قصبہ حیاش میں یہ پھر ظاہر ہوئی اور اُس دھارے میں جا ملی جو شہر حرّان سے آیا ہے - وہاں سے آگے یہ نہر السّدہ - البیضا اور ترکتا - کی طرف بہتی ہوئی گئی ہے پھر زیادہ مشرق کی طرف مڑ کے الحنفر اور مطمان کی طرف گئی ہے اور یہاں اس کا پانی کھیتوں اور میدانوں کی آبیاری میں کھپ گیا ہے - وادی صنعا میں مدینہ حزم بالشیر الحزم اور معین کی طرف جو ایک پرانا دارالسلطنت تھا انھیں بیس سو کتبے ملے - نشیبی جوف میں اُنھوں نے تین سو سے زیادہ کتبے بہم پہونچائے اور بلد نجران میں اُن کو یقین ہے کہ انھوں نے مدینۃ الاخدود یعنی قدیم زمانہ کے دارالسلطنت نجران کا پتہ لگا لیا - مسٹر ہلیوی نے اپنی واقفیت کے مطابق اس سرزمین میں اس بات کا بھی پتہ لگا لیا ہے کہ مشہور فرقہ وہابی کے لوگ دہریہ اسلامی علما سے روحانیات ہیں - مگر آرتھاڈاکس فقہ شافعیہ سے علاقہ رکھتے ہیں اور اسی فقہ کے مقلد بہت سے قبائل نجران ہیں اگرچہ مروجہ فقہ حنفیہ ہے - اس کے بعد مسٹر ہلیوی جنوب کی طرف پلٹے اور بلندی جوف کے شہر الظاہر میں پہونچے - یہاں ہوا کو چھلیا ہے کے قرب و جوار کے اور سب جگہ کثرت سے کھنڈر پڑے ہیں مگر انھیں چند ہی کتبے ہاتھ آئے - الغیل میں واپس آ کے ایک یہودی کی رہبری سے وہ شہر براقش میں پہونچے جہاں انھیں قدیم صابئین کا ایک منہدم شہر ملا اُس کی دیوارون کا کچھ حصہ اب تک قائم ہے اور کتبوں سے بھرا ہوا ہے جو نہایت خوشنمائی سے کندہ کیے گئے ہیں - یہ کتبے بطول بالبطال کا نام پیش کرتے ہیں - اس قرب و جوار میں مسٹر ہلیوی جن دیگر مقامات میں گئے اُن میں ایک شہر عقبہ ہے جو صاف طور پر بطلیوس کے شہر انقہ کو یاد دلاتا ہے - اس کے بعد وہ وادی رحبہ میں گئے جہاں خربۃ السّعود میں انھیں ایک دوسرا منہدم شہر ملا مگر رہبروں نے یہاں سے زیادہ کتبے لینے کی اُن کو اجازت نہ دی عرب میں بھی سختی سے اُن کی نگرانی کی جاتی تھی اور اب عربوں نے انھیں اس سختی سے ستانا شروع کر دیا تھا کہ انھیں اپنا سفر ختم

کرنا پڑا۔ وہ تمام کتبے جن کو وہ لے آئے اُن کی تعداد چھ سو پچاس تھی جن میں بعض مسلم بھی ہین۔ اور ٹکڑے بھی۔ ان مین سے اکثر تو چھوٹے ہی چھوٹے ہین مگر چند ایک معتد بہ حصہ تک لمبے ہین۔

الغرض ان کتبون کا جو کچھ ذخیرہ مسیو دلیوی جمع کر سکے غالباً یمن کی تاریخ قدیم بیان سے بہت اثر پڑتا ہوگا۔ مگر افسوس ابھی تک ہمین اُن کتبون کا مضمون اور اُن کی عبارتین نہین معلوم ہو سکین۔ اب علم دوست اور آزادی پسند ترکون کی باری ہے کہ ان کامون کے لیے اُٹھین اور دنیا پر ثابت کر دین کہ شخصی سلطنت کو پامال کر کے انھون نے جمہوریت حاصل کی ہے تو وہ اس کے مستحق اور اہل بھی ہین۔ مگر افسوس کہ ابھی تک وہ یمن مین امن و امان بھی نہین قائم کر سکے اور یہ مقاصد اُسی وقت پورے ہو سکتے ہین جب ترکون کو حکمرانی کی دشواریون سے نجات ملے۔

مختلف واقعات اور رائین

خوشی کی بات ہے کہ جیسی اولوالعزمی سے سر آغا خان اُٹھے تھے ویسی ہی بلند حوصلگی سے مسلمانون نے اُن کا استقبال بھی کیا۔ اب یونیورسٹی کی تکمیل و تقویت کے لیے ایک کرور روپیہ کی ضرورت بتائی جاتی ہے۔ اور بے شک اس سے کم مین یہ کام نہین ہو سکتا۔ لیکن امید ہے کہ یونیورسٹی کا چارٹر ملتے ملتے اس پوری رقم کا سرانجام ہو جائیگا۔

اب کی مردم شماری مین زبان کا خانہ ایسا مشتبہ اور ناقص رہا کہ اُس کا کسی طرح اعتبار نہین کیا جا سکتا۔ ہندو شمار کنندون کو جہان موقع ملا ہندو درکنار مسلمانون کی زبان بھی ہندی لکھی اور مسلمان شمار کنندون نے ہندؤن کی بھی اردو۔ مسلمانون کا خیال یہ ہے کہ بلندی ہند کی زبان مین در اصل کوئی تفریق نہین۔ اور ایک ہی زبان ہی جسے شعرا اور پڑھے لکھے لوگ اردو کہتے ہی اور عوام الناس ہندی۔ اسی لحاظ سے اگر کوئی فرق ہے تو فصیح اور عامی زبان کا یعنی تعلیم یافتہ لوگون کی فصیح زبان اردو ہے اور جاہلون کی ہندی اسی خیال سے اکثر سمجھدار مسلمانون نے خود ہی اپنی زبان ہندی لکھوائی ہے۔ اور یہی صحیح و مناسب بھی ہے۔ آئندہ موقع پر عام مسلمانون کو اپنی زبان ہندی ہی

ہونی چاہیے - کیونکہ جو زبان بولی جاتی ہے وہ ہندی ہی ہے - اردو صرف کتابی زبان کا نام ہے - یہ جھگڑا اسی طریقہ سے بہ آسانی طے ہو سکتا ہے کہ اگر ہمارے ہندو دوستون کو اردو کے لفظ سے نفرت ہے تو ہم بھی اس لفظ کو چھوڑ دین اور خود ہی قبول کر لین کہ ہماری زبان ہندی ہے - مسلم لیگ اور تمام مسلمان انجمنون کو آیندہ حمایت زبان کے مسئلہ مین یہی پہلو اختیار کر لینا چاہیے -

---

ہمارے لکھنؤ کے مشہور و نامور طبیب حکیم محمد عبد العزیز صاحب حج سے فارغ ہو کے واپس آگئے اور بمبئی سے لکھنؤ تک ہر جگہ بڑی دھوم دھام سے اُن کا استقبال کیا گیا - حکیم [illegible] صاحب نے لکھنؤ مین تشریف لا کے اس امر کی تحریک کی تھی کہ طبی کانفرنس کا آیندہ اجلاس لکھنؤ مین ہو - مگر اس کی کارروائی حکیم عبد العزیز صاحب کے آنے پر ملتوی رکھی گئی تھی اب حکیم صاحب موصوف کے تشریف لانے کے بعد جلد تر اس بات کا تصفیہ ہو جانا چاہیے اس مین شک نہین کہ طبی کانفرنس کا قیام ایک ضروری اور اہم چیز ہے - قطع نظر ترقی طب کے اطبا کے پولٹکل حقوق کی نگہداشت بھی بغیر کانفرنس کے نہین ہو سکتی -

---

ربیع الاول مولد شریف کا مہینہ ہے - مولد کی صحبتون نے اب کی سال کسی قدر پہلو بدلا ہے - تعلیم یافتہ مسلمانون کو اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ اس زمانہ مین ہر سال عید ولادت سرور کائنات منایا کرین - چنانچہ میلاد کی کئی صحبتون مین بجائے عام قسم کے مولد پڑھنے کے مولانا شبلی یا دیگر بزرگون نے لکچر دیے - اور اُن کا اچھا اثر ہوا - یہ طریقہ نہایت پسندیدہ ہے اور بہتر ہو کہ ہر سال ان ایام مین قابل اور فاضل لوگ سیرۃ محمدیہ اور اسلام کی ضرورت و حقیت پر لکچر دیا کرین -

---

ندوۃ العلما مین طلبہ کی جانب سے جو صحبت میلاد ہوئی تھی اُس مین شمس العلما مولانا شبلی نعمانی نے اس بات کی ضرورت بتائی کہ جناب سرور کائنات صلعم کی ایک مستند و مدلل سیرۃ مرتب کی جائے جو یورپ اور انگلستان کے تمام مصنفین سیرۃ محمدیہ کے

خیالات کو پیش نظر رکھ کے اور دشمنان اسلام کے تمام حملوں پر نظر ڈال کے بہت استناد کے ساتھ مرتب کی جائے اور پھر اس کے ترجمے عربی و فارسی ترکی اور دیگر زبانوں میں شایع کیے جائیں۔ مولانا نے اسی وقت اس کام کے لیے ایک فنڈ کھولا۔ بیس پندرہ روپیہ خود دیے اور فرمایا کہ کم از کم پچاس ہزار روپیہ میں یہ کام انجام پا سکے گا۔ ہم بھی دس روپیہ اپنی طرف سے دینے کا وعدہ کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ تمام مسلمان اس کار خیر میں ضرور شرکت فرمائیں گے۔ مسلمانوں کا سب سے اہم اور ضروری فرض یہ ہے کہ اپنے پیغمبر برحق کی ایک مستند و مکمل سیرۃ مرتب کر کے دنیا کے سامنے پیش کر دیں۔

لیکن اس بارے میں ہمیں اتنا اور عرض کرنا ہے کہ اکیلے مولانا شبلی ہی نہ ہوں بلکہ تمام مستند و مشہور علماے دین کو اس میں شریک کرنا لازمی ہے۔ بہتر ہو کہ سیرۃ نبوی کے متعلق جو اہم اور قابل بحث واقعات پیش آئیں ان کے مباحث ٹریکٹ کی حیثیت سے چھپوا کے پہلے صاحب علم لوگوں کے سامنے پیش کر دیے جایا کریں اور ان کی رائیں ملنے کے بعد ایک خاص مجلس علما جس میں مختلف خیالات کے اہل علم شریک ہوں طے شدہ مباحث کو مدون و مرتب کرے۔

چند کتابوں اور رسالوں پر ریویو

آئینۂ حیرت ۔ یہ مسز ہنری ووڈ کے ایک مشہور ناول کا ترجمہ ہے جسے مولانا عبید اللہ العبیدی سہروردی مرحوم کی صاحبزادی۔ اور مولوی شاہد سہروردی ایم۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی بیرسٹرایٹ لا کی خاتون محترمہ جناب خجستہ اختر بانو سہروردیہ بیگم صاحبہ نے نہایت ہی خوبی کے ساتھ فصیح و بلیغ اردو میں شائع فرمایا ہے گو بعض الفاظ و محاورات ہمیں غیر مانوس نظر آتے ہیں مگر شریف بی بی کی زبان میں جو تہذیب و لطافت ہونی چاہیے مسز سہروردیہ کے لٹریچر میں پوری طرح پائی جاتی ہے۔ مسز سہروردیہ پہلی مسلمان خاتون ہیں جو تصنیف و تالیف کی دنیا میں آئی ہیں۔ مسلمانوں ہی کو نہیں سارے اہل ہند کو اس کتاب سے نہایت اعلیٰ درجہ کا عبرت ناک اخلاقی سبق مل سکتا ہے

[illegible] زبان کے شائقین لوگوں کی قدر کرنی چاہیے اس کتاب کو کلکتہ یونیورسٹی نے ڈگری کولیشن کے نصاب تعلیم میں داخل کر لیا ہے یہ کتاب ٹائپ میں نہایت اعلیٰ درجہ کی چھپی ہے - اور ۱۴ [illegible] صفحون پر ختم ہوئی ہے قیمت عام شائقین سے دو روپیہ اور [illegible] سے [illegible] درخواستین نمبر ۳ [illegible] الیمسٹ [illegible] کلکتہ - کے پتہ پر عالی مرتبہ مصنف صاحب [illegible] بھیجی جائیں -

---

[illegible] حضرت شیخ الشیوخ سہروردی [illegible] تاریخ اور [illegible] کا مذاق بڑھتا جاتا ہے [illegible] سے مصنفین بھی طرز تحریر میں ترقی کرتے جاتے ہیں - چنانچہ [illegible] مضمون [illegible] جس میں حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی کے صاحبزادہ مولانا حسن میان صاحب نے حضرت ابو النجیب عبد القاہر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی حالت قلمبند فرمائی ہیں - اور یہ [illegible] نہیں کہ حسن میاں صاحب نے تصنیف کا حق [illegible] قابلیت اور سلیقہ سے ادا کیا ہے جس کو ہم ان کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں - کتاب [illegible] اور روشن چھپی ہے - اور قیمت صرف [illegible] شائقین جناب مولانا سے [illegible] ضلع پٹنہ" کے پتہ پر خط بھیج کے طلب فرمائیں -

---

فیوضات مکتوبات مولانا محمد یعقوب کا حصہ اول - مولانا محمد یعقوب [illegible] دیوبند کے مدرس اول تھے - یہ اُن کے مکتوبات طریقہ اشغال امدادیہ صابریہ چشتیہ سے متعلق [illegible] جو دینداروں اور تصوف کا ذوق رکھنے والوں کے لیے نہایت مفید [illegible] اور ۲۰ × ۲۶ پیمانہ کے ۵۲ صفحوں پر ختم ہوئے ہیں قیمت [illegible] حکیم امیر احمد [illegible] [illegible] سے قلعہ علیگڈھ" کے پتہ پر خط بھیج کے طلب کیے جائیں -

---

تہذیب الاخلاق - مسلمانوں میں جو کچھ [illegible] اصلاحیں ہوئی ہیں [illegible] سرسید مرحوم نے اپنا رسالہ تہذیب الاخلاق جاری کر کے ڈالی تھی - گر [illegible] رسالہ [illegible] جب مسلمان اُس رسالہ کی قدر کرنے کے قابل ہوئے ہیں اُس وقت وہ [illegible] نواب محسن الملک بہادر نے بھی اُس کو جاری کیا تھا مگر تھوڑے دنوں [illegible]

اب اُسے سرسید کی یادگار کے طریقہ سے اخبار وکیل امرتسر کے دفتر نے از سرِ نو مولوی سید رشید صاحب عمادی کی ایڈیٹری مین جاری کیا ہے۔ ہمین یقین ہے کہ اب یہ رسالہ استقلال کے ساتھ جاری رہے گا۔ کیونکہ دفتر وکیل کی نسبت اطمینان ہے کہ کامیابی کے ساتھ جاری رکھ سکے گا۔ اور مولانا عمادی بھی ایسے بزرگون مین ہین جن پر پبلک کو پورا اطمینان ہو سکتا ہے۔ ابھی دو نمبر شایع ہوئے ہین۔ ضخامت ۳۲ جزو کے قریب ہے اور لیتھو مین ۲۰ × ۲۶ پیمانہ کے عمدہ کاغذ پر شایع کیا گیا ہے۔ قیمت عام خریداران سے تین روپیہ (للعـ۳) سالانہ اور خریداران وکیل سے ڈھائی روپیہ (عـہ۲) ہے۔ ہم چھ سات نمبر دیکھنے کے بعد رائے دین گے۔ ابھی صرف اُس کی اشاعت کا مژدہ سنا دیتے ہین۔ درخواستین "دفتر وکیل امرتسر" مین بھیجی جائین۔

قدرافزایانِ دلگداز

جو حضرات جنوری سنہ ۱۹۱۰ سے خریدار ہین اُن کی خدمتون مین ناول غیب دان دلھن ایک روپیہ دو آنہ پر وی پی بھیجا گیا۔ مگر کتنی حیرت کی بات ہے کہ بارہ سو خریدارون مین سے دو سو کے قریب وی پی واپس ہوئے۔ ان مین سے اکثر وہ حضرات ہین جنھون نے دو دو اور تین تین بار وی پی بھیجنے کی اجازت دی تھی اور اب انکار فرما دیا۔ اب کی مرتبہ ہم پرچہ اور روانہ کیے دیتے ہین۔ اگر خریدار رہنا چاہتے ہون تو آخر اپریل سنہ ۱۹۱۱ء تک ہمارے نقصان کا لحاظ کر کے عـہ۵ بھیج کے ناول مذکور کو منگوا لین ورنہ نام رجسٹر سے خارج کر دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد پھر اُن کے پاس دلگداز کا کوئی پرچہ حاضر نہ ہوگا۔

خاکسار محمد فاروق۔ منیجر دلگداز

تحفہ ہائے لکھنؤ

حضرات - لکھنؤ کی دستکاری کاریگری اور یہان کی چیزونکی نفاست وخوبی ساری دُنیا مین مشہور ہی - لکھنؤ ہندستان کا پیرس اور مشرقی تہذیب و شائستگی کا مرکز ہی - باہر کے اکثر حضرات کو یہان کی مختلف چیزون کی ضرورت رہا کرتی ہی اور غیر معتبر ذرائع سے مال منگوا کے نقصان اُٹھایا کرتے ہین - لہذا عام نفع رسانی کے خیال سے یہ کارخانہ کھولا گیا ہے جسمین نفع بہت ہی کم لیا جاتا ہی - اور بازار کا مال بازار ہی کی قیمت پر بہت احتیاط سے اور فوراً روانہ کیا جاتا ہی -

مگر فرمائش بھیجنے سی پہلے ہماری کارخانے کے قواعد کا ملاحظہ کرلینا ضروری ہے

خادم ملک محمد سراج الحق کشمیری محلہ لکھنؤ -

قواعد کارخانہ

(۱) جتنا اور جس قسم کا مال طلب کیا جائیگا ویلیو پی ایبل روانہ ہوگا۔

(۲) تین سیر کے اندر وزن کا مال وی۔پی۔ بذریعۂ ڈاکخانہ بھیجا جائے گا۔

(۳) جو صاحب بیس روپیہ سے زیادہ قیمت کا مال طلب فرمائیں انکو چوتھائی قیمت بذریعۂ منی آرڈر درخواست کے ساتھ ارسال فرمانی چاہیے۔

(۴) تین سیر سے زیادہ وزن کا مال بذریعۂ ریلوے پارسل روانہ ہوگا۔ اور اس قسم کا تمام مال عام اس سے کہ کسی قیمت کا ہو اُسکے لئے لازمی ہے کہ درخواست کے ساتھ چوتھائی قیمت بھی بھیجی جائے۔

(۵) جو صاحب بذریعۂ ڈاکخانہ مال منگوانا چاہتے ہون وہ اپنے ڈاکخانہ کا نام اُردو انگریزی دونون حرفون مین صاف اور واضح تحریر فرمائین۔ اور جو صاحب بذریعۂ ریلوے پارسل منگوائین وہ اپنے اسٹیشن اور ریلوے لائن کا پتہ اُردو انگریزی حرفونمین لکھین تاکہ سمجھنے مین دشواری نہو۔

(۶) اگر مال ناقص ہو یا خراب قسم کا ہو یا اس مین کسی قسم کا نقصان ہو تو واپس کرلیا جائیگا۔ اور اُسکی روانگی کا محصول کارخانہ ہذا اپنے ذمہ لیگا۔

(۷) پارسل کا محصول و باردانہ وغیرہ ذمۂ خریدار۔

لوازم حسن

(یعنے کارچوبی زیور)

یہ نئی ایجاد ہی اور خاص لکھنؤ کی کارچوبی کام کے ایسے نفیس وسبک ہلکے پھلکے زیور ایجاد کئے گئے ہین جو سونے چاندی کیطرح گران نہین ہوتے نازمینی و نازک دالی پر کوئی بار نہین ڈالتے اور پھر خوشنمائی مین سونے چاندی کے مرصع زیور کو بھی مات کرتے ہین یہان تو اب اسی کا فیشن ہوگیا ہی اور پھر آپ سمجھ سکتے ہین کہ جو لکھنؤ کا فیشن ہوگا اُسمین کوئی بات ضرور ہوگی

	چھوٹے	بڑے		چھوٹے	بڑے
۱۔ بجلی سادی۔	۵ر	۱۲ار	۷۔ گلوبند۔۔۔۔	۱۲ار و عہ	۱۰ار و عار
۲۔ بجلی گندھاؤدار	۸ر	عہ	۸۔ چھپکا۔۔۔	۱۴ار	عار
۳۔ اُودراج	۸ر	عہ	۹۔ سیس پھول یا چٹی کا پھول	۶ر	۱۲ار
۴۔ اُدھا جھمکا	۸ر	عہ	۱۰۔ جھالا۔	۱۲ار و عہ و عہ	عار و عہ و ۱۲ار
۵۔ جھمکا کرن پھول	۱۲ار	عار	۱۱۔ بُنسے کان کے	۲ر و ۳ر	۱۰ر و ۸ر
۶۔ جگنو	۸ر	۔ہ	۱۲۔ کیل ناک کی۔	۲ر	۴ر

تمدن واخلاق کے ضروریات

(١) ٹوپی - ساخت میٹھرو دو پلی و گول فیتہ دار و کلابتونی فی عدد ۲ روپیہ سے لیکر ۴ روپیہ تک پیمانہ آنا چاہیے -

(٢) ساز قلمدان - یہ وہ چیز ہے جو ہمیشہ خاص لکھنؤ ہی کے حصے میں ہی ایسا باریک اور نازک کام ہوتا ہے کہ دیکھنے والے کو حیرت ہو جاتی ہے سچ پوچھیے تو اہل قلم کا زیور یہی ہے - ۸ روپیہ و ۱۰ روپیہ -

(٣) مُہنال حقہ - مع اور بدری - فی عدد . . . . (۳ روپیہ و ۴ روپیہ)

(٤) لچھا عطردان - خاصدان میں رکھنے کا زنجیر و تین پان کی کیلین لگی ہوئی - اہل مذاق خصوص رؤسا کے لیے نہایت ضروری ہے - فی لچھا . . . . (۸ روپیہ و ۱۰ روپیہ)

(٥) پان مین لگانے کی کیلین - فی صد . . . . (۲ روپیہ و ۴ روپیہ)

(٦) چکن کے دوپٹہ - زنانے اور مردانے - فی عدد . . . . (۵ روپیہ سے ۲۰ روپیہ تک)

(٧) کلاہ چکن لکھنوی - ہر قسم کے کام کی چوگوشیہ و گول و دو پلی - قیمت ۳ روپیہ سے ۲۰ روپیہ تک -

(٨) خلال نقرئی - فی عدد . . . . (۶ روپیہ سے ۱۰ روپیہ تک)

(٩) فرد رضائی - ساخت لکھنؤ رنگ پختہ عرض ۲½ گز طول ۳ گز قیمت - ۱۲ روپیہ سے ۲۵ روپیہ تک

(١٠) لحاف - لکھنوی رنگ پختہ بہت اعلیٰ درجہ کی عرض ۲ گز طول ۳ گز قیمت ۱۲ روپیہ سے ۲۵ روپیہ تک

(١١) پلنگپوش - ساخت لکھنؤ رنگ پختہ عرض ۲ گز طول ۳ گز ۸ روپیہ سے ۱۲ روپیہ تک -

(١٢) تمباکو پینے کا - فی آثار . . . . ۱ روپیہ ۸ روپیہ ۴ روپیہ

(١٣) مٹی کے کھلونے - جو دنیا مین بے مثل مانے جاتے ہین اور فرنیچر کے لیے اُنسے اچھا کوئی دلچسپ سامان نہین ہو سکتا - فی درجن - ۱ روپیہ - ۲ روپیہ - ۳ روپیہ - ۵ روپیہ

(١٤) مٹی کے پھل - جو نہایت خوبصورت اور اصلی پھلون سے بالکل مشابہ - فی درجن ۲ روپیہ و ۴ روپیہ

المشتہر محمد سراج الحق کشمیری محلہ لکھنؤ

عطّارخانہ

ہر قسم کی دوائین اور جملہ اطبا کے نسخہ جنکے اجزا دوسری جگہ نہین میسر
آسکتے نہایت احتیاط اور کفایت سے بندھوا کے فوراً بہ تعجیل بھیجے جاتے ہین۔

اور جملہ معجون۔ اطریفل۔ شربت اور عرق جو بازار مین تیار ملتے ہین۔
بازار ہی کے نرخ پر روانہ ہوسکتے ہین۔

اس کے علاوہ عرقون معجونون اور ہر قسم کے نسخہ مرکب پورے اہتمام سے
بنوا کے اور ذمہ داری کے ساتھ تیار کرا کے روانہ کیئے جاسکتے ہین۔

جن حضرات کو ضرورت ہو کارخانہ ہذا سے مراسلت کر کے ایک دفعہ
امتحان کرلین اور دیکھین کہ یہ کارخانہ کس مستعدی سے انکی خدمتگزاری
اور انکی جملہ ضرورتین پوری کرنے کیلئے حاضر ہے۔

المشتہر محمّد سراج الحق کشمیری محلہ لکھنؤ

ایک مجرّب گولیان

ان گولیونکا ہزارون بار تجربہ ہو چکا ہی - اور آجتک کبھی بے اثر دکھائی نہین دین
جموگے کے خوفناک مرض کیلئے یہ گولیان اکسیر کا حکم رکھتی ہین - انکا استعمال
اوقات مقررہ پر وضع حمل سے تین ماہ پہلے سے مان کو کرایا جاتا ہی اور بعد ولادت
ہر تہان پر زچہ اور بچہ دونوکو استعمال کرائی جاتی ہین - اسکے بعد ہم پورے
یقین اور دعوے کے ساتھ اطمینان دلاتے ہین کہ بچہ اس مرض سے قطعاً محفوظ
و مامون رہے گا - ہر سال ہزارہا بچہ اس موذی مرض مین ضائع ہوتے اور مان باپ کے
کلیجونکو داغ دے جاتے ہین جسکا علاج ڈاکٹر حکیم بید کسی سے نہین بن پڑتا -
جن صاحبونکے یہان ولادت ہونیوالی ہو خصوصاً جن خاندانونمین اس مرض سے
بچے ضائع ہو چکے ہون وہ ان مجرّب گولیونکی ایک ڈبیہ منگوا کے ضرور رکھ لین اور ہم یقین
دلاتے ہین کہ انکے سامنے وہ اکسیر کو بھی بھول جائین گے - ہر ڈبیہ مین تیس گولیان
ہوتی ہین - جو ایک ولادت کیلئے بخوبی کافی ہین - قیمت فی ڈبیہ - (عہ)

المشتہر محمد سراج الحق کشمیری محلہ لکھنؤ

دلگداز پریس لکھنؤ مین باہتمام محمد فاروق مینجر مطبع چھپا

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر کے مشہور ناول اور مقبول عام تصانیف

تاریخ و رالاتف وغیرہ

حسن بغداد [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ناول کی قیمت ۔۔۔ ۱۲

[illegible]

تطبیب [illegible]

[illegible]

[illegible] عا

(۵) معین الدین چشتی حضرت قطب الہند خواجہ [illegible] کے [illegible] حالات اور آپ کے کمالات ۔۔۔ ۶

[illegible] کے [illegible] قریب کی ایک [illegible] قیمت ۔۔۔ ۳

(۶) حکم الرفاعیہ ۔ شیخ احمد رفاعی [illegible]

[illegible] قیمت ۔۔۔ ۳

(۸) آغا صادق صاحب [illegible] لکھنو کے حالات [illegible]

(۹) رقعہ انتخاب [illegible] پڑھنے کے [illegible] مولانا احمد مختار صاحب [illegible] سالہ ۱۲

تاریخی ناول

(۱۰) غیب دان دولھن ۔ یا [illegible] قابل [illegible] اسکی [illegible] میاں کو تمام [illegible] سے بجائے راہ [illegible] پر لگانا اور انتہائی ترقی پر پہنچا دینا ۔ نہایت عمدہ سوشل ناول قیمت ۔۔۔ ۱۲

(۱۱) فلپانا ۔ مولانا شرر کا سب سے تازہ تاریخی ناول [illegible]

[illegible] کا [illegible]

[illegible] اور

[illegible]

(۱۲) [illegible] مولانا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ۔۔۔ عا

(۱۳) یوسف و نجمہ ۔ [illegible]

[illegible] اور [illegible]

[illegible] ناول ۔۔۔ ۱۲

(۱۴) [illegible] ملکہ [illegible] دوسری [illegible]

[illegible]

(۱۵) فتح اندلس [illegible]

[illegible]

(۱۶) رنجارین اسلام کی [illegible] قیمت ۶

(۱۷) فردوس بریں ۔ [illegible]

[illegible]

اور جنت کی سیر [illegible] ناول [illegible] دوسری

[illegible] قیمت ۔۔۔ ۱۲

دلگداز اور اتحاد کی جلدیں

(۱۷) جلد دلگداز ۱۹ [illegible] مکمل بارہ پرچے) قیمت ۱۲

(۱۸) جلد دلگداز ۱۹۰۴ء دلگداز کے [illegible] پرچے جو ۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۶ء میں شائع ہوئے (بارہ پرچے) ۔ ۱۲

(۱۹) جلد دلگداز ۱۹۰۵ء (مکمل بارہ پرچے) قیمت ۱۲

(۲۰) جلد دلگداز ۱۹۰۶ء (مکمل بارہ پرچے) قیمت ۱۲

(۲۱) جلد دلگداز ۱۹۰۷ء (مکمل بارہ پرچے) ۔۔۔ ۱۲

(۲۲) جلد دلگداز ۱۹۱۰ء (بارہ پرچے) ۔۔۔ ۱۲

(۲۳) جلد اتحاد بابت [illegible] ۲۳ رسالے) قیمت ۱۲

مشہور تحریری اور تاریخی رسالہ جو ۱۸۸۷ء سے جاری ہے

جلد ۱۳   نمبر ۴

دلگداز

[illegible]   [illegible]

باڈیٹری

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی

باہتمام

محمد فاروق منیجر رسالہ و مطبع دلگداز

لکھنؤ

[illegible] بیگ خاں سے دلگداز پریس میں

شائع ہوا

تصانیف شرر کے نئے لائبریری ایڈیشن

نفیس مذاق اور فیاض قدر دانان علم کیلئے مولانا شرر کی نہایت پرانی کتابین بڑے اہتمام کے ساتھ واضح روشن مسطر اور عمدہ ولایتی چکنے کاغذ پر چھاپی جاتی ہیں جنکی نفاست دیکھنے کے قابل ہو۔ اس سلسلہ کا نام لائبریری ایڈیشن رکھا گیا ہو۔ اس کی جلدین بھی بہترین اور اعلیٰ درجہ کی رنگین ہیں جو حضرات پیشتر سے اجازت دے دیتے ہیں کہ لائبریری ایڈیشن کے رجسٹر مین نام درج کر لیا جائے انکو ہر کتاب بذریعہ وی۔ پی چھپتے ہی ۵ روپیہ کے بلا انتظار بھیجدی جاتی ہے۔ تمام کتابوں کے خریدار ہونے سے ۳۰ قیمت پر مجلدہ کے حساب سے اضافہ کر لیا جاتا ہو اگر علمی مذاق رکھنے والے منظور ہو تو لائبریری ایڈیشن کے رجسٹر مین اپنا نام درج کرا دیجئے۔

اس سلسلہ میں حسب ذیل کتابیں تیار ہو چکی ہیں۔

نمبر (۱) **افسانۂ مجنون** ـ مجنون عامری کی لائف جو نہایت مکمل لکھی ہو۔ قیمت فی جلد ۳

نمبر (۲) **قیس ولبنیٰ** ـ مشہور عاشق قیس بن ذریح عذری اور اس کی معشوقہ لبنیٰ کے حالات کو ایک نہایت پُر اثر اور دلچسپ لباس میں دکھایا گیا ہو۔ ایک پر سوز و گداز ناول ہو۔ ورنہ یہ بھی سوانحعمری ہی ہو۔ قیمت فی جلد

نمبر (۳) **حسن بن صباح** ـ بانی فرقہ باطنیہ کے حالات زندگی اسکی جنت اسکا علم و فضل اور اسکے کرشمے ... کتاب سے معلوم ہو سکتی ہو۔ قیمت فی جلد

اسی سلسلہ کی حسب ذیل کتابین ... میں ۱۹۲۶ء تک مکمل ہو جائیں گی۔

مقدس نازنین ـ ایک معاشرتی ... تاریخ حضرت رسالت مآب صلعم سے پیشتر کی تمام قومون ... والون۔ یونانیون مقدونیہ والون۔ رومیون ساسانیون ... وغیرہ کے حالات ... لکھے گئے ہیں کہ ایک نظر ڈال لینے سے ساری دنیا کی تاریخ ... مدارس میں تاریخ کی حیثیت سے سلسلہ درس میں داخل کرنے کے قابل ہو ... قیمت ...

زینبیہ ـ عہد یہود کا ایک جدید ناول ... بنی اسرائیل کی معاشرت و تاریخ کے سلسلہ میں رومیون کے ہاتھ سے بیت المقدس ... تباہی و پامالی دکھائی گئی ہو۔ اور ثابت کیا گیا ہو کہ کوئی کمزور و ناشائستہ قوم اپنی زبردست سلطنت سے بغاوت کرے اور نا قابلیت کے ساتھ آزادی چاہے تو اسکا کیا انجام ہوا کرتا ہو

امام ابو الحسن اشعری ـ سلسلۂ مشاہیر اسلام ... امام ممدوح کی سیرۃ آپکا مذہب اور آپ کا فلسفہ عقائد ... پر ... خدا شناسی کی فتح۔ فی جلد ...

فلورا فلورنڈا ـ ... یہی ناول کا جسے سلطان ہند نے بہت پسند فرمایا ہو ...

تاریخ بغداد ـ ... نہایت ناقص و نا تمام نسخے بازار میں چھپے ہوئے ہیں۔ اب اسے از سر نو مکمل و مرتب ... مصنفہ ... لائبریری ایڈیشن تیار کیا جاتا ہو۔ قیمت فی جلد ...

... منصور گڑھی سے ... کرنی چاہیئے۔

الملتمس ـ محمد ... منیجر دلگداز۔

حسن کی کرشمہ سازیان

جون آف آرک [illegible] کی مقدس [illegible]

نمبر ۲

[illegible] کے وہ [illegible] قوت سے [illegible]
[illegible] آگے [illegible] زمین [illegible]
[illegible] وہ تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ [illegible] نہین [illegible]
[illegible] فرانس کی حمیت [illegible] شاہ [illegible] کی پشت پناہی [illegible]
[illegible] ایک [illegible] وھان [illegible] کی شان دکھاتا ہوا [illegible]
[illegible] انگلستان [illegible] قبضہ تھا مگر پہلے [illegible]
[illegible] ملک تصور [illegible]
[illegible] جون کی کار [illegible] کامیاب [illegible]
[illegible] انقلاب پیدا کرکے [illegible] یہاں [illegible] دیا تھا [illegible]
[illegible] ہیبت بیٹھ گئی تھی - تاہم انگریز [illegible] اس بات کو
[illegible] شہر کو [illegible] فرانسیسیون کے حوالہ کر دین [illegible] آہستہ [illegible]
[illegible] اور جون [illegible] بے انتہا جوش و خروش سے [illegible]
[illegible] سپاہیون کے مردہ دلون مین نئی زندگی پیدا کی - [illegible] جون
نے دیکھا کہ جون آف آرک بغیر اس کے کہ ذرا بھی ہچکچائے اور اس کے قدم [illegible]
[illegible] جھنڈے کو ہلاتی ہوئی سیڑھی لگا کے شہر [illegible] تو سب سے

جان برکھیل کے چارون طرف سے یورش کردی۔

لیکن خود جون جب سیڑھی کے اوپر کے زینہ تک پہونچی اور شہر پناہ پر قدم جمانے کو تھی کہ ناگہان سیڑھی لڑھک کے نیچے آرہی اور اُس کے ساتھ ہی جون آف آرک بھی کھائی کے اندر تھی۔ گرنے مین کچھ ایسی چوٹ آئی کہ جون کو غش آگیا۔ مگر ہوش آتے ہی اپنے آپ کو سنبھالا۔ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ گرد جھاڑ کے اُوپر آئی اور فوج کو للکارا کہ" بہادرو! اسی حملہ پر لڑائی ختم ہے اور فتح تمھارے ہاتھ۔" ان سحر آگین الفاظ نے سب مین کچھ ایسا بلا کا جوش پیدا کر دیا کہ سر ہتھیلیون پر لے کے بڑھے۔ اور آناً فاناً مین انگریزون کو مغلوب کر دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد شہر انگریزون کے قبضہ مین تھا۔

اس معرکہ کے بعد انگریزون کے حوصلہ پست ہو گئے۔ اور انھین کلیتہً مایوسی ہو گئی۔ چنانچہ اُن کے سپہ سالار اعظم ٹالبوٹ نے خود ہی مصلحت دیکھ کے فرانس کے تمام شہرون پر سے اپنا قبضہ اٹھا لیا۔ اور سارے انگریزی لشکرون کو جو مختلف اطراف اور شہرون مین پھیلے ہوئے تھے۔ یکجا کر کے دار السلطنت پیرس کا ارادہ کیا۔

دوسری طرف جون آف آرک برابر شکستین دیتی اور فتوحات نمایان حاصل کرتی بڑھتی چلی جاتی تھی۔ اور اُس کے مقابل کسی جگہ انگریزون کا قدم نہ ٹکتا تھا۔ آخر وہ شہر رائمن مین پہونچی۔ جہان ۱۷ جولائی سنہ ۱۴۲۹ء کو اُس نے بڑے ہی اہتمام اور نہایت تزک و احتشام سے شاہ چارلس کو تاج شاہی پہنایا۔ تاجپوشی کے وقت جون حسب معمول سفید لباس پہنے اور علم ہاتھ مین لیے تخت کے آگے کھڑی تھی بادشاہ کو تاج مقتدای دین نے پہنایا۔ اور اُس کی کمر مین تلوار جون نے اپنے ہاتھ سے باندھی۔

ان سب باتون کو وہ ایک عجیب خلوص اور جوش مسرت سے اپنے ایک دینی اور روحانی فرض کی طرح بجا لائی اور جب تمام رسوم تاجپوشی ادا ہو چکے تو اُس پر ایک رقت کا عالم طاری ہوا۔ آنکھون مین آنسو بھر آئے۔ فوراً جھک کے چارلس کے قدمون سے لپٹ گئی۔ اپنے گرم آنسوؤن سے اُس کے قدم دھوئے اور نہایت جوش کے ساتھ بولی "اب حضور کی فتح پوری ہو گئی۔ اور مین نے جو کہا تھا کر دکھایا۔ بس اب مجھے آزاد کیجیے کہ خوش خوش اپنے گھر جاؤن۔ اپنے اُسی سنسان

گاؤن اور گوشۂ تنہائی مین ٹھہرکے چرخا کاتون اور باپ کی بھیڑین چراؤن جس مشغلہ مین کہ مین اس سے پہلے معروف تھی۔" چارلس نے یہ کلمات سُن کے کہا "بھلا اب مین اپنے اُس حامی اور اُس پشت پناہ قوم کو چھوڑ سکتا ہون جس نے قوم کو ہلاکت سے بچایا ہے؟ اب ملک کی ترقی اور قوم کی بہبود تمھارے ہی دم قدم سے وابستہ ہے۔ اور مجھ سے نہ ہوگا کہ کامیابی کے بعد تمھارا دامن ہاتھ سے چھوڑ دون۔"

بادشاہ کا یہ جملہ ساری قوم کی آرزؤن کا ترجمان تھا۔ اس لیے کہ اب فرانس کی ساری خلقت کو جون سے بے حد عقیدت تھی۔ اور سوا چند امرا اور فوجی افسرون کے جن لوگون کو جون کے ساتھ بغض و عناد تھا سارے اہل فرانس جون ہی کی رفاقت مین اپنی فلاح سمجھتے تھے۔ اُس کے جھنڈے کے گرد انھین تمام بزرگان سلف اور دیوتاؤن کی روحین نظر آتی تھین۔ بادشاہ کے روکنے سے وہ رُک تو گئی مگر اُسی گھڑی سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مسرت و شادمانی ہمیشہ کے لیے اُس کے دل سے رخصت ہوگئی اور گویا وہ بالکل بدل گئی۔ اب اُس مین نہ وہ قوی جمیت نظر آتی تھی۔ اور نہ وہ اگلی جوانمردی و شجاعت۔ نہ وہ رویائے صادقہ تھے اور نہ وہ الہام اور روحانی مکاشفات۔ اُس کی سیرت و طبیعت اُس کے اوضاع و اطوار۔ اور اُس کے افعال و اقوال مین ایسا حیرت انگیز انقلاب ہوگیا کہ اُس کی باتین سن کے اور اُس کی حالت دیکھ کے لوگون کو تعجب ہوتا تھا۔ اب بجاے اُس جوش اور اولوالعزمی کے وہ طرح طرح کے اوہام اور رکیک خیالات مین مبتلا اور اپنی حالت پر آپ ہی متحیر نظر آتی۔ ہر وقت رویا کرتی۔ اور جیسے وہ ساری قوت باطنی اُس سے سلب ہو گئی تھی۔

مگر یہ مزاجی انقلاب دیکھنے پر بھی بادشاہ نے اُسے اپنے پاس سے نہ جانے دیا۔ اور آخر اُس نے رائن کے گرجے سے اپنے اسلحہ پھر لے کے جسم پر آراستہ کیے شہسوارون کی وضع بنائی۔ اور معرکہ آرائی کے لیے روانہ ہوئی۔ لیکن خرابی یہ تھی کہ اِدھر تو خود جون اس طرح بدل گئی تھی اور اُدھر اُمرا سے فرانس کے دلون مین اُس کا بغض اور بڑھ گیا تھا۔ اس لیے کہ بادشاہ کو جون پر مہربان اور ہر بات مین اُس کا مطیع فرمان دیکھ کے وہ آتش حسد سے جلے مرتے تھے

وہ اُس پر طعن و تشنیع کرتے - روزانہ اُس پر جھوٹے اتہام لگاتے ۔ اُسے کافرون و پرانی کے لباس مین دکھاتے ۔ اُسے بدنام کرتے اور لشکریون کو اُس کی طرف سے بدظن کر کرکے نافرمانی اور سرکشی پر آمادہ کرتے - یہان تک کہ اُس کے ذات پر بدکاری کے دھبے لگانے مین بھی محسن کُش امراے فرانس نے دریغ نہ کیا جو یہ کا معمول تھا کہ اب سوا شریف و پاکدامن خاتونون اور پاکدامن نونون کے اور کسی کی صحبت مین نہ بیٹھتی - کسی مرد سے نہ ملا کرتی ۔ معززہ اور زاہدہ و ورع عورتون مین اپنی راتین بسر کیا کرتی - اور کسی کو اُس پر الزام لگانے کا کوئی موقع نہ مل سکتا - مگر اس پر بھی بدطینت اور ناسپاس امراے فرانس نے اُس کے بدنام کرنے مین کوئی دقیقہ نہین اٹھا رکھا - وہ نہایت سختی کے ساتھ اُن کے الزامون کی تردید کرتی ۔ گو سچ یہ ہے کہ فرانس والون نے اپنی افترا پردازیون اور ناحق شناسیون سے اُس کے بے لوث اور پاک و صاف دل کو بڑے بڑے جرکے دیے - اور جون کی نیک نفسی اس مزاجی انقلاب کے بعد بھی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اُس نے اپنے ہاتھ سے کسی کو آزار پہونچانا نہین گوارا کیا - بادشاہ اور لشکری سب اُس کے ساتھ تھے - اور اُس کے اختیار مین تھا کہ جس افسر کو چاہتی قتل کی سزا دلواتی - یا ایک معمولی اشارے سے مروا ڈالتی مگر اُس سے یہ نہو سکا کہ چاہے کیسا ہی دشمن اور اتہام لگانے والا ہو اُس کے خون سے اپنا ہاتھ رنگے - اس بارے مین سخت سے سخت غصہ کے موقع پر بھی اُس کی تسلیم و رضا مین فرق نہین آیا -

اب جون نے بادشاہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ خاص پیرس پر حملہ کرکے انگریزون کو شکست دے - اور فرانس کے دارالسلطنت کو اپنے قبضہ مین لائے ۔ اس ہدایت کے مطابق چارلس لشکر لے کے چلا - اور جون ہمراہ رکاب ہوئی - تابڑ توڑ کوچ کرکے شاہی لشکر پیرس کے گرد اترا - راستہ مین بھی کئی فتحین ہوئین - اکثر شہرون نے خود ہی سر اطاعت جھکا دیا - آخر شاہ چارلس کے اشارے سے اُس نے مقام سینٹ اونورے پر دھاوا کیا - جہان کہ دشمنون کا بڑا زور تھا اگرچہ جون نے کبھی کسی شخص کو اپنے ہاتھ سے نہین قتل کیا اور نہ کسی پر تلوار

ہے یا کسی حربہ سے دبا دیا گیا۔ مگر حملہ ہوا اور میدانون مین ہمیشہ سپاہیون سے آگے رہتی اور سب سے پہلے حریف کے قلعہ پر جا پہونچتی تھی۔ اسی میدانون مین وہ کئی بار زخمی ہو کے گر پڑی اور غش آ گیا۔ وہ ہر بار معمول تھا کہ جب غش سے مکلون ہوتا اور ہوش و حواس بجا ہوتے تو بادشاہ سے اپنے گھر جانے کی اجازت مانگتی مگر جانے کی اس طرح منظور نہ کیا۔ اور آخر مین کہا "تمھارے اعلیٰ خدمات کے صلہ مین تمھارے گاؤن کی مالگذاری معاف کر دی جائے گی۔ اور کوئی بہت اعلیٰ درجہ کی معزز خدمت تمھارے سپرد کی جائے گی۔" مگر ان وعدون کا اس پہ کوئی اثر نہ پڑ سکتا تھا۔ مگر بادشاہ کے اصرار سے مجبور ہو کے اسے شاہی رفاقت اور دربار کی زندگی اختیار کرنا ہی پڑی

اس کے بعد بہت سے واقعات پیش آئے جن مین اگرچہ کامیابی ہوئی۔ مگر دربار فرانس کی غداریان اور جون کے بدنام کرنے کی کارروائیان برابر جاری تھین۔ بلکہ روز بروز بڑھتی ہی جاتی تھین۔ یہان تک کہ ایک مرتبہ بادشاہ چارلس نے اُس کے ذمہ یہ خدمت کی کہ فوج لے کے جائے اور انگریزون کو شہر کومپین سے مار کے نکال دے۔ یہ شاہی حکم پاتے ہی وہ مسلح ہو کے روانہ ہوئی اور شہر پہ پہونچ کے جوش و خروش سے حملہ کی تیاریان کرنے لگی۔ اس موقع پہ فرانسیسی افسرون کی ناپاک سازشون کا یہ اثر نمایان ہوا کہ اُس نے فوج کو حملہ کا حکم دیا اور یورش کرنے کے لیے بڑھی تو فوج والون نے بجاے اس کے کہ اس کے حکم پہ عمل کرین انحراف کیا۔ اسی قدر نہین بلکہ وہ جون کی نسبت تہمت و اتہام کے الفاظ زبان پر لائے۔ جون نے اپنی توہین کا تو کچھ خیال نہین کیا مگر انھین حملہ کے لیے ابھارا اور خود دشمنون کی طرف بڑھی۔ اب وہ تنہا دشمنون کی طرف بڑھتی چلی جاتی تھی۔ اور گویا تن تنہا قلعہ پر قبضہ کر لینے کی آرزومند تھی مگر ہمراہیون نے کسی طرح ساتھ نہ دیا۔ بلکہ شکست کھا کے بھاگے اور ان فرانسیسیون ہی کے ایک گروہ نے جو انگریزون کا طرفدار تھا اُسے گھیر لیا اور گھوڑے سے کھینچ کے گرفتار کر لیا اور بکمال ناشکری و احسان فراموشی سے انگریزون کے حوالہ کر دیا۔ جو کہ جون کے خون کے پیاسے اور اُسے

بڑی بھاری خطرناک جادوگرنی تصور کرتے تھے۔ جون کی گرفتاری کی خبر مشہور ہوتے ہی لوگ اُس کی زیارت کو آنے لگے۔ عوام میں تو ہمدردی کا جوش تھا۔ اور غربا اُس کی اسیری پر آہ و زاری کر رہے تھے مگر امراے فرانس کی یہ حالت تھی کہ گویا جون کے سب سے بڑے جانی دشمن وہی تھے۔ انھوں نے فوراً انگریزوں سے صلح کر لی۔ بلکہ اپنی عجیب و غریب بے نفس محسنہ کو اُن کے حوالہ کر کے اُن کے مطیع فرمان ہو گئے۔

اب علانیہ دھڑلّے سے جون کی ہر بات پر اعتراض ہو رہا تھا۔ اُس کی ہر ایک کارروائی پر نکتہ چینیاں ہو رہی تھیں۔ اور اُس کے طرح طرح کے نام رکھے اور اُسے ہر قسم کے الزام دیے جاتے تھے اور وہ نہایت استقلال و جوان مردی سے بغیر اس کے کہ تیوریون پر ذرا بھی میل آئے یا کسی قسم کی فکر بھی چہرہ سے ظاہر ہو اپنے قید خانہ مین خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ اور تو اور قوم فرانس کی دنائت و ذلت کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوگا کہ خود شاہ چارلس جسے اُس نے بادشاہ بنایا اب کمال ناشکری کے ساتھ اُس کا دشمن تھا۔ اور دیگر امرا کی طرح وہ بھی جون کے نام کی توہین کرتا۔ اور اُسے طرح طرح کے عیب لگاتا تھا۔ پیرس والے جون کے سب سے زیادہ خلاف تھے اور انگریزون کو بار بار اُبھارتے تھے کہ جون زندہ نہ چھوڑی جائے۔ اور اُسے نہایت ہی سخت سزا دی جائے۔ چنانچہ وہ اسیرون کی طرح فرانس کی قلعہ جان دی لکس برگ مین رکھی گئی۔ انگریزی عدالت کے سامنے اُس پر مقدمہ چلایا گیا۔ اور شاہ انگلستان ہنری نے اس مقدمہ کی سماعت کے لیے دو جج مقرر کیے۔ اس مقدمہ کے دوران مین وہ ۱۶ مرتبہ اجلاس کے سامنے لا کے پیش کی گئی۔ اور ہر بار اُس سے عجیب استقلال ظاہر ہوتا تھا۔ اور تمام الزامات کا وہ ایسا معقول جواب دیتی کہ کسی کو جواب دیتے نہ بن پڑتی۔ آخر جب اور کوئی الزام نہ عائد کیا جا سکا تو صرف اس بنا پر کہ وہ جادوگرنی ہے اُسے حبس دوام کی سزا دے دی گئی۔ اور صرف روٹی اور پانی اُس کی غذا مقرر ہوئی۔

اسی سلسلہ مین اُس سے قسم کھلا کے عہد لیا گیا کہ اب کبھی مردانے

کپڑے نہ پہنوں گی۔ اور یہ حلف لینے کے دو چار روز بعد یہ چالاکی کی گئی کہ جب وہ سونے کے کپڑے پہن کے سو رہی تو کسی نے چپکے سے جا کے اُس کے کپڑے غائب کر دیے اور اُن کی جگہ ایک مردانہ جوڑا رکھ دیا گیا۔ صبح کو جاگنے کے بعد جب اُس نے خوابگاہ کے کمرے سے نکلنا چاہا تو مردانہ کپڑوں کے سوا اور کوئی لباس نہ ملا۔ مجبوراً انھیں کپڑوں کو پہن کے خوابگاہ سے نکلی۔ ساتھ ہی چاروں طرف سے لوگوں نے نرغہ کیا کہ تم نے اپنی قسم اور اپنے عہد کی خلاف کیا اور اُسی لباس میں اُسے حاکم کے سامنے پکڑ لے گئے۔ اور اس بات کی شہادتیں پیش کیں کہ اس نے پھر مردانے کپڑے ۔ اور حضور کے ملاحظہ کے لیے ہم اُسے مع اُس لباس کے لے آئے ہیں۔ مجسٹریٹ نے باضابطہ کارروائی کر کے غریب جون پر دروغ حلفی کا جرم عائد کیا۔ اور اُس کی سزا یہ تجویز کی کہ زندہ آگ میں جلا دی جائے۔ جو کہ اُن دنوں عموماً جادوگرنیوں اور ڈائنوں کی مروج سزا تھی۔ جون نے نہایت ضبط و تحمل اور صبر و استقلال سے یہ حکم سنا اور اُس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے "تمھارے اس حکم کی اپیل اُس خدائے عالم و دانا کے عرش اعلیٰ کے سامنے پیش کروں گی"

اس قدر جلد قتل کی سزا کی زیادہ وجہ یہ بھی تھی کہ اگرچہ فرانس والوں نے گرفتار کر کے اُسے انگریزوں کے حوالہ کر دیا تھا مگر برابر اصرار کر رہے تھے کہ اُسے جلد قتل کی سزا دی جائے۔ انگریزوں کو اگرچہ جون کی کوششوں سے بید نقصان پہونچ گیا تھا۔ اور سچ یہ ہے کہ اگر جون آف آرک نہ اُٹھ کھڑی ہوئی ہوتی تو انھوں نے پورا ملک فرانس فتح کر کے چارلس کو ہمیشہ کے لیے تاج و تخت سے محروم کر دیا ہوتا۔ تاہم انگریز شاید بذات خود اُسے ایسی بے رحمی کی سزا نہ دیتے مگر فرانس والوں کی ناشکری احسان فراموشی اور نااتفاقی و بے حمیتی نے انگریزوں کو مجبور کر کے اُن کے ہاتھ سے ایک ایسا یادگار زمانہ ظلم کرا دیا جو خود اپنے طور پر اُن سے نہ ہو سکتا۔

اب اس سزا کی تعمیل کا اہتمام ہونے لگا۔ فرنچ امرا سنگدل اور بے رحم تماشائیوں کی طرح جمع ہوئے۔ فرانس کی بے بس رعایا اپنی بدبختی پر روتی اور آنسو بہاتی ہوئی جمع ہوئی۔ ایک بڑی بھاری چتا بنائی گئی اور اُس پر جون لا کے

کھڑی کر دی گئی۔ کہتے ہیں کہ موت کی اس نازک گھڑی میں اُس کے ہاتھ سے صبر و تحمل کی باگ نکل گئی۔ خوبصورت اور نازک چہرے پر بجائے متانت و استقلال کے حسرت برس رہی تھی۔ اور بار بار لبوں سے آہ نکل جاتی تھی۔ پھر جب چتا میں آگ لگا دی گئی اور شعلے اُس کے قریب پہونچے اور اُس کے پنڈے سے لپٹ کر چہرے و سینے لگے تو وہ ایسی درد بھری آوازیں کھینچتی اور اُس حضرت رب العزت کی درگاہ میں فریاد کرتی تھی کہ پتھر کا کلیجہ موم ہوا جاتا تھا۔ عام تماشائی زار و قطار رو رہے تھے مگر نہ اثر نہ ہوتا تھا تو بے رحم امرائے فرانس کے دلوں پر۔

یہ ایسا حسرتناک اور جگر پاش پاش کرنے والا منظر تھا کہ دشمنوں کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔ خود کارڈنل بونور (نائب پوپ) جو تعمیل حکم کرانے کے لیے آیا تھا اُس کے دل پر بھی خدا کے ہاتھ کی بنائی ہوئی اس پیاری صورت کے دم بھر میں مٹا دینے کا اس قدر اثر ہوا کہ اس منظر کو نہ دیکھ سکا اور ادھر سے منہ پھیر لیا اور اُس کی آنکھوں سے ایک سیلاب جاری تھا۔ جب چتا پر باندھ کے جون جلائی گئی وہ اتنی بلند تھی کہ اگر کسی میں کسی قسم کا ہمدردی کا جوش بھی پیدا ہوتا تو وہ اُس کی کچھ مدد نہ کر سکتا۔ آخر دم بھر میں شعلوں نے اُس کی سینہ شگاف چیخیں موقوف کر کے اُسے ہمیشہ کے لیے خاموش کیا۔ پھر آگ نے جلا کے خاک کر دیا۔ اور جلنے کے بعد اُس کی خاک دریائے سین کے اوپر ہوا میں اُڑا دی گئی۔ تاکہ اُس کے جسم کا ذرہ بھی کسی کے ہاتھ نہ آسکے۔ لیکن اُس عہد کے سنگدل بے عقلوں نے اُس کی فانی تصویر تو مٹا دی مگر اُس کے روشن نام کا مٹانا امکان سے باہر تھا۔

بیگناہی کسی نہ کسی وقت ظاہر ہوتی ہی ہے۔ اور ظالموں کو اپنا ظلم ضرور محسوس ہوتا ہے۔ مگر اُس وقت سوا پچھتانے کے کچھ نہیں کر سکتے۔ جون آف آرک کے جلائے جانے کے ۲۰ برس بعد پیرس کے بشپ (لاٹ پادری) اور نیز رومۃ الکبریٰ کے بشپ نے آزادی سے یہ فتویٰ جاری کیا کہ جون کے حق میں جو فیصلہ کیا گیا وہ غیر منصفانہ اور سراسر ظالمانہ تھا۔ اور اُس کے ساتھ ہی فرانس کے ادنیٰ و اعلیٰ سب لوگ جون کے بیگناہ قتل کیے جانے پر پچھتانے اور کف افسوس ملنے لگے۔

اُس کے قتل کے بعد اُس نے بعاوتو ہاے اُس وقت یہان کا پشیمان ہونا بے فائدہ تھا کیونکہ تمام انگریزون کو اپنے دامن پر اُس یادگار زمانہ خون ناحق کا صبرناک دھبا ابھرتا نظر آتا تھا اور کچھ نہین سمجھ مین نہ آتا تھا کہ اسے ناحق شناسی کے بار کے چھینٹے کیونکر مٹا سکین ۔ آخر ۱۸۲۰ء مین جون کے وطن ڈومرمی مین اس کی پہلی مورت بنا کے نصب کی گئی پھر دوسری مورت خاص اُس مقام پر بنا کر قائم کی گئی جہان وہ چتا پر رکھ کے جلائی گئی تھی اس کے چند روز بعد ایک مورت خاص پیرس مین ایک عمدہ موقع پہ کھڑی کی گئی جو اُن سب مورتون سے زیادہ عمدہ بھی اور مکمل تھی ۔ اس کے بعد ۱۸۹۲ء مین شہر اورلیان والون نے جس سے کے متعلق جون کا وطن ڈومرمی واقع تھا اپنے وہان اس کی ایک مورت بنا کے قائم کی اور ہر سال ۸ مئی کو اُس کی یاد تازہ کرنے کے خیال سے ایک میلا کرنے سے کا سلسلہ جاری ہے اس موقع پر جلسے کیے جاتے ۔ اور اُن مین اُن ظالمون کی مذمت و ہجو مین پُرجوش و پُر موثر نظمین پڑھی جاتی ہین جنھون نے کمال سنگدلی سے اُس سچی حامیۂ وطن کو اس بے رحمی کے ساتھ قتل کیا تھا ۔ اس سلسلہ کے جاری ہوتے ہی اُس کی مظلومی کی تصویر دکھانے کے لیے ڈراما تصنیف ہوے اور وہ یورپ کے تھیٹرون مین دکھائے گئے ناول شائع ہوے ۔ اور ہر طرف سے اُس سچی پاک نفس حامیۂ وطن کی طرفداری مین آوازین بلند ہوئین یہان تک کہ ساری دنیا نے تسلیم کر لیا کہ جون نہایت ہی پاک دل اور سچی شہید قوم تھی اور اُس کے قتل کرنے والے بدترین ظالم و سنگدل ۔

اتفاق و اختلاف کا مناظرہ

اتحاد کی برکتین اور یکجہتی کی خوبیان آج کل اس کثرت سے اور ایسے زور و شور سے دکھائی جاتی ہین کہ نہ سن پڑنے پر بھی ہر دماغ مین اتحاد کا سودا پیدا ہو گیا ہے اور ہر دل اتفاق کی لذتون کے خیال سے لبریز ہے علی الخصوص جب سے سر آغا خان نے مسلمانون کے دلون مین ایک تحریک پیدا کر کے ہر زبان سے مسلم یونیورسٹی کا نعرہ بلند کرا دیا ہے اور پھر اس کے ساتھ ہندؤن اور دیگر اقوام

ملل کے ساتھ اتحاد اور روابط یکجہتی قائم رکھنے کی ہدایت فرماتے اور ہندوستان میں ایک قومی زندگی پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس وقت سے ہم سب کا دل اس اتفاق کے حسن و جمال سے کسی طرح ہٹتا ہی نہیں۔ ایسی حالت میں خیال کی کرشمہ سازیاں جو رنگ نہ دکھائیں اور جیسا حیرت انگیز تماشا نظر کے سامنے نہ پیش کریں تعجب نہیں۔

چنانچہ عالم خیال میں اتحاد کے حسن عالمگیر پر نظر جمائے ہوئے تھے کہ آسمان سے ایک نورانی تخت اترا جس پر ایک بڑی صورت زیبا نظر آئی تخت کے ٹھہرتے ہی وہ حسین و نازنین جو انتہا درجہ کی خوبصورت تھی، اور جس کے گالوں کی سفیدی سے صبح کے تاروں کی ٹھنڈی روشنی کی کرنیں نمودار تھیں اتر کے سامنے آئی اور اب دیکھا تو اس کے رخ زیبا میں انتہا درجہ کی متانت و سنجیدگی اور اس متانت میں ایسی دلبری و رعنائی تھی کہ جس پر اس کی نگاہ پڑ جاتی وہ بھی اس کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو جاتا۔ اور جو اسے ایک نگاہ دیکھ لیتا اس کی نظر سے بھی ساری دنیا کے حسن گر جاتے۔ ایسے خوبروؤں کو ہمیشہ یہ دیکھا ہے کہ اپنا گرویدہ بنا کے دور بھاگتے ہیں۔ مگر اس دلربا میں یہ خوبی تھی کہ دل جس قدر اس کی طرف کھنچتا۔ اسی قدر وہ زیادہ محبت سے پیش آتی۔ عہد وفا کو زیادہ مضبوط کرتی۔ اور بے ساختہ اپنا زیادہ فریفتہ اور دلدادہ بنانے ہی میں مصروف نظر آتی۔ اس کا حسن و جمال دیکھ کے یہ حسن پرست دل اس کی رعنائیوں اور ناز آفرینیوں کے مزے لیتا رہا آنکھیں اس کی چشم نرگسین پر جمی رہیں اور آخر زبان شوق سے یہ الفاظ نکلے کہ "اے نازنین دلربا یہ معلوم ہوا کہ تجھ میں آسمانی نور ہے۔ مگر خدا کے لیے اتنا بتا کہ تو کون ہے؟"

یہ سوال سنتے ہی اس کے نازک لب شکریں پر ایک تبسم ناز نمودار ہوا۔ حسن صبیح میں دلبری کی گرمی پیدا ہوئی اور گورے گورے گال چمک اٹھے اور عجب ناز و انداز سے اس نے جواب دیا "میں اتحاد و اتفاق کی مجسم تصویر اور صلح و امن کی وہ مبارک دیوی ہوں جسے اگلی قومیں پوجا کرتی تھیں۔" میں نے پوچھا "اور تم رہتی کہاں ہو؟"

جواب "خاص خدا کے عرش کے نیچے۔ جہاں سے اتر کے نیک نفس لوگوں کے

دون مین آتی- اور اُن کے پُرامن کاشانہ مین محبت کا چراغ روشن کرتی ہون۔
لیکن جھگڑے فساد اختلاف و نزاع- اور رقیب گیری و نکتہ چینی سے مجھے نفرت ہے- کسی نے کبھی مجھ سے مخالفت کی اور مین رخصت- کسی کے دل مین عداوت و بدگوئی کا خیال آیا اور مین غائب- آج کل تمھارے دلون مین باہمی اتفاق کا جوش پیدا ہوا ہے جبھی مین آئی ہون- کہ تمھارے دلون مین محبت کا چراغ روشن کرون- ورنہ کہان مین کہ اتحاد مین کیسی کیسی لذتین ــــ
مین بات پوری نہین کر چکی تھی کہ بادِ مخالفت کا ایک نہایت سخت اور گرم جھونکا درختون کو گراتا- مکانون کو ڈھاتا- اور لوگون کو ایک دوسرے سے جُدا کرتا ہوا آیا جس کی گرمی سے اُس حسین کا چہرہ ناگہان ایسا مرجھا گیا جیسے لو کے لپٹ سے کوئی نازک پھول کمھلا جاتا ہو- یہ حالت دیکھ کے مین پریشان ہو رہا تھا کہ ناگہان اُس جھونکے مین سے بھی ایک آتشین پیکر نمودار ہوا جس نے اُتر کے ایک سانولی رنگین چہرے والی شوخ اور پیچ در پیچ زلفون کا بال چھپائے ہوئے نہایت تیزی سے دوڑ کے ہماری طرف آئی- اور اس نوری حسینہ سے ڈانٹ کے کہا "تم کو ان سے واسطہ؟ یہ میرے لیے ہین اور مین ان کے لیے ہون"
اُس کے ان فقرون پر مجھے نہایت ہی حیرت ہوئی- اور قبل اس کے کہ وہ ماہ وش حسینہ جواب دے مین نے اُس شعلہ خو ملیحہ سے کہا "آخر تم کون ہو جو ہم پر ایسا دعویٰ رکھتی ہو؟"
ملیحہ "تم پہچانو یا نہ پہچانو مگر مین تمھاری ہون اور تمھارے لیے- تمھارے دل و دماغ پر چھائی ہوئی ہون- تم پر حکومت کرتی ہون- اور تم میری پرستش کرتے ہو؟"
مین "پرستش کرتے! یعنی ہم مشرک ہین! استغفر اللہ! اچھا اپنا نام تو بتاؤ جو یون بےباکی سے ہمارے گھر مین گھس آئی ہو اور اس کا بھی خیال نہین کہ آج کل مداخلت بیجا جرم ہے"
ملیحہ- (ہنس کے) "یہ مداخلت بیجا نہین بلکہ خاص اپنے گھر مین آنا اور اپنی حقیت

ثابت کرنا ہے"

مین "آخر کچھ معلوم تو ہو کہ تم ہو کون؟ اور تمھارا نام کیا ہے؟"

ملیحہ- مین نااتفاقی اور مخالفت کی کرشمہ دیوی ہون- دنیا کے جھگڑے فساد میرے دم سے ہین قتل وخون اور جنگ وپیکار میری کرشمہ سازیان ہین لڑائیون مین میرا جلوہ نظر آتا ہے- باہمی عداوتین اور رنجشین میری نیرنگیان ہین"

یہ سن کے مین ایک سناٹے مین آگیا- اور ذرا تامل کے بعد کہا "مگر مجھے تمھسے ذرا بھی محبت نہین مین تو اتفاق کی دیوی کا دلدادہ ہون"

ملیحہ "صرف زبان سے لیکن تمھارے دل مین مین ہی بسی ہوئی ہون- اور آج یہ موقوف نہین سلف سے آجتک ہندوستان پر میری حکومت چلی آئی ہے"

مین "مانا کہ ہم کبھی تمھارے دلدادہ تھے مگر اب تو اتفاق واتحاد کی صورت زیبا کے دیوانے ہین اگر تم سے پہلے کوئی تعلق تھا بھی تو اب اُسے چھوڑنے کو تیار ہین"

ملیحہ "مین جانتی ہون کہ ہز آغاخان نے ہندوستان مین نئی پالسی ایجاد کرکے تمھین میری طرف سے بدظن کرنا چاہا ہے- اور چاہتے ہین کہ میرے تمھارے پرانے روابط کو قطع کر دین- مگر یہ ہونے والی بات نہین"

مین "ہونے والی بات نہین! اس مین بھی کوئی زبردستی ہے؟ مین کہتا ہون کہ یہی ہوگا- وہ زمانہ گیا جب تم نے ہندوستان مین فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا رکھی تھی اور بھائی کو بھائی کا دشمن بنا دیا تھا اب تو امن وامان کا دور دورہ ہے- اول تو برٹش گورنمنٹ ہی نے قتل وخون اور جنگ وپیکار کا ڈربہ پھونک دیا- اور اگر دلون مین بغض وحسد اور بغض وفساد کے کچھ بخارات باقی رہ گئے تھے تو وہ اب ہز آغاخان کی کوشش سے دور ہوگئے"

ملیحہ "اچھا تو مین بعد کو بتاؤن گی کہ میری محبت ابھی تمھارے دلون مین باقی ہے- لیکن پہلے یہ پوچھتی ہون کہ مجھ مین عیب کیا ہے جو تم میرے خلاف ہو- میرے حسن وجمال اور میری خوبیون کا سارے عالم مین کوئی مقابلہ نہین کرسکتا- پھر بھلا یہ پھیکی اور بے مزہ رنگت والی عورت میرا کیا سامنا کرسکتی جس پر تم بے سوچے سمجھے فریفتہ ہو گئے ہو- اکثر لوگ کسی کا ظاہر خوشنما دیکھ

پہلی ہی نگاہ غلط انداز مین بے اختیار آپے سے باہر ہوجاتے ہین - پھر بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس حسن کے دامن مین صدہا عیب چھپے ہوئے تھے - اور زیادہ اسکا مشکل نظر آتا ہے کہ زندگی اجیرن ہوجاتی ہے - اُس کی اس ظاہری دلفریبی پہ نہ جاؤ - جسے حقیقت مین حسن و جمال کہنا چاہیے وہ میرا حسن ہے - جس مین شوخی شرارت - فتنہ خیزی - اور قیامت خیزی غرض ساری معشوقانہ ادائین موجود ہین ؎

اتفاق کی سراپا ناز اور مہ پارہ مہ جمال دیوی اگرچہ نیک ملیحہ کی شوخ اداؤن اور گرم جوشیان دیکھ دیکھ کے پژمردہ ہوئی جاتی تھی - مگر اب توہین کی تاب نہ لا سکی - اور برافروختہ ہو کے بولی "تو اور میرا مقابلہ! نیکی کے سامنے بدی؟ ورنہ رحمن کے سامنے شیطان کو بھلا فروغ ہو سکتا ہے! ہان تو جب زور چلتا ہے فتنہ و فساد پیدا کر کے عالم کو تہ و بالا کر دیا کرتی ہے اور تیری شرارتون سے ہر جگہ قتل و خونریزی کی آگ بھڑک اُٹھتی ہے مگر آخرکار میری خوبیان اور دعائین اُن کو دفع کرتی ہین - اور انجام مین میری ہی فتح ہوتی ہے ؎

"تیری زلف پیچان کے اسیر اور میرے رخ زیبا کے شیدا جتنے ہین اتنے کبھی تجھکو بھی نصیب ہوسکتے تھے؟"

بدی "یون تو ہمیشہ دنیا مین بدون کا شمار نیکون سے زیادہ ہوا کرتا ہے مگر جو میرے حسن کی قدردان ہین وہ تیری طرف رخ بھی نہین کرتے - جو لوگ تیرے دام مین پھنسے ہوئے ہین وہ بھی جب تیرے مکر و فن کے پھندون سے چھوٹ کے آتے اور میرے دامن مین پناہ لیتے ہین تو اُنھین معلوم ہوتا ہے کہ سچی مسرت کیا چیز ہے - دنیا تیری ستائی ہوئی ہے اور کون ہے جو تیری جان کو نہ کلپ رہا ہو؟ ناکردہ گناہ کروڑون بندگان خدا کا خون تیری گردن پر ہے - ہزارون بستیان تو نے اجاڑ دین اور خدا جانے کتنے گھرانون کے چراغ تو گل کر چکی ہے اور جہان تیرا قدم اس آفت ڈھائے اور اس تباہ و برباد کرنے پر یہ فخر و ناز! تجھے تو مجھ سے آنکھین چار کرتے شرمانا چاہیے - اگر مین نہ ہوتی تو اس عالم ہستی کو تو کب کی تباہ و برباد کر چکی ہوتی - اور تیری نحوست نے باغ ہستی کو اجاڑ کے رکھ دیا ہوتا - یہ ساری رونق - آبادی چہل پہل بلکہ خلقت کی زندگی میرے دم قدم سے ہے"

ملیحہ ۔ (طیش مین آکے) ”بس زبان روک! اپنے منھ میان مٹھو! اپنی تعریفون کا راگ بہت گا چکی۔ یہ نہ سمجھ کہ تجھ مین خوبیان ہی خوبیان ہین۔ اور مجھ مین فقط برائیان۔ یہ سارا عالم وجود مجھ سے اور میری وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ تجھ مین سوا بے مزہ خاموشی اور بے نتیجہ سکوت کے رکھا ہی کیا ہے جو اس قدر اترائی اور جامے سے باہر ہوئی جاتی ہے۔ سُن مجھ مین خوبیان ہین اور تجھ سے زیادہ خوبیان۔ حق اور صداقت کی پرورش ہمیشہ میرے ہی دامن مین ہوائی ہے۔ تیری خاموشی کمزوری اور رواداری آہستہ آہستہ دنیا کو جہالت بداعتقادی کفر اور بدعت مین مبتلا کرتی ہے۔ اور ان تیرے بگاڑے ہوؤن کی اصلاح کے لیے ہمیشہ مین آتی۔ اور اُنھین ہلاکت سے بچاتی ہون۔ مین نہ ہون تو دنیا مین نہ ایمانداری ہی باقی رہے اور نہ حق پرستی“

حسینہ۔ خوب! برائیون کو اچھا لباس پہنانا کوئی تجھ سے سیکھ لے۔ یہ ملک تیری ہی فتنہ پردازیون کے ظلم نمایان ہین۔ تاریخین تیری سیہ کاریون کے واقعات سے بھری پڑی ہین۔ اسی ہندوستان مین دیکھ کہ رامچندر جی کے ایسے نیک اور پاک نفس شاہزادہ کو تو نے کیکئی کے بھیس مین نمودار ہو کے جلا وطن کرایا۔ فوج سے چھڑایا۔ کیسی خونریزی کرائی! اور کیسے ہنگامہ بپا کیے مہابھارت کو یاد کر جب کہ کورؤن اور پانڈون مین پھوٹ ڈال کے تو نے سارے ہندوستان مین قتل عام کرا دیا ہے اور ہر طرف موت کا بازار گرم تھا۔ اور اس کے بعد میرا وہ امن و امان اور مسرت و شادمانی کا زمانہ یاد کر جب مہاراجہ رامچندر جی اجودھیا کے تخت پر اور فتحمند پانڈو ہستنا پور کی راج دھانی مین عیش و عشرت کے ساتھ حکمرانی کر رہے تھے۔ نسل انسان مین پہلی برائی تیری ہی نحوست سے پیدا ہوئی۔ تو ہی ہے جس نے جنت مین نفاق کا بیج بو کے آدم و حوا کو جنت سے نکلوایا۔ تیرے ہی اشارے سے قابیل نے ہابیل کے خون سے ہاتھ رنگے۔ طوفان نوح تیری ہی قیامت خیزیون کا کرشمہ تھا۔ ابراہیم کے لیے تو نے آتش نمرود کے شعلے بھڑکائے اسمٰعیل کو ایک صحرائے بے آب و گیاہ مین تو نے پھنکوایا۔ شہر سدوم کا تخت الٹ کے تو نے قوم لوط کو ہلاک کیا۔ یوسف کو ماں باپ کے دامن سے چھڑا کے بازار مصر

آئین تو نے نکلوایا۔ اور دیدۂ یعقوب کی سفیدی تیری ہی تفرقہ اندازیون کا نمونہ تھی۔ قبطیون پر بنی اسرائیل کے ہاتھون سے تو نے کون سے مظالم تھے جو نہ کرائے موسی کو مصر سے تو نے نکلوایا۔ اور بنی اسرائیل تیری فتنہ انگیزیون کی بدولت چالیس برس تک دشت ناپیدا کنار مین خاک چھانتے پھرے۔ تیری ہی فتنہ انگیزیون کی بدولت طالوت اپنے خدا رسیدہ داماد داؤد کا دشمن جانی تھا۔ اور تیری ہی کرشمہ سازیون سے بنی اسرائیل کے بارھون سبط ایک دوسرے کے سخت عدو بنے۔ تقدسما ئے خانۂ خدا پر مصائب اور بخت نصر کی یورشین تیری قیامت خیزیون کی خوفناک نمونے تھین۔ تو نے زکریا کو آرے سے چروایا۔ یحیی کا سر کٹوایا۔ اور مسیح کے لیے صلیب کھڑی کی۔ اور تو ہی نے حضرت محمد مصطفے (صلعم) سے وطن چھڑایا۔ فاروق اعظم اور علی مرتضی کو دغابازی کے بزدلانہ حملون کا نشانہ بنایا۔ اور عثمان غنی اور حسین بن علی کو انتہا درجہ کی مظلومی و بیکسی کے ساتھ باغی پیرؤون اور دغاباز دوستون کے ہاتھ سے شہید کرایا۔ یہی نہین اسی طرح کے لاکھون خون کے دھبے تیرے دامنون پر ہین۔ سقراط تیری سنگدلی کا شکار اور منصور تیری بیوفائی کا نشانہ ہے۔ اور پھر بھی تو مجھ سے چار آنکھین کر کے نیک نفسی اور پاکدامنی کا دعوی کرتی ہے؟"

مہ لقا حسینہ کی زبان سے یہ الزامات سن کے ملیکۂ شوخ ادا کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا۔ اور نہایت برافروختہ ہوکے بولی "بس بس! برے کو ہر بات بری ہی لگتی ہے۔ ان باتون مین جو بھلائیان تھین وہ تو تجھے دکھائی نہ دین ہان برائی دیکھنے کو کوئی مجھے بلا لے۔ تو نے یہ نہ خیال کیا کہ ہر جھگڑے اور اختلاف مین دو فریق ہوتے ہین۔ ایک حق پر اور ایک باطل پر۔ مین حق پرست کو سچائی پر ابھارتی اور اس کے مخالفون کو اس کا دشمن بنا کے اس مین استقلال پیدا کرتی ہون۔ میری تعلیم سے حق کا دعوی کرنے والا اہل باطل سے اختلاف کرتا ہے اور مین اپنی کوششون سے اس مین ایسا استقلال پیدا کر دیتی ہون کہ چاہے ساری دنیا دشمنی پر آمادہ ہو جائے مگر وہ اپنی بات سے نہین ہٹتا تو ہوتی تو اپنی بیجا و بے محل صلح جوئی سے اسے خاموش کر دیتی اور حق پر

ہمیشہ کے لیے خاک پڑ جاتی بے شک کیکئی نے رام چندر جی کو تکلیف دی۔ مگر وہ
تکلیف اُن کی عظمت و حق شناسی کے اظہار اور دکن کے ظالموں کو سزا دینے
کے لیے تھی۔ ہان مین نے پانڈوؤن کو ستایا۔ لیکن بغیر اس کے نہ پانڈوؤن کا جوہر
کھل سکتا تھا اور نہ کوروؤن کو اُن کی بدنفسی و بدکاری کی سزا مل سکتی تھی
ہان مین ہون جس نے نوح کو اس وقت حق کا شیدا بنایا جب سارے دنیا پر
باطل کی حکومت تھی پھر انھین اہل کفر و طغیان کی مخالفت پر آمادہ کیا۔ بابل
مین نے ابراہیم کو بت پرستی کی بیخ کنی پر ابھارا۔ اور آتش نمرود ہی سے
اندر سچائی کا وہ سدا بہار گلزار لگا دیا جو رہتی دنیا تک سرسبز رہے گا۔ ہان نے
یوسف کو جلا وطن کیا مگر اُن کی جلا وطنی آل اسرائیل کی اقبال مندی اور
اہل مصر کی ہدایت کے لیے تھی۔ بنی اسرائیل کی مظلومی ہی نے توحید کو زندہ
رکھا۔ اور موسیٰ کی جلا وطنی ہی نے قوموں کو خود پرستی کی سزا سے کے بنی اسرائیل
کو اُس کے پنجۂ ستم سے آزادی دلائی۔ طالوت کی دشمنی ہی تھی جس نے داود سے
ذریعے سے خدا پرستی کی عظیم الشان سلطنت قائم کر کے اُن کے فرزند کے ہاتھ
سے مسجد اقصیٰ کو تعمیر کرایا۔ بنی اسرائیل پر اہل بابل کے رنج کچھ تو بنی اسرائیل
کو اُن کی بے اعتدالیوں اور بے دینیوں کی سزا دلوانے کے لیے تھے اور کچھ
اس لیے کہ حق کی شان مغلوبی و مفتوحی مین قائم ہو کے بابل کے ظلمت کدہ
مین ہدایت کی شمع روشن ہو۔ اور ہان یونس و دانیال کے سے پیغمبر ظاہر ہون
زکریا کا قتل اور یحییٰ کا سر کٹنا بھی اظہار حق کے لیے تھا جن کی وجہ سے حق کی قربان
گاہ پر اگرچہ ایسی قیمتی قربانیاں چڑھین مگر در اصل حق کو باطل پر فتح حاصل ہوئی۔ اور
مسیح پر جو مظالم ہوے سب حق کے لیے تھے نہ اس لیے کہ دنیا کو نقصان پہونچے
یہ میری برکتین تھین کہ ان تینون ہیرون نے سخت سے سخت مظالم برداشت
کر کے دنیا کو چھوڑا مگر حق پرستی کے دامن سے اُن کے قدم کو لغزش نہ ہوئی۔
حضرت رسول خدا اگر مکے سے نکالے جانے کی زحمت نہ گوارا فرماتے تو آفتاب
توحید کی کرنین اقصاے عالم مین کیونکر پہنچتین اور اُسی حقانیت کی قربان گاہ پر
فاروق و عثمان اور علی و حسین نے جانین دے کے دنیا کو ضلالت سے بچا لیا۔ مسیح

ہے کہ دنیا کی ساری حق پرستی اور خدا شناسی میرے دم سے ہے اور میرے
سبب سے آتی ہے۔ اگر میرا زور چلتا تو نہ کوئی پیغمبر باطل کے مٹانے کے لیے اٹھتا۔
اور نہ کسی گروہ کو کوئی خدا کا بندہ گمراہی اور غلطی سے نکال کے پاکبازی اور سچائی
کی راہ مستقیم پر چلاتا۔ تو چپکے چپکے نہایت خاموشی کے ساتھ اور فریب دے دے
کے لوگوں کو گمراہ کر دیا کرتی ہے۔ آدم کی خدا شناسی کو تو ہی نے [illegible] تھا۔ نوح
[illegible] پانچوں عمارت ہوئی تھیں۔ ملت ابراہیمی میں [illegible] فنا کی ہوئی
[illegible] تو ہی نے [illegible] بنایا تھا۔ بنی اسرائیل [illegible] معرفت [illegible] سے نکلے
[illegible] وا [illegible] کو [illegible] تھا۔ مسیحیت میں [illegible] تیرے ہی
[illegible] ہوا۔ ان سب [illegible] کے دور کرنے [illegible] نوح و ابراہیم
[illegible] اور [illegible] صلعم کو اٹھا کے [illegible] تو تو [illegible] دنیا کے تباہ
[illegible] میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ تو ہمیشہ دنیا کو بگاڑتی ہے اور میں بنائی
[illegible] کو [illegible] ہے اور میں انکار کرتی ہوں۔ یہ تو تیرے [illegible] ہیں اور پھر
تیرے سامنے نیک خوئی اور نیک نفسی کا دعویٰ۔ اگر تجھے غیرت ہوتی تو میرے
سامنے سر نہ اٹھا سکتی۔

[illegible] کی زبان سے اُس کے یہ کارنامے سُن کے میں حیرت
میں آ گیا۔ اور میرے [illegible] ایسا اثر پڑا کہ اُس کی صورت مجھے پہلے سے
زیادہ بھلی اور دلفریب نظر آنے لگی۔ اور اُس سے کہا "ان باتوں سے تو
[illegible] ہوتا ہے کہ [illegible] ہندوستان ہی کیا موقوف ہے ساری دنیا پر تمہاری حکومت
ہے [illegible] نہیں اب [illegible] خوش سے آگے بڑھی اور بولی "ان
[illegible] کی حکومت [illegible] وقت تک جب تک فساد کی آگ بھڑک
[illegible] اور [illegible] سرگرم ہو۔ لیکن جب ان کا کام ختم ہو چکتا ہے جب
[illegible] کے خونریزی کر لیتی ہیں۔ اُس وقت امن و امان قائم کرنے کے لیے میں بلائی
جاتی ہوں۔ اور دنیا کو بتاتی ہوں کہ امن و امان میں کیا لطف ہے اور اُس وحبت
[illegible] کیا مزہ ہے۔ میں اُس وقت ایک کو دوسرے کا دوست اور سچا ہمدرد بنا دیتی
ہوں۔ لوگوں میں ہمدردی و اخوت کے رشتے قائم ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کا

مدد و معاون بن جاتا ہے"

ملیحہ - (تنک کر) اور دوستی کے بہانے ہی بہانے لوگون کو ایسی جہالت و غفلت کی نیند مین سلاتی اور ایسے عیش و عشرت مین ڈالتی ہو کہ چند روز مین سب کے سب جاہل و نادان بنتے - اور اپنے نفس کے بندے ہوجاتے ہین پھر اُس وقت اُن کی اصلاح مین آکے کرتی ہون"

صبیحہ "ہان مین فرشتۂ رحمت ہون اور یہ فرشتۂ غضب"

ملیحہ "مگر میرا غضب اصلاح کے لیے ہے - اور میرے غضب مین رحمت کی شان ہے - نہین کہ اختلاف العلماء رحمۃ"

صبیحہ "ہان فقط عالمون کا اختلاف جو اپنی ذاتی خوبیون کی بدولت اور میرے مشورہ پر عمل کرنے تمھارے شر سے بچ جاتے ہین ورنہ اختلاف کو رحمت ہونے سے کیا واسطہ؟ رحمت الٰہی مین ہون اور خدا فرماتا ہے کہ سبقت رحمتی علی غضبی"

ملیحہ "مگر اس مین شک نہین کہ تم دنیا کو بگاڑتی ہو اور مین سدھارتی ہون"

صبیحہ "یہ مانا کہ ہدایت کرنے والے اور انبیاء و رسل عوام سے اختلاف کرتے ہین مگر وہ اپنے اختلاف مین بھی میرے مشورون پر عمل کرتے ہین ان کی مخالفت سے شر نہین ہوتا - اپنی مخالفت کے جوش مین وہ کسی کو ضرر نہین پہونچاتے - اور راضی برضا رہتے ہین - اور یہ سب باتین میری وجہ سے ہین - تمھارا زیادہ اثر ورسوخ اُن لوگون پر ہوتا ہے جو اُن سے لڑتے اُن کو ستاتے - آزار پہونچاتے - جلاوطن کرتے - اور بن پڑا تو شہید کر ڈالتے ہین - اور ہمیشہ حق و باطل کی لڑائی مین تم زیادہ طرفدار اہل باطل ہی کی رہا کرتی ہو - حالانکہ مجھ سے اُن سے کوئی علاقہ نہین ہوتا"

ملیحہ "مگر یہ تو بتاؤ کہ جب ساری دنیا یا کسی پوری قوم پر جہالت و بداخلاقی کا دور ہوتا ہے اس وقت حق کی آواز کون بلند کرتا ہے؟ مین یا تم؟"

صبیحہ "تم - مگر اُس آوازِ حق کے بلند ہوتے ہی پھر اُن حق پرستون کا ساتھ مین دیتی ہون اور تم اُن کے دشمنون سے جاملتی اور انھین طرح طرح کی دشمنیان سجھاتی ہو"

ان دونون حسینون کے جھگڑے کو زیادہ طول پکڑتے دیکھ کے مین درمیان مین آگیا اور کہا "بس - اب لڑنے سے کوئی حاصل نہین - بہتر ہوگا کہ تم دونون مل جاؤ"

نصیر۔ "میں آپ کے مشورہ پر عمل کرنے کو حاضر ہوں۔ میرا تو کام ہی یہی ہے"

ملیحہ "یہ تو اچھے لوگ سے پوچھئے ہر ایک کے آگے سر جھکانے کو تیار رہتے ہیں۔ مگر سب میں یہی

نہ ہو کہ میرے ان سے صلح ہو۔ یہ قیامت تک نہ ہو گا" آگ پانی کا نباہ مشکل ہے۔

ملیحہ "میری باتوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ شہر تمھاری طرف سے ہے"

ملیحہ "آپ جو سمجھتے ہوں سمجھیں مگر میں کسی کے سامنے جھکنے والی نہیں"

نصیر "پھر میں تمھارا ساتھ بھی نہیں دے سکتا"

ملیحہ "دیکھئے اگر یہ خوب سمجھ لیجئے کہ بغیر میرے کسی کا نباہ نہیں ہو سکتا۔ آپ چاہیں

تو سمجھیں اگر آپ کو میری ضرورت ہے اور اس بزدل عورت سے زیادہ آپ

سمجھنا چاہیں جس کی ظاہری نمائش دیکھ اور میٹھی چپڑی باتیں سن کے آپ

فریفتہ ہو گئے ہیں۔ خیال کیجئے کہ اگر میں اپنی برکتیں اٹھا لوں گی تو آپ کی کیا

حالت ہو گی۔ آپ ہر خرابی میں مبتلا ہوں گے۔ ہم بیاد اور فریب کے پھندے

میں پھنس جائیں گے اور آپ میں یہ قوت ہی نہ باقی رہے گی کہ کسی دشمن

سے اپنے آپ کو بچا سکیں یا کسی مضرت کو اپنے سے دور کر سکیں"

یہ کہتے ہی وہ مرد ملیحہ شوخ ادا تو جھٹک کے چلی۔ ادھر میرے دل میں یہ

خیال گذرا کہ اگر اس برہم مزاج ملیحہ کی برکتوں سے میں بالکل محروم ہو گیا تو زندگی

دشوار ہو جائے گی اور کہیں کا نہ رہوں گا۔ ایک تک میں نے اس کا دامن پکڑ

لیا۔ اور استمالت کے طریقہ سے کہا "چلیں کہاں؟ ذرا ٹھہر کے میری دو باتیں

تو سن لو"

ملیحہ۔ "جب تمھیں مجھ سے انس ہی نہیں اور میری دشمنی کے خواہاں ہو تو پھر مجھے

تم سے کیا مطلب ہے؟"

نصیر "میں نے اپنے دل میں اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ بغیر تمھارے نباہ ہو سکتا ہے

اور نہ بغیر اس ماہ طلعت حسینہ کے جس کی تم دشمن ہو"

ملیحہ "اور میرا اس کے ساتھ نباہ نہیں ہو سکتا"

نصیر "میں کوشش کروں گا کہ تم دونوں سے انس و محبت رکھوں۔ اور دونوں ہمیشہ

خوش رہیں"

صبیحہ: یہ دشوار ہے - اور اگر ہو بھی سکتا ہے تو دو قوموں اور دو دوسرے
ملک والوں سے - تم ہندوستانیوں سے یہ غیر ممکن ہے کہ ہم دونوں کے ساتھ نباہ
ہو - تم لوگوں میں اصلی نقصان اسی بات کا ہے۔

امین: اچھا اگر ہم سے نہیں بن پڑتا تو تمہیں بتاؤ کہ کیا کریں جو تم دونوں خوش ہو؟

صبیحہ: ایسی تدبیریں نکالنا تمہارا کام ہے - میں یہی کہوں گی کہ یا مجھ ہی سے سازش رکھو
یا اُس حسینہ ہی سے ملو جو میرے مذاق کے خلاف تمہیں علیحدگی کے راستہ پر لگانا چاہتی ہے۔

اب امین نے صبیحہ کی حور طلعت بیوی کی طرف توجہ کی اور کہا تمہارا کام دوستی و
محبت اور صلح جوئی و ہمدردی ہے تم ہی بتاؤ کہ کیا کروں جو تم سے بھی تعلقات رہیں
اور اس شوخ طبع بلا سے بھی؟

صبیحہ: میں اور اس کی تدبیر بتاؤں کہ نااتفاقی سے انس پیدا کرو - ہرگز نہ ہوگا۔

امین: مگر تمہارا تو کام ہے کہ دشمن سے بھی انس رکھو۔

صبیحہ: لیکن ایسے دشمن سے دوستی کرنے کو ہرگز نہ کہوں گی جو امن و امان اور اتفاق
ویکجہتی کی بنیاد ہی اکھاڑ کے پھینکا چاہتا ہے۔

امین: لیکن جب تم سے بھی تعلقات برقرار رہیں گے تو یہ کیوں ہونے لگا تھا؟
میں تو یہ چاہتا ہوں کہ دونوں سے ربط و ضبط رکھوں - اور ضرورت کے اوقات
میں دونوں سے مشورہ لیا کروں۔

صبیحہ: ایسی صورتیں پیدا کرنا خود تمہارا کام ہے - اس لیے کہ میں کبھی مشورہ
نہ دوں گی کہ نااتفاقی یا خصومت کو اپنے پاس پھٹکنے دو اور یہ اس بات کو ہرگز
نہ گوارا کریں گی کہ تم میری سنو اور انس و محبت رکھو - اگر تم کو خدا نے عقل دی ہے
تو آپ ہی سوچ سمجھ کے ایسی صورتیں پیدا کرو کہ ہم دونوں راضی بھی رہیں اور
جس وقت ضرورت ہو ہم دونوں سے مشورہ لے کے فائدہ بھی اٹھا لیا کرو - لیکن
ایسے خوش گفتار ہندوستانیوں میں بہت کم ہیں۔

امین: اچھا تو میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں اتفاق و نااتفاقی کے حدود مقرر کروں۔

صبیحہ: اول تو ایسے حدود مقرر کرنا آسان نہیں - اور اگر مقرر بھی کر لو تو ان پر
قائم رہنا تمہارے لیے بہت ہی دشوار ہے۔

... ہاتھ سے چھڑانے کی کوشش کرے گی) "تو جب تم ایسی کوئی تدبیر سوچ نا سمجھے ہو ... صحیح صورت اُن تعلقات کے دقت میں بیان نہیں ٹھہر سکتی۔ اور اتنا سا سمجھ لیتا ہوں کہ تمھارے کیے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اگر تمھارا ہی زور چلتا ہوتا تو آج تک ہم تیرے غلام کیوں بنے رہتے؟"

"... اچھا اگر تیرے نہیں تو تم ہی بتاؤ کہ کس کے کیے سے یہ کام ہو سکے گا؟"

"مجھ پر یہ ... انھیں آغا خان کو بلاؤ جنھوں نے میرے پنجے سے تمھیں آزادی دلائی ہے۔ جہاں انھوں نے یہ کیا ہے کہ ... ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک بیک نفاق پیدا کرا دیا۔ اور انھیں ہندوؤں کے ساتھ متفق رہنے پر بھی آمادہ کر رہے ہیں ... کی بھی کوئی مناسب تدبیر بتا دیں گے کہ ہر فریق اور ہر گروہ کے ساتھ اتفاق کہاں تک ضرور ہے اور کہاں سے مخالفت کی حد شروع ہوتی ہے۔"

یہاں تک نوبت پہنچی تھی کہ میں عالم خیال سے نکل آیا۔ اور آنکھ سی کھل گئی لیکن اب تک نظر کے سامنے یہی منظر پیش ہے اور گویا میں نااتفاقی کی شوخ ... دونوں کا دامن پکڑے ہوئے ہوں۔ اور اس اُدھیڑ بن میں لگا ہوں کہ دونوں سے کس طرح نباہوں۔ امید ہے کہ ہز آغا خان ہی اتفاق و اختلاف کے حدود قائم کر کے میری مشکل آسان کر دیں گے۔"

مختلف خیالات و واقعات

بارہا مشہور ہوا کہ اہل جاپان کو اسلام کی طرف توجہ ہوئی ہے۔ مگر ہمیشہ ایسی خبریں بے اصل ثابت ہوئیں۔ اب کی مرتبہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی وہ دین اسلام کے اصول سے واقف ہونا چاہتے ہیں۔ ترکی سے گرچہ شیخ ... مسلمان گئے ہیں مگر اس موقع پر مصر یا ہندوستان سے چند تعلیم یافتہ ... مسلمانوں کے پہنچنے کی ضرورت ہے جو اسلام کی دینی و دنیوی برکتوں کو صحیح اصول پر بتا سکیں۔ مسلمانان ہند کو اپنا کوئی مستند و مسلم نائب ضرور روانہ کرنا چاہیے۔

شمس العلما سید علی بلگرامی کا بے وقت اور ناگہان سفر آخرت کرنا مسلمانوں

ہی کے لیے نہیں سارے ہندوستان کے لیے بڑا دلخراش سانحہ ہے۔ مولانا کی ذات سے ملک کو ابھی بہت امیدیں تھیں اور وہ ان لوگوں میں تھے جو وفور قابلیت سے کسی طرح خاموش نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ افسوس کتاب "تمدن ہند" جس کا وہ وعدہ کر چکے تھے ناتمام رہ گئی۔ ہم ان کے خاندان کے ساتھ پوری ہمدردی کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ خدا مرحوم کو غریق رحمت کرے۔ ان کے صاحبزادہ کو چاہیے کہ کتاب تمدن ہند کا جس قدر حصہ مرتب ہوا ہو اسے مرحوم کی آخری یادگار کی حیثیت سے ناتمام ہی شائع کر دیں جو اس بات کو ہمیشہ یاد دلاتی رہے گی کہ ان کے انتقال سے ہندوستان کو کتنا بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔

مسلم یونیورسٹی فنڈ میں مولوی عزیز مرزا صاحب کی کوشش سے برما سے بھی تقریباً ڈھائی لاکھ روپیہ کا اضافہ کر دیا جو معتدبہ رقم ہے۔ افسوس کہ مدراس پریسیڈنسی اس کار خیر میں تمام صوبجات سے پیچھے ہے۔ جہاں کا چندہ ابھی تک چالیس ہزار کو بھی نہیں پہونچ سکا۔ مسلمانان مدراس کو یہ کمی بہت جلد پوری کرنی چاہیے۔

دولت عثمانیہ کے شیخ الاسلام کے اس فتوے نے کہ نجف اشرف اور کربلائے معلی کے خزانوں کا روپیہ مدارس اور دار الشفاؤں میں خرچ کیا جا سکتا ہے حضرات شیعہ میں برہمی پیدا کر دی ہے۔ لیکن اس برہمی کی کوئی صحیح بنا ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر یہ منشا ہے کہ ان متبرک خزانوں کو ہاتھ ہی نہ لگایا جائے اور ان کا روپیہ خیرات و مبرات کے کاموں میں بھی نہ صرف کیا جائے تو شاید یہ کوئی عقلمندی کا خیال نہ ہوگا۔ اور نہ اس پر عمل درآمد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ خیرات کے کاموں میں خزانہائے مذکور کی رقمیں اکثر صرف ہوتی رہتی ہیں اور ان سے محتاجوں کی اکثر کفالت کی جاتی ہے۔ اب اخبارات مصر سے اس واقعہ کی حقیقت یہ معلوم ہوئی دونوں مذکورہ خزانوں میں تقریباً پانچ کرور روپیہ کا سرمایہ ہے اور شیخ الاسلام نے یہ مشورہ دیا کہ اس سرمایہ سے مدد لے کے ان دونوں متبرک مقاموں میں ایک

یہ مدرسہ اور دارالشفا قائم کر دی جائے۔ یہ بھی نہیں کہ اس مد کا روپیہ کسی اور مقام کے مدرسہ یا شفاخانہ میں منتقل کیا جائے گا۔ تو کسی طرح محل شکایت نہیں۔ خود لکھنؤ میں آباد کے خزانہ کا روپیہ جو صرف عزاداری کے کاموں پر وقف ہے تعلیم اور صنایع میں صرف ہو رہا ہے۔ انگریزی کا بالی اسکول اور توں اسی روپیہ سے چلایا گیا اور اب مدرسہ عالیہ اسی کے سرمایہ سے تعمیر کیا گیا ہے کوئی شفاخانہ بھی اسی کی رقم سے چل رہے ہیں۔ جو بالکل عام ہیں پھر ہم نہیں سمجھ سکتے اگر شیخ الاسلام نے ایسا روشن خیالی کا ایک فتوی جاری کر دیا تو کیا برا کیا۔

---

۲۹ اپریل کے تہذیب النسوان میں مولوی ممتاز علی صاحب نے کتاب "نیا ر واری" پر ریویو کرتے ہوئے اس کی زبان پر دو ایک اعتراض کیے ہیں جنھیں دیکھ کے لکھنؤ کے اکثر لوگوں نے قہقہہ لگایا۔ پہلا اعتراض یہ ہے کہ غرغرہ کی جگہ "غرارہ" بالکل غلط ہے۔ ممکن ہے کہ مولوی صاحب موصوف کے گھر میں یہ لفظ غلط سمجھا جاتا ہو مگر دہلی و لکھنؤ میں سوا اطبا کے سب لوگوں کی کل فصحا اور تمام خاتونوں کی زبان پر "غرارہ" ہی ہے جس کی صحت کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ خواجہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں

شبے اگر بزبانم حدیث تو برود زبے طارق آنرا بہ غرارہ گشم

اور استعمال کی حالت یہ ہے کہ شریف گھرانوں کی خاتونوں نے غرارہ کے سوا غرغرہ کا لفظ ہرگز کبھی سنا ہی نہ ہوگا۔ اس پر طرہ یہ کہ ارشاد ہوتا ہے جیسے پانچوں والے گھیر دار پاجامہ کو "غرارہ" کہتے ہیں یہ خدا جانے کس ملک کی بولی ہے۔ بڑے گھیر دار پانچوں کا پاجامہ نصیر الدین حیدر کے وقت لکھنؤ میں ایجاد ہوا۔ اور یہیں سے اور مقامات میں پہونچا۔ مگر لکھنؤ میں آج تک کسی نے اس پاجامہ کو "غرارہ" کہا اور نہ کسی اور کو کہتے سنا۔ اور نہ یہ دہلی کی زبان معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہم نے کبھی دہلی والوں کو بھی ان معنوں میں غرارہ کا لفظ استعمال کرتے نہیں دیکھا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مولوی صاحب آبلہ اور چھالے کے مقام پر پھپھولے کے لفظ کو غلط بتاتے ہیں۔ حالانکہ ان معنوں میں فصیح تر لفظ پھپھولے ہی ہے۔ ان اعتراضات سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں جو حضرات عورتوں کی اصلاح و تعلیم کے ذمہ دار بن گئے ہیں وہ زبان اردو سے کہاں تک نا آشنا ہیں۔ اگر یہ

خرابی سی جاری ختم ہو جاتی تو کوئی شکایت نہ تھی۔ خرابی تو یہ ہے کہ ان کتابوں کو پڑھ پڑھ کے خود ہماری عورتوں کی زبان بگڑی جاتی ہے اس لیے کہ جہالت کی وجہ سے ان کو یہ خیال ہے کہ جو کتابوں میں لکھا ہو وہی صحیح ہے۔

مولانا حالی نے دو چار ہندی الفاظ کمال استادی سے بڑی خوبصورتی کے ساتھ استعمال کر دیے ہیں۔ اور وہ بھی خاص محل پر۔ اسی طرح ممدوح کے ... نزدیک قابل اعتراض نہیں مگر ان کی تقلید میں بعض نوجوان شعرا ایسی ... ہندی لفظوں کو استعمال کرنے لگے ہیں۔ اور ... تصرفات ہو جاتے ہیں کہ زبان اردو تباہ ہوئی جاتی ہے ... چودھری خوشی محمد خان صاحب ناظر کی ایک نظم ہے۔ اس کے چوتھے شعر کا دوسرا مصرع ہے "جام گدائی ہاتھ میں لیکر دوارے دوارے پھرتے ہیں" یہ "دوارے دوارے" ... ستم کا اتنا اثر ہے ... پانچویں شعر کا دوسرا ... "... اثر سے خستہ رگوں میں خون کے فوارے پھرتے ہیں" یہ فوارے ... تصرف کر کے "فوارہ" بنا دینا بھی زبان پر کوئی معمولی ظلم نہیں۔

اپنا دکھڑا

... شکایت ہوگی پرچہ وقت پر نہ نکلا۔ اور نہ دفتر سے خط و کتابت مستعدی کے ساتھ ہوئی ہے۔ مگر ذرا میری مصیبتیں بھی سن لیجیے۔ بندہ زادہ محمد فاروق ایڈیٹر دلگداز چھ مہینے ... اطبا اور ڈاکٹروں کا علاج ہوا مگر بے سود۔ دو مہینے ہوئے کہ ڈاکٹر ... ان کی دوا کے ساتھ ہی بخار جو چڑھا تو آج تک نہیں اترا ہے ... صورت اختیار کر لی۔ اور کوئی امید زیست نہ باقی تھی۔ مگر حکیم محمد عبد الولی صاحب ... نے مردہ امیدوں میں کچھ کچھ جان ڈالی ہے۔ اور اب ... صحت دشوار ضرور ہے مگر غیر ممکن نہیں۔ سارا کام دفتر دلگداز کا فاروق سلمہ کے چلانے سے چلتا تھا ... پڑ جانے سے سب کام ابتر ہو رہے ہیں احباب دعا فرمائیں کہ خدا انہیں صحت ... یہ کہ محلے میں طاعون کی شدت ہوئی۔ ایک پرانا پریس مین اچانک مر گیا۔ اور تمام کاریگروں نے کام چھوڑ دیا۔ مجبوراً ... نیا ... اور نیز پریس کا مکان بدلنا پڑا۔ اور مہینہ بھر تک ...

... زیر طبع

محمد عبد الحلیم
ایڈیٹر دلگداز

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر کے مشہور ناول و مقبول عام تصانیف

تاریخ اور سوانح وغیرہ

(۱) جنید بغدادی (سلسلۂ مشاہیر اسلام کی پہلی کتاب)
حضرت جنید بغدادی کے حالات زندگی آپکی تعلیمیں آپکا
تصوف اور آپکا فلسفہ الٰہی قیمت ... عہ

(۲) ابوبکر شبلی (سلسلۂ مشاہیر اسلام کی دوسری کتاب)
حضرت شیخ ابوبکر شبلی کے حالات آپکا جوش عقیدت اور آپکا جذب و ذوق

(۳) تاریخ سندھ نہایت مکمل و مستند تاریخ ارض سندھ
قدیم الایام سے حکومت اسلام کے آخر زمانے تک ملک سندھ کا بیان
فاتحین عرب نے سندھ میں کیا کیا۔ دو جلدیں
جلد اول کی قیمت ... ۱؍
جلد دوم کی قیمت ... عہ

(۴) حروب صلیبیہ صلیبی لڑائیاں جو کئی سو برس تک
بیت المقدس کی حکومت کیلئے مسلمانوں اور عیسائیوں میں
رہیں قیمت ... عا

(۵) خواجہ معین الدین چشتی حضرت قطب الہند خواجہ
اجمیری کے مستند تاریخی حالات اور آپکے کمالات ... ۶؍

(۶) ملکۂ زنوبیہ حضرت مسیح کے عہد کے قریب کی ایک
عربی شاہزادی کے حالات زندگی قیمت ... ۳؍

(۷) حکم الرفاعیہ سید شیخ احمد رفاعی کے اسی نام
کے رسالے کا ترجمہ قیمت ... ۳

(۸) آغا صاحب مرزا آغا علیخان بہادر رئیس لکھنؤ کے حالات زندگی ...

(۹) رفع النقاب مسئلۂ پردہ کی تردید شرعی پردے کے
صحیح ثابت کرنے میں مولانا احمد مختار صاحب صدیقی کا مدلل رسالہ ۲؍

تاریخی ناول

(۱۰) عزیز اور لطیف پاکدامن عفیفہ اور رقابل
بی بی کی بہتیں اسکی حیرت انگیز عزیز کی میمان کو تمام
خرابیوں سے بچا کے راہ راست پر لگانا اور انتہائی ترقی پر
پہنچانا نہایت عمدہ و دلچسپ ناول قیمت ... عہ

(۱۱) فلپانا مولانا شرر کا سب سے عمدہ تاریخی ناول انجام
[illegible] عہد بنی امیہ کا معرکہ حضرت عثمان غنی کا
صحابہ کی پائمالی عباس قیس وغیرہ کی خانہ جنگیاں اور
عبداللہ بن زبیر نہایت اعلیٰ درجہ کا ناول ... عہ

(۱۲) ماہ ملک مولانا شرر کا سب سے نیا اور اچھوتا ناول
جسمیں دولت غوریہ اور عروج سلاطین غیاث الدین و شہاب الدین
غوری کے کارنامے اور اُس عہد کی معاشرت اسکی نئی شاہزادی
ماہ ملک کے حالات و کمالات قیمت ... عا

(۱۳) یوسف و نجمہ کامل جسکی نسبت نہیں آپ بیتی سے
کیا موثر ہے کہانی میری [illegible]
نہایت پاکیزہ ناول ... ۸؍

(۱۴) شوقین ملکہ سپین و صقلیہ صلیبی لڑائی کے حالات
اپنے ملک و قوم کی شفقت زبان مردوں کے پیچھے عورتوں کا بیان ... عہ

(۱۵) فتح اندلس اسپین پر عربوں کا حملہ جسمیں ملک سپین
کی دولت آخری تاجدار اسپین کے ہاتھ سے اسکی بیٹی [illegible]
اور مجاہدین اسلام کی تلوار سے اسکا انتقام قیمت ...

(۱۶) فردوس بریں نہایت ہی حیرت انگیز ناول فرقۂ باطنیہ
حشیشین اور انکے رہبر فدائی جیسے کہ علاء الدین کا سفر
اور جنت کی سیر اس دو ناول کا جواب کسی دوسری
زبان میں بھی نہیں ملسکتا قیمت ... عہ

دلگداز اور اتحاد کی جلدیں

(۱۷) جلد دلگداز ۱۹۰۰ء مکمل بارہ پرچے قیمت ... ۲؍
(۱۸) جلد دلگداز ۱۹۰۳ء دلگداز کے وہ سب پرچے جو
۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئے بارہ پرچے ... ۲؍
(۱۹) جلد دلگداز ۱۹۰۵ء مکمل بارہ پرچے قیمت ... ۲؍
(۲۰) جلد دلگداز ۱۹۰۶ء مکمل بارہ پرچے قیمت ... [illegible]
(۲۱) جلد دلگداز ۱۹۰۸ء مکمل بارہ پرچے ... ۲؍
(۲۲) جلد دلگداز ۱۹۱۰ء (بارہ پرچے) ... ۲؍
(۲۳) جلد اتحاد بابت [illegible] (۲۴) رسالہ [illegible] [illegible]

[illegible] دفتر منشور دلگداز گولہ گنج لکھنؤ

دلگداز دلگداز دلگداز

حضرت مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر کی اڈیٹری مین [illegible] مضامین [illegible] دلون کی [illegible] مین آتی اور دل ہی مین سما جاتی ہے۔ آپ صرف اعلیٰ درجے کے ادبی [illegible] مضامین [illegible] ختم سال پر ناول اشرف کا ایک کامل مرتب ناول خریداران دلگداز کو مفت دیا جاتا ہے قیمت صرف [illegible] سالانہ [illegible] اگر [illegible] تجربہ [illegible] ہوتا ہو [illegible] حضرات [illegible] سابق کے پرچے طلب فرمائین گے اگر بھی اطمینان نہ ہو تو وہ نمبر [illegible] بھیجے جاتے ہین۔

المشتہر محمد فاروق منیجر دلگداز لکھنؤ کٹرہ بزن بیگ خان

کارخانہ روضۃ الریاحین لکھنؤ کا اعلیٰ عطر

(آپ ایک دفعہ آزما کے تو دیکھین!)

[illegible] مشہور ہے مگر افسوس کہ جو عطر ہو وہ باہر ہونکو ہین [illegible] کی [illegible] ہاتھ [illegible] بعض اشتہار دینے والونکی حالت [illegible] خراب [illegible] ہے جو صاحب طلب فرمائین انکے لیے [illegible] مستند کارخانہ [illegible] اعلیٰ درجے [illegible] اہتمام کرکے مال [illegible] اور بکفایت خرید کے [illegible] جیسا بہت اچھا اور قابل اطمینان [illegible] [illegible] کیسا اچھا عطر اور [illegible] فہرست [illegible]

عطر [illegible] فی تولہ [illegible]	عطر گل حنا فی تولہ [illegible]	عطر [illegible] فی تولہ [illegible]
عطر [illegible] [illegible]	عطر مسقی [illegible]	عطر شہاگ [illegible]
عطر چنبیلی [illegible]	عطر [illegible] [illegible]	عطر اگر [illegible] [illegible]
عطر کیوڑا [illegible]	عطر گلاب [illegible]	عطر اگر [illegible]
عطر [illegible] [illegible]	عطر گلگشت [illegible]	عطر مخلوط [illegible] [illegible]
عطر [illegible] [illegible]	عطر سیرتی [illegible]	عطر مشک [illegible] [illegible]
عطر چمپا [illegible]	عطر عروس [illegible]	روح خس [illegible] [illegible]
عطر [illegible] [illegible]	عطر شہناز [illegible]	روح [illegible] [illegible]
عطر [illegible] [illegible]	عطر رنگ حنا [illegible]	عطر [illegible] [illegible]
عطر [illegible] [illegible]	روح گلاب [illegible]	[illegible]
روغن [illegible] فی سیر [illegible]	عرق گلاب فی بوتل [illegible]	[illegible] فی تولہ [illegible]
روغن [illegible] فی سیر [illegible]	عرق کیوڑا فی بوتل [illegible]	[illegible]
روغن کیوڑا فی سیر [illegible]	زردہ [illegible] تنباکو کی [illegible]	[illegible] تنباکو فی تولہ [illegible]
روغن [illegible] فی سیر [illegible]	[illegible] فی سیر [illegible]	[illegible]

آپکا خادم محمد عبد [illegible] منیجر دلگداز لکھنؤ کٹرہ بزن بیگ خان

مشہور لٹریری اور تاریخی رسالہ جو ۱۸۸۷ء سے جاری ہے

جلد ۱۳

نمبر ۵

دلگداز

بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۲۸ھ

مطابق ماہ جون ۱۹۱۰ء

بہ اڈیٹری

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی

بہ اہتمام

محمد فاروق منیجر رسالہ و مطبع دلگداز

لکھنؤ

مرزا زمن بیگ خان سے دلگداز پریس مین چھپ کر

شائع ہوا

تصانیف شرر کے نئے لائبریری ایڈیشن

نفیس مزاج اور فیاض قدر دانان علم کیلئے مولانا شرر کی نئی اور پرانی کتابین بڑے اہتمام کے ساتھ واضح و روشن خط اور عمدہ ولایتی چکنے کاغذ پر چھاپی جاتی ہین جنکی نفاست دیکھنے کے قابل ہو۔ اس سلسلۂ طبع کا نام لائبریری ایڈیشن رکھا گیا ہو۔ اسمین ناول بھی ہین اور اعلیٰ درجہ کی تاریخین بھی۔ جو حضرات پہلے سے اجازت دے دیتے ہین اُن کا نام لائبریری ایڈیشن کے رجسٹر مین درج کر لیا جاتا ہو اور تیار ہوتے ہی ہفتہ عشرہ پہلے اطلاعی کارڈ بھیج کے بلا انتظار جواب وی۔ پی بھیجدی جاتی ہین۔ مجلد کتابون کے خریدارون سے اصل قیمت پر ۱۲ر کے حساب سے اضافہ کر لیا جاتا ہو۔ اگر علمی مذاق کی مربی گری منظور ہو تو فوراً لائبریری ایڈیشن کے رجسٹر مین اپنا نام درج کرائیے۔

اس سلسلہ مین مندرجۂ ذیل کتابین تیار موجود ہین۔

نمبر (۱) افسانۂ قیس۔ مجنون عامری کی لائف جو از سر نو مکمل کیگئی ہو قیمت فی جلد ۳ر

نمبر (۲) قیس و لبنیٰ۔ مشہور عاشق عرب قیس بن ذریح عذری اور اسکی معشوقہ لبنیٰ کے حالات کو ایک نہایت پُر اثر اور دلچسپ ناول کا لباس پہنایا گیا ہو۔ اسمین یہ خاص بات ہو کہ یہی ایک سوز و گداز ناول ہو اور یہی سچی سوانح عمری۔ قیمت عہ

نمبر (۳) حسن بن صباح۔ بانی فرقۂ باطنیہ کے حالات زندگی۔ اسکی تعلیمین اُسکا علم و فضل اور اُسکے مسکوت خدائی نوجوانان مگے مذہب کی نہایت اسی کتاب سے معلوم ہو سکتی ہو۔ قیمت فی جلد ۶ر

اتالیق بی بی

آج کل ساری دنیا مین شکایت ہے کہ مرد عورتون کے ساتھ اچھا سلوک نہین کرتے۔ نہ انھین تعلیم دیتے ہین۔ نہ آزادی۔ اور نہ انھین ہم رتبہ خیال کرتے ہین۔ اس عام شور و ہنگامہ سے جھنجھلا کے ایک بی بی کے ستائے حضرت نے جو ہر وقت "حال من از دست بیوی ابتر ست" کا وظیفہ پڑھا کرتے ہین۔ یہ نہایت ہی پُر لطف و با مذاق رسالہ لکھا ہے۔ اسمین دکھایا گیا ہے کہ بی بیان کس طرح شوہرون کو پریشان کرتی اور ناک چنے چبوا دیتی ہین۔ اپنے رنگ مین بالکل نیا اور نہایت اعلیٰ درجہ کا رسالہ ہے ملاحظہ فرمائیے۔ چھپائی بھی نہایت عمدہ ولایتی کاغذ پہ ہے قیمت کچھ نہین صرف ۱۲ر

منیجر دلگداز

اُلوالعزمی

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد اگر خارے بود گلدستہ گردد

دنیا مین یہ جتنی برکتین نظر آ رہی ہین سب اُلوالعزمی کا صدقہ ہین۔ یورپ کے بڑے بڑے کام جو آج کل معجزات نظر آ رہے ہین۔ سچ پوچھو تو یہ سب ہمت نہ ہارنے کے معجزات اور حوصلہ مندی کے کرامات ہین۔ انسان کسی کام کی نسبت یہ نہ خیال کرے کہ نہین ہو سکتا بس پھر یقین کر لو کہ وہ سب کچھ کر لے جائے گا۔ نپولین اعظم جو یہ کہا کرتا تھا کہ اگر میرا بس چلتا تو "غیر ممکن" کے لفظ کو لغات کے صفحون پر سے مٹا دیتا بہت صحیح کہتا تھا۔ اس سے اُس کا یہ مطلب نہ تھا کہ غیر ممکن کوئی چیز نہین ہے بلکہ یہ مقصد تھا کہ اسی "ناممکن" ہونے کے خیال نے دنیا مین بہتیرے ایسے کام نہ ہونے دیئے جو ہو سکتے تھے۔

یونانیون کے فلسفہ اور اُن کی عقل و دانائی کی سب مین شہرت ہے مگر ہمارے یہان لوگون کو ابھی اس کی خبر نہین کہ یونانی جیسے عقلمند تھے ویسے ہی بہادر اور شجاع بھی تھے۔ کوئی تعجب نہین جو اکثر عوام کے ذہن مین یہ خیال ہو کہ یونانی سب کے سب پڑھے لکھے تھے۔ اُن مین کا ہر شخص ایک اعلیٰ درجہ کا مولوی تھا۔ اور مولویون کو شجاعت و سپہگری سے کیا کام۔ مگر نہین۔ فلسفی تو اُن مین چند گنتی ہی کے لوگ تھے دنیا مین جس چیز نے یونانیون کو زیادہ چمکایا وہ اُن کی اعلیٰ درجہ کی سپہگری بہادری اور اولوالعزمی ہی تھی۔ اُنھون نے ایرانیون کے عظیم الشان لشکر کو شکست دی۔ کیخسرو کے جہازون کے بیڑے کو تباہ کر دیا۔ بڑی بڑی زبردست قومون کو اُن کے آگے سر مجبور جھکانا پڑا۔ اور

اسی قسم کے بیسیوں واقعات اُن کی تاریخ میں نظر آتے ہیں۔ مگر اُن کی ہمت بلند — اُن کی حوصلہ مندی۔ اُن کی اُلوالعزمی کا سب سے زیادہ مکمل نمونہ فتح اور کامیابی میں نہیں۔ بلکہ ایک شکست اور پسپائی میں نظر آیا۔ جو دنیا کو کبھی نہ بھول سکے گی وہ ایک ایسی پسپائی تھی جس پر سو فتحوں کو قربان کر دینا چاہیے۔

یونانیوں کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ کیخسرو کا بیٹا اردشیر (جو ایرانیوں میں غالباً شاپور ذوالاکتاف کے لقب سے شہرت رکھتا ہے) جب ۴۹۵ قبل مسیح میں مرا تو اُس کا وارث سلطنت دارا سے توتھوس ہوا۔ دارائے مذکور نے دو بیٹے چھوڑے۔ بڑا اردشیر جو دار السلطنت میں تھا۔ اور چھوٹا سائرس (خسرو) جو کہ باپ کے مرتے وقت سارڈیس کا حاکم تھا۔ خسرو اگرچہ عمر میں چھوٹا تھا مگر باپ کی تخت نشینی کے بعد اور اُس کے سریر آرائی کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا اس لیے سمجھتا تھا کہ اصلی وارث سریر شہریاری میں ہی ہوں — مگر اُس کے وطن میں نہ موجود ہونے کی وجہ سے اردشیر کو تخت نشینی کا موقع مل گیا۔ اور خسرو کو جب اس کی خبر پہنچی تو چڑھائی کی تیاریاں کر دیں۔ اور سارڈیس میں فوج جمع کرنے لگا۔ اطراف و جوانب کے علاقوں سے بہت سا لشکر جمع کیا۔ اور یونان میں حاکم اسپارٹا کو لکھا کہ میرا ارادہ ہے کہ صوبۂ پی سی ڈیا کو فتح کروں۔ اس لیے تم یونانیوں کا ایک لشکر مرتب کر کے میرے پاس بھیجدو۔ اہل اسپارٹا نے حکمران عجم کی یہ درخواست قبول کی۔ اور گیارہ ہزار یونانیوں کا ایک لشکر جرار اسپارٹی نژاد سپہ سالار کلے آرچوس کے زیر علم سارڈیس میں آیا تاکہ شاہزادۂ عجم کے ساتھ مہم پر روانہ ہو۔

خسرو مذکور اپنے تمام فراہم شدہ لشکر کو لے کے مشرق کی طرف روانہ ہوا کہ تاج و تخت کو بزور شمشیر بڑے بھائی سے چھینے۔ شہر طوسوس میں پہونچ کے یونانیوں کو معلوم ہوا کہ ہم کسی صوبہ کے فتح کرنے کو نہیں بلکہ ایک بھائی کے طرفدار بن کے دوسرے بھائی سے لڑنے کو جا رہے ہیں۔ یہ معلوم ہوتے ہی وہ لوگ رک گئے۔ اور ایسی باہمی خونریزی میں خسرو کا ساتھ دینے سے انکار کیا۔ مگر خسرو سمجھا بجھا کے اور زبردستیاں کر کے اُنھیں لے ہی گیا۔ ہنوز کسی حریف سے معرکہ آرائی کی نوبت بھی نہیں آنے پائی تھی کہ یونانیوں کو معلوم ہوا ہم دریائے فرات کے پار

آ رہے ہیں۔ اور ہمارے اور وطن کے درمیان ایک بڑا دریا حائل ہو گیا۔ مگر مجبور تھے آگے بڑھے۔ شہر "قوناکسا" میں جو لب فرات سے مشرق جانب تقریباً ۵۰ میل آگے بڑھ کے تھا دونوں بھائیوں کے لشکر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئے۔

لڑائی ہوئی اور جفاکش و جانباز یونانی تھوڑی ہی دیر میں عیش پرست حریفوں پر غالب آ گئے۔ مگر ابھی فتح و شکست کا فیصلہ نہیں ہونے پایا تھا کہ نوجوان شاہزادہ خسرو جوش و خروش سے خود میدان میں آیا اور اکیلا اپنے بھائی اردشیر کے مقابل ہوا۔ دونوں میں دست بدست لڑائی ہوئی اور دیر تک کی ہنر آزمائی کے بعد خسرو بڑے بھائی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اردشیر نے دغابازی کی اور اس کے کسی ہمراہی سپاہی نے خسرو پر حربہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ خیر جس طرح ہو خاتمہ جنگ اسی پر ہوا کہ حوصلہ مند نوجوان بھائی خاک و خون میں لتھڑا پڑا تھا۔ اور اردشیر کی طرف فتح کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔

خسرو کی فوج جس میں ایرانی بھی تھے مغربی صوبجات ایران کے بھی سپاہی تھے اور بہت سے یونانی بھی تھے۔ اس کے مارے جانے کے بعد سراسیمہ و حیران تھی کہ اب ہم کیا کریں۔ وطن سے منزلوں دور ہیں اور دشمن کی قلمرو کے اندر مجبور۔" انھوں نے صلح کی گفتگو چھیڑی۔ اردشیر نے جواب دیا "مجھے تم لوگوں سے تو الٹی پرخاش نہیں۔ مگر یونانیوں کو میں ابھی نہیں بلکہ آئندہ ایک دوسرے رستے سے اپنے وطن کی اجازت دوں گا۔" یہ کہہ کے اپنے اور مقتول بھائی کے دونوں لشکروں کو لیے کے مشرق طرف چلا۔ اور کشتیوں کا پل بنوا کے یونانیوں کو دریائے دجلہ کے بھی پار اتار لے گیا۔ دجلہ سے پار ہونے کے بعد یونانیوں کو نظر آیا کہ ان کے ہمراہ جو ایرانی خسرو کے لشکر میں تھے وہ اردشیر سے ملے ہوئے ہیں اور دریائے دجلہ و فرات کے پار اتار لانے کے بعد اس فکر میں لگے ہوئے ہیں کہ یونانیوں کو فریب میں رکھ کے جب موقع ملے ہلاک کر ڈالیں۔ اس سازش کا حال معلوم ہوتے ہی یونانی اگرچہ دشمن کے ملک میں تھے مکار دشمن کے جال میں پھنسے ہوئے تھے۔ اور وطن کے اور ان کے درمیان میں دو عظیم الشان دریائے زخار حائل

تھے مگر کمال مستعدی سے اپنی حفاظت پر آمادہ ہو گئے۔ کوئی وقت نہ ہوتا جب وہ ہوشیار اور بیدار نہ نظر آتے ہوں اور سب نے دل میں ٹھان لی تھی کہ جان دے دیں گے مگر ہتھیار نہ دیں گے۔

اب یہ سب سردار لشکر دریائے زاب کے کنارے پڑا ہوا تھا کہ ایک ایرانی سردار نے کلئے آرچوس اور چند اور معزز یونانی سرداران فوج کو دعوت کے بہانہ اپنے خیمہ میں بلایا۔ اور دھوکے ہی دھوکے میں اُنھیں گرفتار کر لیا۔ اسیر شدہ افسروں میں سے بعض تو فوراً قتل کر ڈالے گئے اور بعض زندہ رکھے گئے۔ تا کہ ان کو طرح طرح کی اذیتیں دے کے نہایت ہی بے رحمی سے قتل کرے۔ ان دشمنوں کو یقین کامل تھا کہ افسروں کے کٹ جانے کے بعد سارے یونانی ہاتھ پاؤں ڈال دیں گے اور بہ آسانی گرفتار کر لیے جائیں گے۔ مگر وہ شاید یونانیوں کی طینت و شجاعت سے واقف نہ تھے۔ ان میں سے نوجوان نامی ایک دارالسلطنت یونان ایتھنز (اتھینز) کا رہنے والا تھا جس کا شمار سقراط کے شاگردوں میں تھا۔ وہ جوش میں آ کے اٹھ کھڑا ہوا۔ ہم وطنوں کو ہمت دلائی۔ اور کہا "اگر تمھیں مرنا ہی ہے تو کم سے کم یہ کرو کہ آدمیوں کی طرح مرو۔ ہزار دشواریاں حائل ہوں مگر مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اگر دریائے دجلہ کا پاٹ اتنا ہے کہ ہم پار نہیں اتر سکتے تو چڑھاؤ کی طرف سفر شروع کر دو۔ کہیں تو سرا ملے گا۔ یا کہیں تو پایاب ہوگا۔"

اس بہادرانہ مشورہ نے سب کے حوصلے بڑھا دیے۔ اور سارے یونانی بلا تامل شمال کی طرف چل کھڑے ہوئے اور اُسی وقت سے دس ہزار جانبازوں کی وہ واپسی شروع ہوئی جو یونانیوں کی تاریخ میں مشہور ہے اور ساری دنیا میں اولوالعزمی کا ایک حیرت انگیز نمونہ تصور کی جاتی ہے۔ اور درحقیقت یونانیوں کی یہ واپسی غیر متزلزل حوصلہ مندی، تحمل و بردباری۔ اور باضابطگی کی ایک عجیب و غریب یادگار ہے۔ اس وقت یونانیوں کو ہر طرف ایسی دشواریاں اور مایوسیاں نظر آ رہی تھیں کہ اگر دنیا کا کوئی اور لشکر ہوتا تو یقیناً ہمت ہار دیتا۔ اور اپنے آپ کو بے بس دیکھ کے ہتھیار رکھ دیتا۔ یا بدحواسی و اضطراب کے بھنور میں پڑ کے منتشر اور تباہ و برباد ہو جاتا۔ مگر یونانیوں نے کسی دشواری کا خیال بھی نہ کیا۔

و دریا پر بھروسہ کرکے چل کھڑے ہوئے۔

اُنھین شمال کی طرف جاتے دیکھ کے دشمنون نے تعاقب کیا۔ چنانچہ حریف کے سوار ہمیشہ اُن کے پیچھے لگے رہتے اور دریا کے کنارے ہی کنارے دُور تک اُن کا پیچھا کرتے چلے آئے۔ مگر یونانی بھی برابر ہوشیاری کے ساتھ اُن سے لڑتے بھڑتے اور اپنے آپ کو بچاتے ہوئے چلے جاتے تھے یہان تک کہ تعاقب کرنے والون نے ہمت ہار دی۔ پچھتاتے ہوئے واپس گئے۔ اور یونانی اُن سے پیچھا چھڑاتے ہی آرمینیہ کے کوہستان مین گھسے۔ یہان وہ سردی اور بھوک کی ناقابل برداشت مصیبتون مین مبتلا تھے۔ جنگل اور میدان مین چھ چھ فٹ گہری برف جمی ہوئی تھی۔ مگر وہ صبر و شکر کے ساتھ ان سب مصیبتون کو جھیلتے سخت سے سخت دشواریون کا مقابلہ کرتے اور اولوالعزمی کے راستے مین قدم مارتے چلے جاتے تھے۔ اس راستے مین ہوا اور برف کی صدمے سے بہتون کی انگوٹھے اور انگلیان گل گل کے غائب ہوگئین۔ برف کی براق سفیدی اس طرح آنکھون مین پیوست ہوئی جاتی تھی کہ اکثر لوگون کی بینائی کو نقصان پہونچ گیا۔ ان قدرتی دشمنون کے علاوہ ابھی تک انسانی دشمنون سے بھی پیچھا نہین چھوٹا تھا۔ کیونکہ اب اس سرزمین کے رہنے والون نے بھی اُن پر نرغہ کیا اور جمع ہو ہو کے اُن پر یورشین کرنے لگے۔ لیکن یونانیون کو اسی طرح وطن کی دھن لگی تھی۔ سردی سے کانپتے تھرتھراتے تھے۔ دشمنون سے لڑتے بھڑتے اور کٹتے مرتے تھے اور وطن کی یاد مین برابر آگے قدم بڑھائے چلے جاتے تھے۔

سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ ساتھ نہ کوئی رہبر تھا نہ راستہ بتانے والا نہ کسی قسم کا کھانے پینے کا انتظام تھا۔ اور نہ رہنے سہنے کا اور شب باش ہونے کا بندوبست۔ یہ سب مصیبتین تھین مگر وہ ہمت والے برابر ترقی کی راہ مین قدم مارتے قسمت سے لڑتے اور ہر قسم کی مزاحمت کو ذلیل و ہیچ تصور کرتے چلے جاتے تھے۔ یہ سب آفتین جھیلنے اور بیسیون بار مر مر کے جینے کے بعد ایک دن وہ "تھیچے" نام ایک پہاڑ پر چڑھ رہے تھے کہ ناگہان "زے نوفون" جو سب کا سرغنا اور پیش رو تھا اُس کی گاڑی جو سب کے آگے تھی چلتے چلتے رک گئی اور اُس نے زور و شور سے نعرۂ مسرت بلند کیا کہ "سمندر! سمندر!" سمندر یونانیون کا وطنی دوست اور بچپن کا رفیق

تھا۔ جس کی موجوں سے وہ بچپن مین کھیلا کرتے تھے اور جس کے ذریعہ سے وہ آسانی کے ساتھ بحیرۂ روم کے تمام سواحل پر پہونچ جایا کرتے تھے۔ اس لیے زے نوفون نے جو اس وطنی رفیق وامیں کی صورت دیکھی جوش مسرت کو ضبط نہ کر سکا۔ اُس کے بعد اور سب نے سمندر کی خوشنما لہرین اور اُس کی موجوں کی باہمی شوخیان دیکھین اور مارے خوشی کے اُچھل اُچھل پڑے۔ اب اُن کی مسرت وشادمانی کی کوئی حد نہ تھی۔ جوش وخروش سے مسرت کے نعرے بلند کرتے ایک دوسرے سے لپٹ لپٹ کے روتے۔ اور خوشی کے آنسو بہاتے تھے۔ جب مسرت کی بیخودیان ذرا کم ہوئین۔ تو پہلے کچھ دیر تک کنارے بیٹھ کے سمندر کا تماشا دیکھتے رہے۔ پھر سبھون نے اودھر اُدھر سے پتھر لا لا کے ایک جگہ ڈھیر کیے۔ اُن سے ایک بڑا بھاری تودہ یا ٹیلہ بنایا۔ اور اُس تودے کو ایک قومی دیوتا قرار دے کے ہر شخص کے پاس جو سب سے اچھی اور قیمتی چیز تھی اُس پر لا کے چڑھا دی۔ پھر اس تودے کو اپنی خوشی کی یادگار بنا کے وہان چھوڑا۔ اور سفر کا سامان کرنے لگے۔ یہ بحر "یوک زی نہ" (غالباً بحر اسود) تھا۔ اور اُس سمندر سے ملا ہوا تھا جس کی لہرین یونانی خلیج کی لہرون سے ہم آغوش ہوتی اور سواحل یونان کو جا کے ہلکورے دیتی تھین۔ غرض اسی سمندر کے سہارے پر اُنھون نے آگے کا سفر شروع کیا۔ اب اُن کی مصیبتون کا خاتمہ ہو چکا تھا اور زے نوفون اپنے باقی ماندہ ہمراہیون کے ساتھ جن کی تعداد ۸۶۰۰ آدمیون کی تھی جن مین بہتون کی اُنگلیان غائب ہو گئی تھین۔ بہتون کی آنکھین سفید ہو گئی تھین۔ یونان کے قدیم شہر بزنطیم (قسطنطنیہ) مین پہونچا۔ مگر خدا جانے کتنی منزلین مار کے اور کتنے دشمنون کے علاقہ مین سے گذر کے یہان تک آنا نصیب ہوا تھا۔

یہ سفر تو ختم ہو گیا مگر یونانیون کو مدتون یاد رہا۔ بوڑھے بچون کے سامنے اس کا تذکرہ کرتے اُس کے قصہ بیان کرتے۔ عورتین بچون کو اُن کے کارنامون کی کہانیان سناتین۔ ہمیشہ اس سفر کے واقعات سے یونانی اپنی قومی اولوالعزمی کا ثبوت دیتے تھے کہ کس استقلال سے اُنھون نے بہادری کے ساتھ اپنی جان بچائی۔ کیسی مشکل ترین ہفتخوان کو سر کر کے۔ اور کس طرح گویا سات سمندر کے وہ اپنے گھرون مین آئے۔ زے نوفون نے اپنے اس سفر کا ایک سفرنامہ لکھا

د اس کے علاوہ اور بھی کئی تاریخیں تصنیف کیں جو آج تک موجود ہیں۔ اور وہ اسی عہد کا سب سے اعلیٰ مورخ تصور کیا جاتا ہے۔

اگرچہ اس سفر سے یونانیوں کو بظاہر سوا نقصان اور حد سے گذری ہوئی مصیبتوں میں مبتلا ہونے کے کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ اس نے یونانیوں میں عجیب اولوالعزمی پیدا کر دی تھی۔ اور یہ حالت ہو گئی تھی کہ کوئی مشکل اُن کے ارادوں کی سد راہ نہ ہو سکتی تھی۔ چنانچہ ۷۵ برس بعد اسی اولوالعزمی کا ظہور سکندر اعظم کی فتحیابیوں سے ہوا۔ جس کے ہمراہیوں کو جلا وطنی میں گویا لطف آتا تھا اور جانبی دور اُن سے کہا جاتا۔ اور جیسے ذخار دریاؤں کے پار لے جایا جاتا وہ بے تکلف چلے جاتے۔ یہاں تک کہ وہ یونان سے چلا تو اُس قدیم زمانہ میں جبکہ نہ سڑکیں تھیں۔ نہ راستہ معلوم تھے۔ ایک ملک دوسرے سے ناواقف تھا وہ لڑتا بھڑتا اور فتح و نصرت کے پھریرے اُڑاتا ہوا دریائے سندھ کے پار اُتر آیا۔ اور وہاں تک آ گیا جہاں اُن دنوں کسی کا وہم و گمان بھی نہ پہونچ سکتا تھا۔ سچ یہ ہے کہ سکندر کی ساری اُولوالعزمیاں اور کُل حملہ آوریاں اس ایک جگہ کی یادگار تھیں جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ سچ کہا ہے ہمارے اخلاقی شاعر نے کہ

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق ۔۔۔ باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

فرشتوں کی دلبری

ہمارے ایک دوست کو عجائب المخلوقات کا ایک نہایت ہی نادر و بے بہا قلمی نسخہ ہاتھ آ گیا۔ خط تو پاکیزہ تھا ہی مگر اُس کی تصویریں کسی ایسے کامل فن مصور کے ہاتھ کی کھینچی ہوئی تھیں کہ اگلے کمالات دیکھ کے آج کل کی ترقیاں نظر سے اُتری جاتی تھیں۔ وہ دوست آدمی رنگین مزاج اور شوقین تھے۔ شاعرانہ مذاق رکھتے تھے۔ ذوق شاعری نے کسی حد تک رند مشرب بھی بنا دیا تھا۔ اور فائن آرٹس (فنون لطیفہ) سے بھی نہایت ہی مناسبت تھی۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے عقیدے کے سچے اور پرانے مذاق کے سیدھے سادے مسلمان تھے۔

یہ نادر کتاب جو ہاتھ آئی تو بڑے ذوق و شوق سے ورق گردانی شروع

کر دی - طرح طرح کے جانوروں اور انواع و اقسام کے چرند و پرند کی تصویرین دیکھتے جاتے تھے اور دل ہی دل مین مصور کی چابکدستی کی داد دے رہے تھے کہ کتاب کے مضامین عجائبات عالم فانی کی سیر کرا کے عالم جاودانی کی طرف لے چلے۔ اور مصنف کتاب نے معراج کے طریقہ سے اُنھین آسمانون کی سیر کرانا شروع کی - جبرئیل میکائیل اسرافیل اور عزرائیل کی صورتین ادب و تعظیم اور خوف و حیا کی نگاہون سے دیکھین اب وہ اپنی اس جسمانی معراج مین یکے بعد دیگرے آسمانون سے گذر رہے تھے - ہر آسمان کے فرشتون سے ملتے- اُن کی زیارت کرتے- اور آگے بڑھ جاتے یہان تک کہ ایک صفحہ پر چند نہایت ہی حسین و نازنین ماہ وش پری پیکر دلرباؤن کی صورتین نظر آئین مصور کے کمال کی داد بھی نہین دینے پائے تھے کہ اِن نازک اندام دلرباؤن مین سے ایک کی بانکی چتون اور مستانہ آنکھون کو دیکھا اور بے اختیار دل ہاتھون سے کھو بیٹھے ایک بار "اُف" کا لفظ تو زبان سے نکلا پھر اس کے بعد کچھ کہنے کی طاقت نہ تھی- کلیجہ ہاتھون سے تھام لیا- نظر اُس تصویر کے رخ زیبا پر جم گئی - ایک فوری جوش عشق کے بعد ذرا ہوش بجا ہوئے تو یہ فکر ہوئی کہ دیکھون یہ کن گلبدن خاتونون کی تصویرین ہین اور یہ دلربا ماہ طلعت کون ہے - نیچے کی سطر پڑھی تو لکھا نظر آیا کہ "یہ اس آسمان کے فرشتہ ہین"

یہ الفاظ پڑھتے ہی اُنھین سناٹا ہو گیا- اور دل مین کہا" فرشتہ! فرشتہ تو مذکر ہوتے ہین - یہ عورتین کیسی ؟ کیا آسمان پر فرشتون کے ساتھ فرشتنین بھی ہوا کرتی ہین ؟ مگر نہین -توبہ توبہ معاذاللہ! فرشتون کی نسبت تو ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ نہ مرد ہین نہ عورت- انسانی جذبات و شہوات سے بری ہین- اور سوا عبادت یا احکام الٰہی بجالانے کے اُن کا کوئی کام ہی نہین - لیکن پھر اس پرانی مستند کتاب مین ایسی فرشتنین کیون بنائی گئی ہین ؟ اس مین کوئی بات ضرور ہے - مگر چاہے جو کچھ ہو- افسوس مین کسی کام کا نہین - ہا- یہ چاہے فرشتہ ہون یا انسان جن ہون یا پری- مین تو اب اس کا فراد اکا عاشق زار ہون - اب اس پیاری صورت کے دیکھے بغیر مجھے چین نہین پڑ سکتا - آہ کیا کرون کہ اِن دلربا فرشتون سے ملاقات ہو- اِن کا وصال نصیب ہو ؟ افسوس اُس کا فراجرا فرشتہ کی صورت میرے

...میں کھنچ گئی اور کسی کے مٹائے نہیں مٹ سکتی۔ بس اب میں انہیں حور وش فرشتوں کی تلاش میں اپنی زندگی صرف کروں گا۔ مگر ان سے ملنے کی کون تدبیر ہے؟ ...ن جاؤں کہ یہ نہیں معلوم کس سے ان کا پتہ پوچھوں؟" اتنے میں انہیں خیال آیا کہ فرشتوں کو ہم صرف دینی مذہب کے ذریعہ سے جانتا اور پہچانتا ہے۔ اور اس عالم کے حقیقت شناس اور وہاں کے جغرافیہ دان ہمارے ادیان ملت و مقتدایان امت ہی ہیں۔ انہیں علماء کے ان دلربا فرشتوں کا پتہ پوچھنا چاہیے۔ ساتھ ہی مولانا مولوی [illegible] صاحب یاد آئے جو شہر کے بڑے زبردست عالم اور سب سے بڑے ہادی طریقت تھے۔ اور ہمارے دوست وہ کتاب بغل میں دبائے ہوئے اُن کے آستانِ فیض پر جا پہنچے ...حق عشق کا اس قدر زور تھا کہ سلام و دست بوسی کے ساتھ ہی سوال پیش کر دیا کہ "مولانا کوئی ایسی تدبیر بھی ہے کہ میں آسمان کے فرشتوں سے مل سکوں؟"

اس عجیب و غریب سوال پر مولانا نے ہمارے دوست کو سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا اور دل میں کہا "یہ شخص مجنون تو نہیں ہو گیا ہے؟" پھر فرمایا "آپ فرشتوں سے مل کے کیا کیجیے گا؟" ہمارے دوست "اب یہ نہ پوچھیے۔ جناب کے سامنے عرض کرنا گستاخی ہے مگر کہے بھی نہیں بنتا۔ اصل یہ ہے کہ میں ایک فرشتہ پر عاشق ہو گیا ہوں"

مولانا۔ (منہ پر رومال رکھ کے) "آپ کو اُن کا جمال جہاں آرا کہاں نظر آیا؟ معلوم ہوتا ہے کسی فرشتہ سے کہیں آپ سے ملاقات ہو گئی۔ واقعی آپ بڑے خوش نصیب ہیں کہ جیتے جی ملائکہ کا دیدار نصیب ہو گیا۔"

دوست "جی ملاقات تو نہیں ہوئی مگر میں نے ایک فرشتہ کی تصویر دیکھی ہے۔ کیا کہوں کس بلا کا حسن ہے کہ بے اختیار دل ہاتھ سے نکل گیا۔"

اب مولانا نے سمجھانے کی راہ سے فرمایا "آپ ہیں کہاں؟ فرشتہ نور کے پُتلے ہیں جسم سے مبرا و منزہ۔ سوا انبیا کے اور کسی کو اُن کی صورت نہیں نظر آ سکتی۔ سب اُن کی تصویر کہاں سے آ گئی؟" اس کے جواب میں ہمارے دوست نے عجائب المخلوقات کا نسخہ بغل سے نکالا۔ اور ورق اُلٹ کے وہ تصویر اُن کے سامنے نکال کے رکھ دی۔ اور کہا "یہ تصویریں فرشتوں کی ہیں یا نہیں؟" اور اپنی معشوقہ فرشتہ کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا "حضور اس کے حسن و جمال، اس کے بانکپن، اس کی

شوخ چتون۔ اس کی چشم نرگسین اور اس کے لب لعلین کو دیکھتے ہیں۔ آپ ہی انصاف فرمائین کہ اسے کیونکر نہ چاہون۔ آہ۔ اب تو بغیر اس کے وصال کے مجھے کسی طرح صبر آتا

مولانا۔ کسی نے اپنے خیال سے فرضی تصویرین بنا دی ہین ورنہ بھلا فرشتون کو کس نے دیکھا

دوست۔ اتنی پرانی اتنی بڑی اور ایسی مستند کتاب مین تو ایسے بے اصل نہین سمجھ سکتا

مولانا۔ اس کی اصلیت صرف اتنی ہے کہ ایک روایت مین آگیا ہے کہ اس آسمان کے فرشتون کی صورتین عورتون کی سی ہین۔ بس مصور نے اپنے خیال کی عورتین بنا دین

دوست۔ وہی ہوا نہ جو مین کہتا ہوا جب اُن کی صورتین مہ جبین عورتون کی سی ہین اور نور کے سانچے مین ڈھلی ہوئی تو پھر ایسی ہی معشوقہ مین چاہتا بھی ہون۔ رہا فرشتون کا نورانی ہونا یہی تو اُن کے حسن و جمال کی دلیل ہے۔ اور حضور جو یہ فرمانا کہ کوئی اُن کو دیکھ ہی نہین سکتا۔ اس کا مین قائل نہین آپ خود فرماتے ہین کہ نبی اُن کو دیکھتے ہین پھر اگر کسی ولی نے دیکھ لیا ہو تو کون تعجب کی بات ہے آپ حضور چاہے خفا ہو جائین مین نہ مانون گا کہ پرانے زمانہ کے اتنے بڑے علما بے دیکھے بھالے اور بغیر تحقیق کیے اپنے خیال سے فرضی تصویر بنا دی ہو۔ پرانے مصنف اور شاعر سب ولی اللہ ہوتے تھے۔ بھلا یہ ممکن ہے کہ وہ کوئی جھوٹ بات لکھ دین

مولانا۔ تم کس خیال مین ہو۔ فرشتہ جس طرح رجولیت و نسائیت سے منزہ ہین اُسی طرح خوبصورتی و بدصورتی سے بھی مبرا ہین "

دوست۔ یہ تو مین قیامت تک نہ مانون گا۔ تمام پرانے شاعر جو بڑے بڑے بزرگان دین تھے معشوق کو فرشتون کے حسن سے تشبیہ دیتے آئے ہین۔ اور جی ہان قرآن مجید مین بھی تو موجود ہے کہ یوسف کے حسن و جمال کو دیکھ کے زنان مصر بے اختیار کہہ اٹھین کہ یہ انسان نہین فرشتہ ہے "

مولانا۔ تو وہ نساء مصر نے کہا تھا جو علی العموم کافرہ و مشرکہ تھین "

دوست۔ استغفر اللہ! یہ تو مولانا آپ نے آج کل کے نیچریون کی سی بات کہہ دی کہ چونکہ قرآن پاک مین پیغمبرون کو ہمیشہ کفار ہی نے جادوگر کہا ہے اس لیے قرآن سے جادو کے برحق ہونے کا ثبوت نہین ملتا۔ جناب آپ اور جو فرمائین مان لون گا مگر اس بارے مین مین آپ کی نہین سننے کا "

مولانا ہادی کو یہ باتیں سُن کے ہمارے دوست کی حالت پر افسوس آیا۔ اور انہوں نے ہمدردی فرمانے لگے "کیون اپنی زندگی خراب کرتے ہو ؟ دنیا مین انسان پری اور جبرئیل تک پر عاشق ہوتے ہین مگر آج تک فرشتون پر کسی کا دل نہین آیا تھا"۔

دوست "بس رہنے دیجیے۔ آپ کو بھی دیکھ لیا۔ اب آپ حضرت واعظ و ناصح کی سی باتین کرنے لگے جن سے عاشقون اور شاعرون کو ہمیشہ نفرت رہی ہے"۔ یہ کہہ کے ہمارے شفیق جناب مولانا سے رخصت ہوے۔ اور دل مین سوچنے لگے کہ کہان جاؤن اور کس سے پوچھون کہ سہارا فلکی محل ہے، اور فرشتون کا کچھ حال معلوم ہو۔ دل مین آئی کہ اہل مذہب ہی اُس عالم کی باتین بتایا کرتے ہین مجھے اپنی ملکوتی معشوقہ کا پتہ ملنا ہے تو کل مذہبون مین جا کے پتہ لگانا چاہیے۔ بغیر اس کے نہ فرشتون کی حقیقت معلوم ہوگی۔ اور نہ یہ معلوم ہوگا کہ وہ کہان رہتے ہین۔ ہمارے دوست پڑھے لکھے اور قابل تھے۔ علوم دینیہ کے ساتھ تھوڑی بہت منطق و فلسفہ کی بھی پالی تھی اور دیگر ادیان و ملل سے سخت تعصب رکھتے تھے۔ مگر عشق اور ملائکہ کا عشق اُنھین بے تعصب بنا کے دیگر ادیان و ملل کی طرف لے چلا۔ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ایک پنڈت جی مہاراج سے مڈبھیر ہوئی جو مین گنگا نہانے کے لیے جا رہے تھے۔ ہمارے دوست نے نہایت ہی ادب سے جُھک کے اُن کے آگے ڈنڈوت کی اور بڑھ کے قدم لینے کو تھے کہ پنڈت جی نے گھبرا کے پاؤن پیچھے ہٹا لیا کہ ایک ملیچھ کا ہاتھ نہ چھو جائے اور اُدھر ہی رہنے کا اشارہ کرکے پوچھا "مجھ سے تمھارا کیا کام ہے ؟"

دوست "مین آپ سے چندر لوک (عالم بالا) کی باتین پوچھنا چاہتا ہون"۔ پنڈت جی سمجھے کہ یہ کوئی بگڑا ہوا مسلمان ہے اور مجھ سے مذہبی مناظرہ کرنا چاہتا ہے بگڑ کے بولے "اس وقت مجھے چھٹی نہین"۔

دوست "مجھے انتظار کی تاب نہین"۔ پنڈت جی نے بے رُخی سے جواب دیا کہ "اور مجھے چھٹی نہین"۔ ہمارے دوست نے کہا آپ کو چھٹی ہو یا نہ ہو مین بے پوچھے نہ رہون گا۔ مین ایک فرشتہ پر عاشق ہو گیا ہون۔ اور اُس کے ہجر مین سرگردان ہو رہا ہون

آپ بزرگ ہیں اور اُس عالم کی حقیقت سے واقف - آپ ہی سے معلوم ہو سکتا ہی کہ اُس عالم بالا تک کیونکر رسائی ہو سکتی ہے"

پنڈت جی " فرشتوں کو میں نہیں جانتا - اور نہ میرے نزدیک فرشتوں کا کہیں پتہ ہے"

دوست " خوب میں نے ایک پری جمال فرشتہ کی صورت دیکھی اُس کے رُخ زیبا کا دیوانہ ہوں - اور آپ کے نزدیک فرشتوں کی کوئی اصلیت ہی نہیں اصلیت میں تو پھر اوپر کے عالم ابدی میں کون لوگ رہتے ہیں ؟"

پنڈت جی " وہ دیوتاؤں اور دیویوں کی بستی ہیں - دیوتاؤں میں اکثر مہیب اور ڈراؤنی صورت والے ہیں دیویاں نہایت ہی حسین و نازنین ہیں - اور اُن سے اُتر کے اُس لوک (عالم) میں اپسرائیں ہیں - جن کی صورت پر اکثر انسان فریفتہ ہو جایا کیے ہیں - مگر دیویوں کے حسن کے سامنے اپسراؤں کے حسن و جمال کی کوئی ہستی نہیں تم نے شاید کسی اپسرا یا دیوی کی تصویر دیکھ لی ہوگی اور عاشق ہو گئے ہو گے"

دوست " آپ کے پاس دیوتاؤں دیویوں اور اپسراؤں کی تصویریں ہوں تو مجھے دکھایئے - شاید اُن میں مجھے اپنی ماہ طلعت معشوقہ مل جائے"

پنڈت جی " ہاں اُن کی تصویریں ہیں - مگر لوگوں نے اپنے خیال و مذاق کے موافق کھینچی ہیں ورنہ اُس عالم والوں کی اصلی تصویر کوئی کھینچ ہی نہیں سکتا - اور نہ اُن کے حسن پر ہماری نظر ٹھہر سکتی ہے"

دوست " اچھا یہ تو فرمایئے کہ ان دیوی دیوتاؤں کا کیا کام ہے - اور اپسرائیں کس لیے ہیں"

پنڈت جی " دیوی دیوتاؤں کی قدرت سے سارا عالم چل رہا ہے - زندگی موت صحت - بیماری - غریبی امیری - خوشی اور رنج جو کچھ ہے انھیں کی بدولت ہے - اور اپسرائیں اُن کی خادمہ اور اُن کی سبھاؤں میں لطف پیدا کرنے کے لیے ہیں"

دوست " تو یہ سارا کام دیوتا لوگ اپنی مرضی کے موافق چلا رہے ہیں اور وہ ایک خدا جس نے سب کو پیدا کیا ہے کچھ نہیں کرتا اور بیکار ہے ؟"

پنڈت جی " ایسا نہیں ہے دیوتا ایشور (خدا) کی مرضی پر چلتے اور اُس کے حکم کے تابع ہیں"

دوست " تو پھر دیوتا وہی فرشتے ہوئے ؟ اچھا یہ تو بتایئے کہ اُن کی ماہیت کیا ہے"

ورنہ وہ ہیں کس قسم کے مخلوق ؟"

پنڈت جی :۔ "اُن کی ماہیت کون بتا سکتا ہے ؟ اتنا سمجھو کہ نور کے بنے ہوئے ہین اور خدا اور انسان کے درمیان ہین ہین ۔ نہ ایسے پاک و صاف جیسا کہ خدا ہے اور نہ ویسے جسمانی ہین جیسے کہ ہم تم ہین ۔ جب تک چاہتے ہین نظر سے غائب رہتے ہین ۔ اور جب چاہتے ہین کسی وضع اور روپ مین نمودار ہو جاتے ہین ۔"

دوست :۔ "یہ آپ نے کیا فرمایا ؟ اُن کا کوئی خاص روپ یعنی اُن کی کوئی مقرر معین صورت نہین ہے بلکہ کبھی کسی صورت مین اور کبھی کسی صورت مین آشکارا ہوتے ہین ؟"

پنڈت جی :۔ "نہین اُن کی ایک خاص اور مقرر صورت ہے ۔ مگر اس کے ساتھ اُن کو اختیار ہے کہ جس اور جیسے روپ مین چاہین نظر آئین ۔"

دوست :۔ "تو پھر اُن مین اور فرشتون مین کوئی فرق نہین ۔ فرشتہ ہی ہین جن کا نام آپ کے یہان دیوتا رکھ دیا گیا ہے اور میری معشوقہ کوئی ایسی دیوی ہی ہوگی ۔ رہا یہ فرق کہ مسلمانون کے عقیدے مین فرشتے مرد یا عورت نہین ہوتے ۔ یہ میرے مقصد کے خلاف ہے ۔ اور خود مسلمانون ہی کی کتاب مین مین نے فرشتون کو عورت کی صورت مین دیکھ لیا تو پھر کیونکر مانون کہ وہ عورت نہین ہوتے ۔ ضرور ہوتے ہین اور مین اُنھین پریون مین ایک پر عاشق ہو گیا جو آپ کے یہان کوئی حسن و جمال کی دیوی ہو گی ۔"

پنڈت جی :۔ "مگر دیویان اس لیے نہین ہین کہ اُن پر کوئی عاشق ہو ۔ وہ دیوتاؤن ہی کے لیے ہے ۔ اُنھین کی بی بیان ہین اور اُن کے سوا اور کسی کی بی بی نہین بن سکتین ۔"

دوست :۔ "خیر یہ تو خود اُن دیوی جی کی مرضی پر موقوف ہے ۔ آپ ایسی تدبیر بتائیے کہ اُن کی جناب مین میری رسائی ہو ۔"

پنڈت جی :۔ "اس کی تدبیر مجھے نہین معلوم ۔ اُس دیوی کا دھیان کیجیے اُس کی مرضی پر چلیے ۔ اُسے رات دن یاد کیجیے اور پکارا کیجیے ۔ اگر کرپا ہوئی تو مل جائے گی ۔"

دوست :۔ "افسوس آپ سے بھی مطلب نہ نکلا ۔ ہان آپ کا اتنا احسان ضرور ہے کہ کچھ کچھ پتہ چل گیا ۔"

ہمارے دوست پنڈت جی سے رخصت ہو کے آگے بڑھے اور دل مین کہہ رہے تھے کہ "اب کس کے پاس جاؤن ؟" اتفاقاً سامنے ایک پارسی دستور (مقتدا)

نظر آیا جو آتش کدے سے نکل کے اپنے گھر جا رہا تھا۔ آپ نے اُس کے قریب گئے اور نہایت ادب سے سلام کیا۔ دستور صاحب کو ایک مسلمان میں اپنے پیرو دان کا ادب دیکھ کے تعجب معلوم ہوا۔ دل میں خیال کیا کہ یہ مجھے بناتا ہے۔ فرمایا زیادہ دوست تعظیم نہ کیجیے اور اپنا مطلب بتائیے۔"

دوست:۔ "میں فرشتوں کے متعلق آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

دستور:۔ "ہم فرشتوں کو سروش کہتے ہیں وہ بغیر مادے کے نور کے بنے ہوئے ہیں اور تمام عالم کا کام اُنھیں سے متعلق ہے ہر شے اور ہر قسم کی مخلوق کا محافظ ایک سروش ہے۔"

دوست:۔ "یہ کہیے کہ دیوتاؤں اور سروشوں میں کوئی فرق نہیں۔"

دستور:۔ "اور اُنھیں کو مسلمان لوگ فرشتہ کہتے ہیں۔"

دوست:۔ "ہے تو ایسا ہی مگر اتنا فرق ہے کہ مسلمان نہ فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اور نہ اُن کے نام پر کوئی چڑھاوا چڑھاتے ہیں اور آپ کے یہاں سروشوں کی اور ہندوؤں میں دیوتاؤں کی پرستش کی جاتی ہے۔"

دستور:۔ "مگر وہ عبادت در اصل ہرمزد یزدان پاک ہی کی ہے۔"

دوست:۔ "ہو۔ مجھے اس سے بحث نہیں۔ یہ ارشاد ہو کہ فرشتے سب کے سب مرد ہی ہیں یا اُن میں عورتیں بھی ہیں۔"

دستور:۔ "سروش عورت یا مرد ہونے سے بری ہیں اور اُن کو عورت سمجھنا بہت بڑا گناہ ہے۔"

دوست:۔ "بھلا ان سروشوں کی صورت و شکل بھی کبھی کسی نے دیکھی ہے؟ یا آپ کی پرانی دینی کتابوں میں کہیں بتائی گئی ہے؟"

دستور:۔ "وہ خالص روح ہیں۔ اور جسم سے پاک اُن کی صورت کون دیکھ سکتا ہے؟ اصلی قوتیں دو ہیں۔ ایک ہرمزد یعنی یزدان پاک اور دوسری اہرمن۔ ساری خوبیاں بھلائیاں اچھی صفتیں اور تعریفیں یزدان کے لیے ہیں۔ اور روشنی اُس کا مظہر ہے۔ اور ساری بدیاں خرابیاں بری صفتیں اور لعنتیں اہرمن کے لیے ہیں اور تاریکی اُس کا مظہر ہے۔ سارے اچھے سروش ساری نیک قوتیں۔ اور کل نیکوکار لوگ یزدان کے گروہ میں ہیں۔ اور ساری بری قوتیں تمام دیو اور کل بدکار

الگ اہرمن سے کر وہ میں ہیں۔ سب کو اگر اس عالم بالا کا کوئی نورانی پیکر نظر آیا ہے تو یزدان کی طرف سے، یہ ہے کیونکہ سارا حسن اُسی کی ذات سے ہے۔"

دوست۔ جی ہاں مجھے مروشتان ہی کا حسن نظر آیا مگر اصل نہیں بلکہ اُس کی تصویر۔

دستور۔ تصویر! تصویر کیسی؟ مروشتان اور ان کی تصویر بھلا کون کھینچ سکتا ہے؟

دوست۔ میں نے پرانے بزرگوں میں سے ایک کی نہایت [illegible] کی کتاب میں وہ تصویر دیکھی ہے جھوٹ نہیں جان سکتا۔"

دستور۔ میں اس بارے میں نہ کسی پرانے کو مان سکتا ہوں نہ نئے کو۔"

دوست۔ خیر آپ نہ مانیے مگر یہ تو بتائیے کہ مروشتان تک کسی صورت سے رسائی بھی ہو سکتی ہے۔ میں اتنا چاہتا ہوں کہ کوئی ہو اور کسی سبب کا ہو جسے اس عالم میں پہنچا دو جہاں مروش یا فرشتہ رہتے ہیں۔"

دستور۔ اچھے کام کرو۔ یزدان کے فرمانبردار ہو۔ نور و نار اور نورانی اجرام فلکی کی تعظیم و عبادت کرو۔ مرنے کے بعد مروشتان میں پہنچ جاؤ گے۔"

دستور۔ ایسی صورت بتائیے کہ زندگی ہی میں پہنچ سکوں۔ مرنے کے بعد وہاں پہنچانے کا تو سب ہی وعدہ کرتے ہیں۔"

دستور۔ یہ ناممکن ہے۔ اس جسم کو لے کے وہاں کوئی نہیں جا سکتا۔ وہ نور اور تجرد کا پاک و صاف عالم ہے اور وہاں صرف روح ہی جا سکتی ہے۔"

دوست۔ افسوس آپ نے بھی مجھے نامراد ہی رکھا۔ میں ایک فرشتن کا عاشق زار ہوں اور بغیر اُس سے ملے مجھے صبر و قرار نہیں آ سکتا۔"

دستور۔ آپ اگر کسی عالم بالا والے پر عاشق ہیں تو زندگی میں اُس کا دھیان کیجیے اور مرنے کے بعد اُس سے جا کے ملیے۔"

دستور صاحب کو غنیمت معلوم ہوا کہ ایک پاگل سے پیچھا چھوٹا اور ہمارے دوست ان سے الگ ہوتے ہی کہنے لگے "اب کس کے پاس جاؤں ابھی تک تو کوئی بھی ایسا نہ ملا جو اس مہم میں میری مدد کرے یا مجھے درجانان تک پہنچا دے۔ کیا میں نامراد رہ جاؤں گا؟ اچھا اب کسی مسیحی سے ملنا چاہیے۔ ان لوگوں کا آج کل بڑا زور و شور ہے۔ ہر امر کی تحقیق و تنقید میں لگے رہتے ہیں۔ ہر مشکل سے مشکل امر کو

آسان کر لیتے ہین اور وہان جا پہونچتے ہین جہان اس گھڑی تک کسی کا گزر نہین ہو سکا۔ یہ زمین کے اسفل سے اسفل طبقات تک پہونچ گئے۔ ساتون سمندر انھون نے کھنگال ڈالے۔ اور ہوا مین اُڑتے پھرتے ہین آسمان پر بھی نامعلوم چیزون تمام سیارون اور فضاء خلا کی مخلوق کا انھون نے بہت کچھ پتہ لگا لیا ہے ان سے مطلب نکل جائے گا ایک ستودہ صفات رحم دل نیک نفس نیک دل یوروپین پادری صاحب کو کبھی کبھی انھون نے سرراہ وعظ کرتے دیکھا تھا اب ہمارے دوست کو ان کا خیال آیا اور اُن کے گھر کا راستہ لیا۔ اُن کی صورت دیکھتے ہی وہ تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہوے۔ ہاتھ ملایا اور نہایت ہی اخلاق سے ملے اور خود ہی پوچھا "آپ نے کس لیے تکلیف کی ہے؟ کیا آپ کا کوئی کام مین کر سکتا ہون؟"

دوست "مجھے امید تو ہے مگر ابھی نہین عرض کر سکتا کہ آپ سے کام نکلے گا یا نہین"

پادری "جہان تک میرے امکان مین ہوگا دل و جان سے کوشش کرون گا آپ اپنا مطلب تو فرمائین؟"

دوست "مین آپ سے اُس عالم بالا کی کچھ کیفیت دریافت کرنا چاہتا ہون؟"

پادری۔ (نہایت محظوظ ہو کے) "آپ نجات کے طالب ہین بے شک انسان کی زندگی کی اصلی غرض یہی ہے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ بعوض کسی دنیوی غرض کے آپ نجات کی تلاش مین آئے ہین۔ مین خوشی کے ساتھ آپ سے وعدہ کرتا ہون مسیح کے خون نے سارے عالم کی نجات کا ذمہ لے لیا ہے"

دوست "میرا یہ مطلب نہین۔ مین تو فرشتون کی حقیقت دریافت کرنا چاہتا ہون۔ پہلے مجھے اُن کی وضع و حالت اور اُن کے شکل و شمائل سے مطلع فرمائیے"

پادری "اُس عالم ابدی کی حالت سے کون واقف ہے۔ فرشتون کو کس نے دیکھا ہے؟"

دوست "دیکھا نہین تو سنا ہے؟ یا سنا بھی نہین؟ بائبل مین فرشتون کا ذکر آیا ہے"

پادری "آیا ہے۔ مگر یہ نہین بتایا کہ وہ کیسے ہوتے ہین۔ بس اتنا کہا جا سکتا ہے کہ وہ پاک و صاف بے گناہ و معصوم ہوتے ہین۔ اور خدا نے جب کبھی کسی نیک اور پاک بندے کے پاس بھیجا ہے چلے آئے ہین"

دوست "تو وہی آسمان پر اُس عالم نور مین رہتے ہون گے"

پادری: ”میں نے مانا کہ رہتے ہیں۔“

دوست: ”اور وہ مرد ہیں یا عورت؟“

پادری: ”مجھے اس کی خبر نہیں۔ ہمارے یہاں معصومی اور خوبصورتی کے خیال سے کبھی وہ معصوم ننھے ننھے پر دار بچوں کی صورت میں دکھائے گئے ہیں اور کبھی دلفریب نازک اندام دلربا عصمت شعار کنواریوں کی وضع میں۔“

دوست: ”یعنی آپ لوگوں نے انھیں اپنے خیال سے ایسی صورتیں دے دی ہیں مگر اُن کے اصلی شکل و شمائل سے آپ آگاہ نہیں ہیں۔“

پادری: ”ہاں میں تو ایسا ہی سمجھتا ہوں۔“

دوست: ”آخر یہ چھوٹے بچوں اور اچھوتی کنواریوں کا خیال جو مسیحیوں میں ہے کسی بنیاد پر ہے؟ یا بے اصل اور محض فرضی؟“

پادری: ”میں تو سمجھتا ہوں کہ اُس عالم کا حال کسی کو نہیں معلوم اور اس قسم کی جتنی باتیں لوگوں میں مشہور ہیں سب فرضی ہیں۔“

دوست: ”تو آپ کو اُس عالم کا کچھ بھی حال نہیں معلوم۔ میں جانتا تھا کہ عیسائیوں نے اپنی ترقی کے مطابق اُس عالم کا حال بہت کچھ معلوم کر لیا ہوگا۔ لیکن تجربہ سے یہ ثابت ہوا کہ اس بارے میں آپ سب کے پیچھے ہیں۔“

پادری: ”ہم تو صرف خدا کے علم کے جو یا ہیں۔ اُس عالم کی اور کسی چیز سے ہمیں غرض نہیں۔“

دوست: ”اور میں اُس عالم کے رہنے والوں کی حالت کا جویا ہوں۔“

پادری: ”اس کی انسان کو ضرورت ہی کیا ہے اُسے تو صرف اپنے پروردگار کا پتہ لگانا اور راہ نجات ڈھونڈھنا چاہیے۔“

دوست: ”میں ایک فرشتہ پر عاشق ہوں جو ایک حسین ترین دوشیزہ ہے اُسی سے ملنا چاہتا ہوں۔ اور اُسی کے شوق میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ مگر افسوس آپ سے کچھ مدد نہ ملی۔“ پادری: ”وہاں کے لوگوں سے مرنے کے بعد ملاقات ہو گی۔“ دوست: ”کیا انبیا و اولیا کبھی اُن سے نہیں مل سکے؟“ پادری: ”جن پر خدا اور مسیح کی مہربانی ہوئی ہے وہ ملے بھی ہیں۔“ دوست: ”تو اسی طرح چاہتا ہوں کہ آپ مجھے بھی ملا دیجیے۔“ پادری: ”یہی میرے امکان میں ہوتا تو پھر کیا تھا۔“ دوست: ”تو خدا حافظ!

آپ سے میری مراد نہین پوری ہو سکتی۔"

پادری صاحب سے جدا ہو کے ہمارے دوست دل مین کہنے لگے "اب کس سے ملون؟ جتنے مذہب ہمارے قریب ہین اُن سب سے تو مطلب نہین نکلا۔ اب فقط ایک یہودیون کا مذہب باقی ہے جو عیسائیون اور مسلمانون دونون کو اپنی بگڑی ہوئی نسل بتاتا ہے۔ اسی کی طرف رُخ کرنا چاہیے مگر غور کیا تو شہر مین مقتدائے یہود درکنار کوئی یہودی بھی نہ تھا۔ مگر ہمارے دوست کو ایسی دھن بندھی ہوئی تھی کہ اُسی دن ملکت سے بمبئی پونچے۔ اور مختلف یہودیون سے مل جُل کے اُن کے ایک ربی (مقتدا) تک پونچ ہی گئے۔ مگر اُن کی ملاقات بھی بیکار رہی۔ اس لیے کہ یہود مین مابعد الموت یا عالم بالا کا علم بہت ہی محدود نظر آیا۔ اُن کو یہ بتایا ہی نہین گیا ہے کہ اُس عالم مین کیا ہوگا اور کیا واقعات پیش آئین گے۔ متاخرین نے کچھ بتایا بھی تو اس اجمال کے ساتھ کہ عالم آخرت کا کوئی خاص خاکہ ذہن مین آتا ہی نہین۔ ہان فرشتون کے وجود کو انھون نے زور و شور سے بیان کیا۔ مگر اُن کے فرشتہ بالکل ایک قسم کے انسان تھے۔ جو پیغمبرون کے پاس کبھی کبھی آئے تھے۔ اُن کے حسن و جمال کے متعلق اسرائیلی ربی صاحب کو کچھ بھی نہین معلوم تھا۔ یہی اُن کی سمجھ مین نہ آتا تھا کہ فرشتون مین معشوقیت کی کون سی بات ہے جو ہمارے دوست بے اختیار عاشق ہو گئے اور جب انھون نے یہ بیان کیا کہ مین نے فرشتون کی تصویرین دیکھی ہین تو انھین بڑی ہنسی آئی۔

ہمارے دوست نے نہایت ناکامی و نامرادی کے ساتھ اسرائیلی ربی کو بھی چھوڑا اور اب بالکل مایوس تھے کہ راستہ مین اُنھین اِس عالم مین دیکھ کے کہ حیران و پریشان و بدحواس و مبہوت کھڑے ہین ایک مقدس وضع کے بزرگ کھڑے ہو گئے اور پوچھا "آپ کس فکر مین ہین؟" ہمارے دوست نے کہا "کیا کہون؟ اب تو مجھے اپنی فکر و ن کا بتانا بے سود و لاحاصل ہی معلوم ہوتا ہے؟"

بزرگ: "دیکھیے۔ انسان کو کبھی مایوس نہ ہونا چاہیے۔ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ۔"

دوست: "مجھے اُس عالم ابدی و روحانی کی چند باتین دریافت کرنا تھین تمام مذہبون کے علماء سے دریافت کر چکا مگر مطلب کسی سے نہ نکلا۔" بزرگ: "آپ کی غلطی تھی

کہ اس غرض کے لیے آپ علما کے پاس گئے۔ علماے ظاہر ان رموز سرمدی کو کیا جانیں۔ اس کی حقیقت دریافت کرنا ہے تو علماے باطن اور صوفیوں کے پاس جائیے جنھیں ولایت کا درجہ حاصل ہے۔" دوست "کوئی ایسے بزرگ ہوں تو آپ مجھے اُن کے پاس لے چلیں۔ نہایت ہی شکرگزار ہوں گا۔" بزرگ "ایسے بزرگ دنیا سے مخفی رہا کرتے ہیں۔ مگر میں آپ کو ایک بڑے بزرگ کے پاس لیے چلتا ہوں جو ابھی چند ہی روز ہوئے یہاں آئے ہیں۔" اس مختصر گفتگو کے بعد ہمارے دوست اُن بزرگ کے پاس پہنچے جو "شیخ باقی من کل فانی" کے لقب سے مشہور تھے۔ ان کے چہرے پر ایک نورانیت برستی تھی۔ آنکھوں سے ریاضت باطنی کا اثر نمایاں تھا۔ اور اخلاق میں نہایت نرمی و دلکشی تھی۔ مگر باوجود اس کے اُن کی صورت اور اُن کے شکل و شمائل کا کچھ ایسا رعب پڑتا تھا کہ ہمارے دوست کو اُن سے اُس بیباکی کے ساتھ گفتگو کرنے کی جرأت نہ ہوئی جیسے کہ دیگر مقتدایان دین سے کرتے رہے تھے۔ دست بوسی کے بعد اُن کے سامنے ذرا فاصلہ پر ادب سے خاموش بیٹھ گئے اور کوئی لفظ زبان سے نہ نکلا۔ شیخ نے اپنے قریب بلایا اور آہستہ سے فرمایا "آپ کیا چاہتے ہیں؟" دوست "میں اُس عالم نور کی سیر کرنا چاہتا ہوں جو آسمان پر ہے اور سرمدی ہے۔" شیخ "اس سیر سے آپ کا مقصود کیا ہے؟" دوست "فرشتوں کی ملاقات۔" شیخ "فرشتوں سے مل کے آپ کیا کیجیے گا؟" دوست "ایک فرشتہ کے رخ زیبا کا شیدا ہو گیا ہوں۔" شیخ "اُسے آپ نے کہاں دیکھا؟" دوست "اُسے تو نہیں دیکھا مگر اُس کی تصویر نظر سے گذری ہے۔" شیخ "فرشتہ کی تصویر آپ نے کہاں دیکھی؟" دوست "عجائب المخلوقات میں۔ جناب نے شاید ملاحظہ فرمایا ہو کہ ایک آسمان کے فرشتوں کی صورتیں بالکل ہی جمال عورتوں کی سی ہیں۔ بس انھیں میں سے ایک کے روے تاباں پر میں فریفتہ ہو گیا۔" یہ باتیں سن کے شیخ کو ہنسی تو آئی مگر اُس ہنسی کو اپنے وقار کے دامن میں چھپا کے فرمایا "اچھا پہلے اس کو تحقیق کر لو کہ جو تصویر تم نے دیکھی ہے وہ اُس فرشتہ کی اصلی تصویر ہے جس کے تم عاشق ہو۔" دوست "اس بارے میں مجھے اکثر حضرات بہکاتے رہے ہیں۔ مگر میں نے ایک کی نہ سنی اور (گستاخی معاف)

حضور کی بھی سنوں گا۔ میں اِس بات کو قیامت تک نہ مانوں گا کہ اگلے بزرگ یہ دین جو کچھ لکھ گئے ہیں غلط یا بے اصل ہے۔ اگلے لوگ بڑے بڑے بزرگ اور عالی علوم اولیا اللہ تھے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ انھوں نے کوئی جھوٹی بات لکھ دی ہو۔" شیخ۔ "تو آپ کو یقین ہے کہ جو تصویر آپ کی نظر سے گذری آپ کے معشوق فرشتہ کی سچی تصویر تھی؟" دوست "پورا پورا یقین۔ ذرا بھی شک و شبہ نہیں" شیخ "تو پھر میں آپ کو اُس فرشتہ سے ملا دوں گا" یہ اپنی مرضی کے موافق جواب سنتے ہی ہمارے دوست شیخ باقی من کل فانی کے قدموں پر گر پڑے اور اپنے آنسوؤں سے اُن کے قدم دھو کے کہا "تو للہ مجھے اُس میری پیاری فرشتہ سے جلد ہی ملا دیجئے" شیخ "وہ کتاب جس میں آپ نے اُس فرشتہ کی تصویر دیکھی تھی آپ کے پاس موجود ہے؟" دوست "جی ہاں۔ وہ تصویر بھلا مجھ سے جدا ہو سکتی ہے؟ مرتے دم تک پہلو سے لگی رہے گی۔ اور

روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ را　　　من نیز حاضر می شوم تصویر جاناں در بغل

شیخ "خیر تو اُسے اپنے پاس رکھیے اور میری خانقاہ کے برابر اس حجرہ میں ٹھہریے پندرہ روز کی ریاضت کے بعد آپ کو وہ فرشتہ نظر آ جائے گا" دوست "واللہ زندگی بھر ان مبارک قدموں کو نہ چھوڑوں گا" اس کے بعد شیخ باقی من کل فانی صاحب ہمارے دوست کو اُس حجرے میں لے گئے۔ اور کہا "اگر تم اُس فرشتہ کو دیکھنا چاہتے ہو تو مسلسل چالیس روز تک صبح ۶ بجے سے ۱۲ بجے تک پھر ۳ بجے سے ۵ بجے تک اور اس کے بعد شب کو ۸ بجے سے ۱۲ بجے تک بلا ناغہ نہفتہ اُس فرشتہ کا خیال اپنے پیش نظر رکھو۔ اور کوشش کرو کہ کوئی اور خیال تمھارے سامنے نہ آنے پائے اور میں بھی وقتاً فوقتاً اپنی خلوت گاہ میں بیٹھ کے تمھارے لیے مراقبہ کیا کروں گا"

جناب شیخ تو یہ ریاضت بتا کے چلے گئے اور ہمارے دوست نے ریاضت شروع کر دی۔ شیخ نے تو تین ہی وقت بتائے تھے مگر ہمارے دوست کا جوش و شوق اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ سوا اُس فرشتہ کے خیال اور کسی بات کو کبھی یاد ہی نہ کرتے۔ نورانی معشوقہ مہ لقا کی دھن بندھی ہوئی تھی۔ دونوں وقت جناب شیخ جو کچھ روکھا پھیکا کھانے کو بھیج دیتے کھا لیتے اور پھر یاد جاناں میں مشغول

ہو جاتے۔ اور اس کے سوا کوئی کام ہی نہ تھا کہ بیٹھے رہین تصور جانان کیے ہوئے بار بار عجائب المخلوقات کو کھول کے اپنی معشوقہ کی تصویر دیکھ کے یاد تازہ کر لیتے اور پھر اُس پیکر خیالی کے محو دیدار بن جاتے۔ چار ہی پانچ روز مین یہ حالت ہو گئی کہ وہ خیالی صورت نظر کے سامنے جم گئی اور اب ہٹائے نہین ہٹتی ہے۔ آنکھین کھلی ہوتی ہین تب بھی دکھائی دیتی ہے اور بند کر لیتے ہین تب بھی اُس کا جلوہ سامنے ہوتا ہے۔ سوتے ہین تو خواب مین بھی وہی نظر آتی ہے۔ اس کے دو چار روز کے بعد معلوم ہوا کہ اُن کا معشوق فرشتہ حجرے کے دروازے سے اندر آ گیا۔ اُن کے سامنے خاموش کھڑا ہے اور وہ سمجھ رہے ہین کہ یہ تو خیالی پیکر نہین بلکہ خود وہی ہے۔ بے اختیار لپکے کہ آنچل پکڑ لین مگر وہ ہوا ہو گیا اور یہ اپنی غلطی پہ نادم ہو کے اور اپنی ناکامی پر افسوس کر کے رہ گئے۔

اب ان کو ریاضت کرتے بارہ دن ہو گئے تھے کہ جناب شیخ نے آ کے پوچھا "کہو! کیا حال ہے؟" دوست: "بس سوا اس کے کچھ نہین کہ محو دیدار یار اور خواب کا شکر گزار ہون۔" شیخ: "تم نے کچھ دیکھا؟" دوست: "جی ہان دیکھا اور ایسا کچھ دیکھا کہ آنکھون کو تمنا رہ گئی۔" شیخ: "اب تو تم کو یقین ہے کہ مین تمھارے معشوق سے تمھین ملا دون گا؟" دوست: "پورا یقین۔ حضور کی دستگیری سے جو بات اب حاصل ہے یہ کبھی کسی اور کی توجہ سے نہ حاصل ہو سکتی۔" شیخ: "اچھا اٹھائیس دن اور ریاضت کر لو پھر تم سے تمھارے معشوق فرشتہ سے ملاقات ہو جائے گی۔ مگر وہ کتاب جس مین تمھارے اُس فرشتہ کی تصویر ہے دو چار روز کے لیے مجھے دے دو۔" ہمارے دوست نے کتاب شیخ کی نذر کی اور کہا "اب تو مجھے اس کی ضرورت بھی نہین۔ کیونکہ اب یہ تصویر میرے دل پر کھچی ہے ہر وقت میرے نظر کے سامنے رہتی ہے اور جو کوئی چیز سامنے آتا ہے اسی صورت کا معلوم ہوتا ہے۔"

شیخ باقی من کل فانی کتاب لے کے اپنے خلوت کدے مین گئے اور اس کے بعد دو تین دنون کی ریاضت نے ہمارے دوست کو ایسا بنا دیا کہ اب انھین اُس فرشتہ کے سوا کچھ سجھائی ہی نہین دیتا تھا اب چالیسوان روز تھا اور ہمارے

دوست اپنے شب کے مراقبہ اور تصور مین مصروف تھے کہ ناگہان کچھ آہٹ معلوم ہوئی اور ساتھ ہی اُن کی روحانی و نورانی معشوقہ فرشتن سامنے آکے کھڑی ہو گئی اور اُس کے نورانی چہرے سے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے اندھیرے مین چاند نکل آیا۔ یون تو یہ صورت روز ہی نظر آتی تھی مگر آج اُس مین ذرا استقلال بھی تھا ہمارے دوست دیر تک تو اپنی موجودہ عادت کے مطابق محو دیدار رہے۔ آخر ضبط نہ ہو سکا اور بڑھے کہ اُس سے ہم آغوش ہون اور جھپٹ کے ہاتھ پکڑ لیا تو معلوم ہوا کہ اُن کا ہاتھ لگتے ہی معشوقہ پتھر کی ہو کے رہ گئی یہ ناکام و نامراد اپنی جگہ پر آکے بیٹھ گئے اور وہ صورت غائب۔

صبح کو جناب شیخ نے آکے پوچھا کہ اپنے معشوق فرشتہ سے ملے؟" دوست "جی ہان ملا۔ مگر ہم آغوشی کی حسرت رہ گئی۔" شیخ "بھلا فرشتے ایک مادی انسان سے کیونکر ہم آغوش ہو سکتے ہین؟ جب تم بھی روح محض اور اس جسم سے باہر ہو جاتا اُس وقت مل لینا۔" دوست "تو کیا میری اس ریاضت کا پھل بس اسی قدر تھا کہ دُور سے رخ جانان کو دیکھون اور ترس ترس کے رہ جاؤن؟" شیخ "بس اسی قدر دنیا مین اس سے زیادہ کی ہوس نہ کرنی چاہیے۔" دوست "تو وہ میری کتاب لائیے مین حضور کی توجہ کا شکر گزار ہون۔ مگر افسوس اس عنایت سے میری سیری نہین ہو سکتی۔" شیخ "کیون؟ کیا چلے جائیے گا؟" دوست "جی ہان مین اب کسی ایسے کو تلاش کرون گا جس کی مدد سے پورا وصال حاصل ہو۔" شیخ "کیا تم سمجھتے ہو کہ دنیا مین یہ ممکن بھی ہے؟" دوست "یہ نہین ممکن ہے تو مین دنیا بھر مین سرگردان مارا مارا پھرون گا۔" شیخ "اور میرا ارادہ یہ تھا کہ تمہارے اس مجازی عشق کو حقیقی بنا دون۔" دوست "مجھے مین نہ عشق مجازی چاہتا ہون نہ حقیقی۔ مین تو وصال کا خواستگار ہون۔" یہ کہہ کے جناب شیخ سے اپنی کتاب واپس لی اور اپنا راستہ لیا۔

ایک مرتاض اور صاحب باطن بزرگ کی توجہ سے ہمارے دوست مین اتنی بات ضرور پیدا ہو گئی تھی کہ جب تنہائی مین بیٹھتے دلربا فرشتن کی صورت زیبا نظر کے سامنے ہو جاتی۔ اور اگر وصال نہین تو دیدار جانان اُن کے اختیار مین تھا۔ تاہم یہ فکر تھی کہ اب کس کے پاس جاؤن کہ دولت وصال سے

بہرہ یاب ہوں۔

ہنوز وہ بمبئی ہی میں تھے ایک دن چوپاٹی کی روح افزا تفریح گاہ میں ٹہل رہے تھے کہ ایک پرانے بچپن کے ہم مکتب دوست مسٹر آزاد مل گئے۔ بچپن کی ہم سبقی کے بعد زمانے نے دونوں سے تجے دوستوں میں بڑا انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ ہمارے دوست تو اپنی پرانی وضع اور پرانے رنگ پر قائم رہے۔ مگر ان کے دوست نے انگریزی تعلیم میں ترقی کی۔ ایف اے کا امتحان پاس کیا کچھ دنوں ایک تھیٹر کے پیچھے رہے۔ خلاصہ یہ کہ

ما و مجنون ہم سبق بودیم در دیوان عشق او بہ صحرا رفت ما در کوچہا رسوا شدیم

بمبئی کے دوست نے اپنے دوست کے حالات پوچھے اور انھوں نے اول سے آخر تک ساری سرگذشت اور اپنی داستان عشق کہہ سنائی۔ مسٹر آزاد نے سن کے ایک قہقہہ لگایا اور کہا آپ ناحق ہی مارے مارے پھرے۔ اس بارے میں تو آپ کو نہ مذہب والوں سے مدد مل سکتی ہے اور نہ کسی شاہ صاحب سے۔ ان صوفی صاحب نے تو غضب ہی کر دیا۔ آپ کو دنیا کے کام ہی کا نہ رکھا تھا۔" دوست "یہ نہ کہیے۔ کچھ مطلب نکلا تو انھیں سے۔" مسٹر آزاد "ایسی مصیبت جھیل کے مطلب نکلا بھی تو کیا۔ لے لائیے اپنی وہ کتاب مجھے دیجیے۔ میں دم بھر میں آپ کو اس فرشتے سے نہ ملا دوں تو کہیے گا۔" دوست "یہ بمبئی تمہارے ذریعہ سے مل جائے تو نہایت ہی احسان مند ہوں۔" کتاب ان کے ہاتھ میں دی اور ورق الٹ کے وہ صورتیں دکھا دیں۔" مسٹر آزاد "یہی صورتیں ہیں؟" دوست "جی ہاں۔" مسٹر آزاد "خیر تو آج کے چوتھے دن میں ملا دوں گا اور ایسی ملاقات نہیں کہ ٹکر ٹکر دیدیم دم نہ کشیدیم۔ مگر یہ کتاب مجھے دے دیجیے کیونکہ بغیر اس کے دیکھے آپ کی معشوقہ فرشتے کو میں پہچان کیونکر سکوں گا؟" ہمارے دوست نے کتاب ان کے حوالہ کی۔ ان کا پتہ پوچھ لیا۔ اور چوتھے دن حسب وعدہ ان سے آ کے خوش خوش ملے۔ اور کہا "لیجیے میں نے پتہ لگا لیا۔ آج رات کو ملاقات ہوگی۔" دوست (مارے خوشی کے جامہ سے باہر ہو کے) "کہاں!" مسٹر آزاد "میں اپنے ساتھ لے چلوں گا۔ آپ شام سے تیار رہیے گا۔"

۸ بجے رات کو مسٹر آزاد آئے اور ہمارے دوست کو اپنے ساتھ لے کے گھر سے نکلے۔ پھر ایک وکٹوریہ فٹن پر سوار ہوکے ایک عالی شان مکان مین پہنچے اور اندر جاکے ایک بڑے بھاری خوبصورت وسیع اور پُرتکلف ہال مین بیٹھ گئے۔ ابھی پانچ منٹ ہوئے ہون گے کہ اُس عالی شان ہال مین جتنے لیمپ روشن تھے سب ایک ساتھ خاموش ہوگئے۔ اس کے بعد ایک تڑاقہ کی آواز کے ساتھ سامنے کی دیوار نظر سے غائب ہوگئی اور اندھیری رات کا آسمان نظر آیا جس پہ تارون کی افشان چنی ہوئی تھی۔ ہمارے دوست تارون کے جھلملانے کو حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ ناگہان آسمان کا دامن چاک ہوا اور معلوم ہوا کہ بلندی پر چاند نکل آیا اب وہ چاند آہستہ آہستہ نیچے اترنا شروع ہوا اور جب قریب آیا تو معلوم ہوا کہ چاند نہین ایک ماہ طلعت نازنین ہے جس کے لباس سے ویسی ہی کرنین نکل رہی ہین جیسی کہ آفتاب سے نکلتی ہین۔ سارا مکان اُس کے نور سے منور ہوگیا اور اب جو ہمارے دوست نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہی ناز آفرین فرشتہ ہے جس کے عشق مین وہ بیقرار تھے بے اختیار جی چاہا کہ دوڑکے لپٹ جائین مگر رعب حسن نے اعضا معطل کر دیے تھے آخر مسٹر آزاد سے کہا "اب تک مین دھوکے مین تھا۔ میری معشوقہ یہی ہے اتنا اور احسان کرو کہ اس سے کچھ باتین کرسکون۔ وہ نازنین چند گز کے فاصلہ پہ خاموش کھڑی تھی۔ اِن کی درخواست کے ساتھ ہی اُس نے شیرین و نغمہ خیز آواز مین کہا "مین آسمان کی فرشتہ خلخائیل ہون اور یہ سن کے آئی ہون کہ ایک انسان مجھ پر شیدا ہوگیا ہے" مگر ہمارے دوست مین اب جواب کی طاقت نہ تھی۔ ہجوم شوق نے ایسی بیخودی طاری کی کہ دماغ چکرا گیا۔ اور بیہوش ہوکے اُسی ونگل پر گر پڑے جس پر بیٹھے ہوئے تھے۔

ہماری حالت زار

فاروق سلمہ کی حالت روز بروز نازک ہوتی جاتی ہے اور سلسلۂ امید بہت ہی کمزور ہوگیا ہے ایسی حالت مین اگر ہماری پریشان حالی و پریشان خیالی سے کچھ بدنظمی ہو تو معاف فرمایئے ہمدردی کا وقت ہے۔

خاکسار۔ ایڈیٹر دلگداز

رایہ بھی
الغرض حضرات
طون مین
پنا ضرور بتاتے
یق اور نہ جواب
نا باد جود
لیے کے ہمارے
کے نمبر د
یخ کا حوالہ
یتے ہین ایسی
رت مین اگر
رتے سے اُن کو
اپ خود یا
سکے یا اُن
ے ارشاد
تعمیل نہ ہو
سکے تو
کایت
فرمائین۔
اکسار
یڈیٹر

دلگداز! دلگداز!! دلگداز!!!

مشہور ادبی اور تاریخی رسالہ جو ۱۸۸۶ء سے جاری ہے

جلد ۱۴

نمبر ۵

دلگداز

بہ اڈیٹری

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی

بہ اہتمام

محمد فاروق منیجر رسالہ و مطبع دلگداز

لکھنؤ

[illegible] بیگ خان سے دلگداز پریس میں چھپ کر

شائع ہوا

شاعری کی بیباکیان

شاعری! آزاد و خودسر شاعری! شوخ و بیباک شاعری! دلفریب و پُراثر شاعری! تجھ مین کیا بات ہے کہ تیری ساری آزادیان معاف ہین؟ تو جن کی نسبت جو چاہے کہہ جائے تجھ سے کوئی نہین بولتا! تو جس کی چاہے عزت اُتار لے تیرے لیے معاف ہے۔ قانون ساری دنیا کی دھر پکڑ کرتا ہے۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ کی گستاخیون پر اُسے سزا دیتا ہے مگر تجھ سے نہین بولتا۔ آخر شاعری نے سلطنت کی کون سی خدمت کی ہے کہ اُسے ہمیشہ کے لیے سند معافی مل گئی۔ اگلے دنون سُنا کرتے تھے کہ فلان امیر یا فلان سردار کے لیے اتنے خون معاف ہین۔ موجودہ عہد کی عدالت گستری نے ایسے تمام غیر منصفانہ قانون منسوخ کر دیے مگر شاعری! بے خوف و بے پروا شاعری! تیری وجہ سے قانون و انصاف کے دامن پر جو دھبا اگلے دنون تھا آج بھی قائم ہے۔ دھوئے نہین دُھلتا اور مٹائے نہین مٹتا۔ تیری مجنونانہ بیباکیان جیسے پہلے تھین ویسے ہی آج بھی ہین۔ تو جس کا جیسا چاہتی ہے خاکہ اُڑاتی ہے۔ جسے جس قدر چاہتی ہے بناتی اور ذلیل کرتی ہے۔ مگر نہ کوئی عدالت ہے جس مین تیری فریاد سُنی جائے۔ اور نہ کسی مین اتنا دم ہے کہ تجھ سے مقابلہ کر کے اپنا انتقام لے۔

حسینان عالم جن کے رخ زیبا پر دنیا جان دے رہی ہے۔ جن کے لیے ایک زمانہ کٹتے مرتے اور جان دینے کو تیار رہے اُنھین ظالم تو نے کہا بے رحم تو نے بتایا۔ ناخدا ترسی کا الزام تو نے دیا کافر ماجرائی کی تہمت تو نے لگائی۔ غرض جی بھر

کے کوسا۔ جہاں تاب بنا گالیاں دیں مگر باوجود اس قوت حسن کے وہ سوال سن کے کر
بس کے چپ ہو رہیں یا شرما کے آنکھیں نیچی کر لیں تیرا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ بھلا کس کی مجال
تھی کہ ایک معمولی کلمہ بھی اُن کے سامنے زبان سے نکالتا؟ مگر ظالم تو منھ پر گالیاں
دیتی ہے اور وہ سنتے ہیں جیسی تو ہیں … کیا ہے … تی ہے اور وہ بُرا نہیں مانتے
خدا کے لیے اپنا وہ سچا عمل اور چلتا ہوا جادو ہمیں بھی بتا دے کہ دنیا بھر کو ستائیں زمانہ
بھر کو ماریں اور کوئی ہم سے نہ بولے۔

ان حسینوں کو بھی چھوڑو جن میں نزاکت و نازنینی نے جسمانی کمزوری پیدا
کر دی ہے ممکن ہے کہ اپنی اس کمزوری کے خیال سے وہ تیری بے اعتدالیوں
پر اسی طرح خاموش ہو رہتے ہوں جس طرح کسی کندۂ ناتراش جاہل کی دریدہ دہنیوں
کو ایک مہذب شخص طرح دے جاتا ہے مگر میں پوچھتا ہوں کہ تجھے مذہب کے دربار
کیونکر معافی کا پروانہ مل گیا؟ ہماری زبان سے خلاف مذہب یا عام مسلمات مذہب
کے مخالف ایک معمولی کلمہ بھی نکل جائے تو جناب مولوی صاحب الگ خفا ہو جاتے
ہیں۔ ساری دنیا میں الگ شور رستخیز مچ جاتی ہے اور جسے دیکھیے خون کا پیاسا نظر
آنے لگتا ہے۔ مگر تو اے گستاخ و بے دین شاعری تو اتنا بڑھ چکا ہے بکنے سے
تجھ سے کوئی نہیں بولتا۔

جناب شیخ۔ یہی حضرت واعظ۔ اور یہی ہمارے مخدوم زاہد شب زندہ دار
کس دن تیری بے روک زبان کے فلاخن سے زخمی نہیں ہوتے؟ کس طرح یہ سب
بے رحم ہاتھوں سے چرکے پر چرکے کھاتے ہیں۔ جناب شیخ کی پگڑی تو روز اتارتی
ہے۔ اُن کا مقدس بادستار عمامہ بکسوں میں اُچھلتا۔ اور میخانہ میں رہن ہوتا ہے حضرت
واعظ کی بات بات پر زبان پکڑی جاتی ہے۔ اُن کے کلمات ہدایت کا مضحکہ اُڑایا
جاتا ہے۔ اور طرح طرح کی پھبتیاں کہی جاتی ہیں۔ جناب زاہد بیچارے کونے
میں بیٹھے تھے اور یاد الٰہی میں مشغول تھے چاہیے تھا کہ اُن غریب سے کوئی نہ بولتا۔
مگر اُن کی گت بنانے میں بھی کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی گئی۔ اُن کا زہد ریائی بتایا گیا۔ اُن کے
دامن میں بدکاری کے دھبے لگائے گئے۔ اُن کے اعمال اور نماز روزے پر حرف رکھا گیا۔
اُن کی نیت خراب بتائی گئی۔ حضرت شیخ کی ڈاڑھی کے ساتھ اُن کی داڑھی پر بھی پھبتیاں

دست درازیاں کی گئیں یہ سب کچھ ہوا مگر قانونی چارہ جوئی نہ کی۔ کیا کبھی یہ بھی نہ ہوا کہ اُن بزرگوں نے تیری نسبت کفر و الحاد کا فتویٰ ہی جاری کر دیا ہوتا تا کہ تیری کچھ توکرکری ہوتی۔ اور ذرا تو تیرا زور ٹوٹتا۔ مگر نہیں یہ سب بزرگان دین پیشوایان امت خاموش بیٹھے رہے اور تیری بے باکیاں و گستاخیاں روز بروز بڑھتی ہی گئیں۔

اے زبردست زبردست آزار شاعری! سچ بتا کیا یہ بزرگ تجھ سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں؟ لیکن خوف ہے تو کس بات کا؟ تجھ میں کیا ہے جو کوئی تجھ سے ڈرے؟

شاعری! تیری آزادی و بیباکی اس درجہ کو پہونچ گئی ہے کہ اسے گستاخی سے بھی بڑھ کر اب بدتہذیبی اور بے تمیزی کہنا چاہیے۔ تیرے حملے شریفانہ نہیں ہوتے اور تیری دریدہ دہنیاں جادۂ تہذیب سے گذر گئی ہیں اور افسوس کوئی تدبیر نہیں کہ تیری یہ شوخ و بیباک زبان روکی جائے۔

ان بزرگوں کے معاملے سے بھی خیر درگذر کیا جائے کیونکہ ان کی اہانت اگرچہ دین و مذہب کی توہین ہے مگر ممکن ہے کہ تجھے ان سے ذاتی پرخاش ہو اور اپنا ہی کا معاملہ تصور کیا جائے۔ مگر خود دین کی اہانت و حقارت اور تحقیر و تضحیک میں بھی اس شاعری نے کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔ انبیائے سلف کی شریعت اور ان کے نفوس قدسیہ کے لیے کون سی گستاخی تھی جو اٹھا رکھی گئی ہو۔

اے بدتمیز و بدتہذیب شاعری تو ہی دیکھ کہ حضرت آدم کے جنت سے آنے اور حضرت نوح کے طوفان پر تو نے کیسے کیسے آوازے کسے ہیں؟ اور کیا کیا مضمون باندھے ہیں؟ حضرت ابراہیم کا آتشین گلزار بھی تیری ستمگاریوں سے نہیں بچا۔ حضرت یعقوب کی آنکھوں کی سفیدی بھلا اس قابل تھی کہ تیرا مذاق مشغلہ بنتی؟ برادران یوسف نے جو کچھ کیا وہ کیا مگر پھر بھی نیک بندے اور بخیال بعض پیغمبر تھے تو نے ان کے گناہ کو اس قدر اچھالا کہ اُن غریبوں کو ٹھوکر روزگار بنا دیا۔ بھلا حسن یوسف ایسی چیز تھا کہ تو اُس کی ایسی ہنسی کرے؟ اور ہر فاسقہ و فاجرہ کے حسن کے سامنے اُس معصومانہ حسن کی تحقیر کی جائے؟ حضرت یوسف اگر بھائیوں کی بدمہری سے کنوئیں میں ڈال دیے گئے تھے یا مصر کے بازار میں لاکے بیچے گئے تھے تو اس میں اُن بیچارے کی کوئی

خطا بھی جو تو بات بات پر اُنھین غلامی کا طعنہ دیا کرتی ہے؟ یا خدا کی نیک بندی زلیخا کا دل اگر یوسف کے معجز نما حسن پر آگیا تھا تو یہ چھپانے اور دبانے کی بات تھی یا ایسی کہ اس کے پاداش مین غریب زلیخا کو ساری دنیا مین ہنڈایا جاے؟ افسوس اپنی بدتہذیبی کے جوش مین تجھے پیرون کے عزت و ناموس کا بھی خیال نہین آتا! حضرت موسیٰ نے دیدار الٰہی کی خواہش کی اور طور پر جلوۂ ایزدی کے نمایان ہوتے ہی غش کھا کے گر پڑے۔ اس پر تو نے موسیٰ کو ہزارون طعنہ دیے اور برابر اس گھڑی تک دے رہی ہے۔ اُن کے واقعات ادی این۔ ید بیضا۔ اور عصی کو تو نے اپنی خیال آرائیون کا کھیل بنا لیا۔ اُن کی بے وقری کی۔ اُن کی تحقیر کی۔ اور ایسے ایسے ناپاک مقامون اور موقون پر لا لاکے اُنھین پیش کیا کہ دین کی چادر عدا جگہ سے چاک ہو گئی۔ لیکن تیری زبان نہ رکنا تھی نہ رکی۔ آخران بدتہذیبون اور بدلگامیون کی کوئی حد بھی ہے؟ ہان زبان خدا دشمن این چہ بدزبانی است!

حضر بیچارے نے ایک مرتبہ حکم الٰہی سے جناب موسیٰ کی رہبری کی تھی۔ اس پر موسیٰ کی نسبت تو نے جو کچھ کہا وہ تو شرمناک ہی ہے نو دخضر کی ایسی خبر لی کہ غالباً تیرے ہی خوف سے آج تک وہ بھاگے بھاگے پھرتے ہین اور تو اُنھین کسی جگہ قرار نہین لینے دیتی۔ حضرت مسیح کے معجزۂ احیاے موتی کو۔ کبھی ادعا اپنی اس ہرزہ سرائی کا خیال کر کہ "او بہ قم زندہ کند یار بہ دشنامے چند" بیباکی کی کوئی بھی حد ہے؟ حضرت مسیح بھی تیری ان بدزبانیون سے بچنے کے لیے آسمان پر چلے گئے۔ مگر تو وہان بھی انھین چین سے نہین بیٹھنے دیتی۔ بات بات پر اُنھین آسمان پر چلے جانے کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ اُن کا چلا جانا دلی کمزوری پر محمول کیا جاتا ہے اور گھڑی گھڑی زمین پر بلائے جاتے ہین۔

بعض جاہل مسلمان خصوصاً وہ جو اکثر جناب سرور کائنات صلعم کے مقابلہ مین انبیاے سلف کی توہین اور سبکی کر جایا کرتے ہین شاید یہ خیال کر کے گھڑی بھر کو خوش ہو جائین کہ شعرا نے اور سب انبیا پر تو حملہ کیے مگر ہمارے پیغمبر برحق محمد رسول اللہ کے محترم دامن تک شاعری کا گستاخ ہاتھ نہین پہونچ سکا۔ اور دینی ادب سے ایسے موقعون پر آپ کا مبارک اور پاک نام نہین لیا گیا۔ لیکن سچ یہ ہے۔

شاعری نے مذاہب سلف کی اتنی توہین ہرگز نہیں کی تھی جتنی کہ اسلام اور شریعت محمدیہ کی کی ہے۔

اس سے زیادہ کیا ہو گا کہ صاف صاف الفاظ مین کفر کا اقرار اور دین سے انکار کیا جاتا ہے۔ یا تو اگلون کو شوق تھا کہ بت خانون اور گرجون کو مسجد بنا دین یا یہان ہمیشہ یہ شوق رہتا ہے کہ مسجدون سے میخانہ کا کام لیا جائے اور وضو و طہارت کے دھیلون مین شراب خونِ رنگ بھری جائے۔ یہ شکایت اکثر سنی گئی کہ مسجد مین کچھ نہین بس خدا کا نام ہے۔ طاق مسجد مین بت لا کے رکھے جائین اور اُن کی پرستش کی جائے۔ دیکھیے اس پر افسوس کیا جاتا ہے کہ کعبہ سے بت نکال دیے گئے نیت رہتی ہے کہ پھر کعبہ کو بتخانہ بنا دیا جائے۔ اور بجائے اذان کے کعبہ مین کھڑے ہوکے سنکھ بجائین۔ حاجیون کو بہکایا جاتا ہے کہ کعبہ مین کیا رکھا ہے جو وہان جاتے ہو بتکدے مین آؤ۔ اور دیکھو کیسی کیسی پیاری صورتین نظر آتی ہین۔

کافر شاعری! بے دین و بے ایمان شاعری! ملعون و مردود شاعری! تیرا کچھ دین و ایمان بھی ہے؟ اس کا بھی کچھ خیال ہے کہ ایک دن مرنا اور خدا کو جواب دینا ہے؟ طاق حرم کو دیکھ اور بتون کو دیکھ! حجراسود کو دیکھ اور اُسے چھوڑ کے بتون کے چومنے کو دیکھ! ایک فاجرہ و فاحشہ کے گورے گالون کو دیکھ اور مصحف ربّانی کو دیکھ! تیری یہ کیا شامت اعمال ہے کہ علانیہ کفر کا اقرار کرتی ہے جنیو پہننے اور ماتھے پر قشقہ لگانے کا شوق دلاتی ہے! بت پرستی و شرک کی عاشق زار ہے۔ اور اپنے پیرون کی زبان سے اقرار کراتی ہے کہ

مرا دلے است بہ کفر آشنا کہ چندین بار | بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

اور کبھی یون کہلاتی ہے کہ

میرے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو۔ اُن نے تو | قشقہ کھینچا۔ دیر مین بیٹھا۔ کب کا ترک اسلام کیا

آخر کمبخت تجھے عقبیٰ کا بھی کچھ ڈر نہین رہا! اور پھر ان دریدہ دہنیون۔ گستاخیون۔ ہرزہ سرائیون اور اس کفر بکنے کے ساتھ آزادی کی سند ایسی مل گئی ہے کہ ان باتون پر نہ کوئی بگڑتا ہے۔ نہ جناب شیخ بُرا مانتے ہین۔ اور نہ مفتی امت کفر کا فتویٰ دیتے ہین۔ بلکہ اُلٹے مزہ لیتے۔ جھوم جھوم کے تیرے کلمات کفر کو زبان سے دہرا لیے

اور بیخود و مدہوش ہو کے اُن پر ہُو حق مچاتے ہین - اور کمال یہ کہ ان کفر و شرک کی باتون پر جو فتوی دیا جاتا ہے وہ بھی یہ ہے کہ "شاعری جزویست از پیغمبری" -

ہمارے ان خیالات پر شاید بعض بت پرست قومون کو ملال ہو اور کہین کہ شاعری ہماری طرفدار ہے اور یہ اُسے بُرا کہتے ہین - مگر ہندو دوستو! اس دھوکے مین نہ رہو - اگر تمھارا ایسا خیال ہے تو تم شاعری کے فریب مین آ گئے ہو - سچ یہ ہے کہ یہ دریدہ دہن ظالم کسی کی نہین - اور کمال بے وفائی کے ساتھ اپنون ہی کی دشمن ہے - یہ تمھاری طرفداری - تمھارے بتون کی تعریف - اُن کے پوجنے کا شوق - زنار پہننے - ماتھے پر قشقہ لگانے - اور سنکھ بجانے کی آرزو اُسی وقت تک ہے جب تک یہ شاعری اور اس کے مدّاح اپنے آپ کو مسلمان سمجھ رہے ہین - اگر یہ شاعری کہین ہندو ہو گئی تو یقین جانو ایسی ہی تمھاری دشمن ہو جائے گی جیسی کہ فی الحال ہماری ہے - یہ تو اپنون ہی کی دشمن ہے - اور اگر تم اس کے اپنے بن گئے تو پھر سمجھو لو کہ یہ تمھاری دشمن اور تمھاری آبرو ریزی کے درپے ہو جائے گی -

لیکن شاعری! تو چاہے کافر ہو چاہے بے دین - اور اپنی آزادی کی بدولت تو جو چاہے کرے ہم تیرے کمال کے ضرور قائل ہین - تجھ مین جو کمال ہے کسی مین نہین - معشوقانہ ادا اور دلربایانہ فن تجھی کو خوب آتا ہے کہ جن کو بُرا کہے انھین مین ہر دلعزیزی رہے - وہی جن پر تو طعن و تشنیع کرتی اور آوازے کستی ہے وہی تیری قدر کرتے ہین - تیرے معشوقون کو تو گالیان دیتی ہے انھین کو ہم اگر کوئی ایک بات بھی کہہ دین تو بگڑ جائین مگر تجھ سے خوش ہین - وہی بزرگان امت جن کی تحقیر و توہین اور آبرو ریزی مین تیرے لوگ ہمیشہ انتہا کر دیتے ہین انھین مین تو محبوب بنی ہوئی ہے - اور تیری زبان سے ہو گا ایمان ... انھین بھی وہ مزہ لے لے کے اور خوش ہو ہو کے اپنی زبان سے دہراتے ہین - اور خدا جانے اِن کا ایمان گا ہون ہی مین تو نے انھین کون سی رشوت دے دی ہے کہ چاہے ساری دنیا کو کافر ملحد و بے دین بتا دین تجھے نہین بتاتے -

خوش نصیب شاعری! اور سخن فہمی سے بھرنے والی شاعری! ہم تیری تعریف کرتے اور تیرے کمالات کا اقرار کرنے پر مجبور ہین - اور سمجھتے ہین کہ کوئی ایسا ہی نسخہ ہمین بھی بتا دے اگرچہ تیری طرح ہم سے بدزبانی و زبان درازی ہرگز نہ ہو سکے گی مگر اتنا تو ہو

اگر کبھی اتفاق سے کسی کی نسبت کوئی کلمہ زبان سے نکل جائے تو وہ بُرا نہ مانے اور اُس کے جواب میں کچھ نہ کہے۔

فرشتون کی دلبری

دیر کے بعد ہمارے دوست کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ پری جمال فرشتہ اُن کے سامنے کھڑی ہے اور دست آرزو اُن کے ہوش مین لانے کی تدبیرین کر رہی ہین۔ ہوش آتے ہی کمال احسان مندی سے اپنے محبوب دوست کا ہاتھ چوم لیا۔ اور کہا "زبان نہین جو تمہارا شکریہ ادا کر سکون۔ آج تمہاری مدد سے میری آرزو بر آئی ورنہ لوگون نے تو اس قدر مایوس کر دیا تھا کہ آج میرے وہم و گمان مین بھی نہ تھا کہ کبھی زندگی مین یہ بات نصیب ہوگی۔" پھر اُس ناز آفرین مہ جبین کی طرف متوجہ ہو کے کہا "اے سماوی معشوقہ تیرا وہ عاشق شیدا مین ہی ہون۔"

مہ جبین "مگر ہمین دنیا والون کا اعتبار نہین۔ انھین کے فساد مین پڑ کے ہاروت و ماروت ہمیشہ کے عذاب ہوے اور دنیا کے جھگڑون مین ایسے پھنسے کہ پھر نکلنا نصیب نہ ہوا۔" دوست "یون ہی تدبیر ہے کہ اے نورانی پری جمال تجھے اطمینان ہو اور تو میرا اعتبار کرے تو جو عہد لینا چاہے اُس کے لیے تیار ہون۔ اور اقرار کرتا ہون کہ تیرے ہر حکم کو بجا لاؤن گا۔" مہ جبین "اگر تم ایسی اطاعت کے لیے تیار ہو تو میری خوشی ہے کہ مجھ سے تم سے یہی ملاقات رہے۔ یعنی اسی جگہ اور اسی مکان مین روز مجھ سے آکے مل جایا کرو۔ مگر اس سے زیادہ کی ہوس نہ کرنا خبردار میرے پنڈے مین ہاتھ لگانے کا ارادہ نہ کرنا۔" دوست "مگر کب تک؟" مہ جبین "جب تک تم اس عالم فانی مین ہو۔" دوست "آپ کے حکم کی بجا آوری مین تو کوئی عذر نہین مگر ضبط و تحمل دشوار ہے۔" مہ جبین "یہی غنیمت سمجھو کہ مین تم سے باتین کر لیتی ہون ورنہ کسی دنیا والے کو یہ بھی نہین نصیب ہو سکتا۔" اتنا کہتے ہی وہ حور وش فرشتہ جس شان سے آئی تھی اُسی طرح اوپر اُڑ کے غائب ہو گئی اور ہمارے سودائی دوست دل دادہ دوست متحیر کھڑے اُس کے جاتے ہی یاد اور پھر سامنے کے قائم ہو گئی۔ اور ہمارے دوست نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور مسٹر آزاد سے کہا "آپ کی مہربانی کا نہایت ہی شکر گزار ہون۔ مگر بہتر کوئی ایسی تدبیر کیجیے کہ یہ

ناکامی و محرومِ القسمتی کا مضمون

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ ۔۔۔ باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

تو دور ہو۔" مسٹر آزاد "جلدی نہ کرو۔ چند روز تک اپنی اِس آسمانی معشوقہ سے یونہیں مل کے اُسے مانوس بنا لو پھر کسی دن خوش دیکھ کے اپنی آرزو ظاہر کر دینا۔ شاید مان جائے"۔ دوست (نہایت حسرت ناکی سے) "اچھا! تو پھر اب اس معشوقہ سے کب ملاقات ہوگی؟" مسٹر آزاد "کل رات کو وہ خود ہی کہہ گئی ہے"۔

اب معمول تھا کہ روز رات کو یہ اُس مکان میں جاتے۔ وہ آسمانی حور اُسی شان سے آسمان سے اُتر کے آتی۔ اُن سے دو چار باتیں کرتی۔ اُن کی دلداری و دلدہی کرتی۔ اور مل کے چلی جاتی۔ گو وہ ان کے تسلی دینے میں کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھتی تھی مگر حرمان نصیبوں کو کہیں صبر آیا ہے۔ آخر ایک دن بیتاب و بیقرار ہو کے کہہ ہی بیٹھے۔

"بندہ اب ناصبور ہوتا ہے ۔۔۔ عفو ہووے قصور ہوتا ہے"

بانکی فرشتن نے بگڑ کے جواب دیا "زیادہ آپے سے باہر نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ تھوڑی دیر کی پُرلطف صحبت بھی بے مزہ ہو جائے"۔ دوست "لیکن جب دل ہی نہ مانے تو کیا کروں"۔ فرشتن "معلوم ہوتا ہے تم اپنا یہ لطف بھی کھویا چاہتے ہو۔ خیر۔ تمھارا دل کسی طرح نہیں مانتا تو اپنے دوست مسٹر آزاد سے کہو۔ وہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اور وہ جو کہیں مجھے منظور ہے"۔ یہ کہہ کے وہ معشوقۂ پری وش تو غائب ہو گئی اور ہمارے دوست مسٹر آزاد کے قدموں پر گر پڑے۔ مسٹر آزاد نے انھیں اس قدر بے قرار دیکھ کے کہا "واقعی اب تم اپنا مزہ کرکرا کیا چاہتے ہو۔ اچھا آج شب کو وہ آسمانی فرشتن تم سے آ کے ملے گی اور بالکل انسانی معشوقہ کی طرح بے حجاب ہو کے"۔ دوست "وہ آپ کا درم ناخریدہ غلام ہو جاؤں گا"۔ مسٹر آزاد "مگر اِس میں خرچ بہت ہوگا"۔ دوست "اِن عالمِ بالا اور آسمان والوں کو روپیہ پیسہ کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے"۔ مسٹر آزاد (قہقہہ لگا کے) "بغیر خرچ کیے خدا تو ملتا ہی نہیں۔ ایک مہ پارہ فرشتن کیسے مل جائے گی؟" دوست "خدا کی اور بات ہے۔ اُس کی خوشنودی کے لیے صدقہ اور خیرات کی ضرورت ہے مگر فرشتوں کو اِس سے کیا تعلق"۔ مسٹر آزاد "جو

"جو کچھ ہو یہ فرشتن تو بے کچھ لیے نہ آئے گی؟" دوست "اور اب جو آ رہی ہے؟" مسٹر آزاد "یہ ہمیشہ نقد رقم لے کے آتی ہے۔ گو مین نے آپ کو اس کی تکلیف نہین دی"

الغرض آج رات کو وہ فرشتن اسی شان کے ساتھ آسمان سے اُتری۔ کچھ دیر تک دور ہی سے باتین کر کے پاس آئی اور اُسی دنگل پر نار روا داسے بیٹھ گئی جس پر ہمارے دوست بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے عاشق دوست نے بڑی جرأت کر کے اُس کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیا۔ اور اُسے آہستہ آہستہ دبا کا غور سے دیکھنے لگے۔ مہ جبین۔ "کیا دیکھتے ہو؟" دوست "دیکھتا ہوں کہ نور کے ہاتھ اور نور مجرد کا بنا ہوا جسم کیسا ہوتا ہے؟" نازنین (ایک خندۂ ناز کے ساتھ) "جب تک مین تمہارے پاس ہون یہ پنڈا ویسا ہی نظر آئے گا جیسے کہ تم سب کے پنڈے ہوتے ہین۔ دنیا کی آب و ہوا نور مین کثافت پیدا ہی کر دیتی ہے۔" دوست "اور جب تم آسمان پر ہوتی ہو اُس وقت اس نازک پنڈے کی کیا حالت ہوتی ہے؟" نازنین۔ "جیسے شمع کی لو یا ہوا جس مین روشنی پھیلی ہوئی ہو۔" دوست "ہم اُس آسمانی کیفیت مین تم کو یہان نہین دیکھ سکتے؟" نازنین "ہرگز نہین۔"

الغرض ہمارے دوست شب بھر اپنی آسمانی معشوقہ سے ہم صحبت رہے اور سارا وقت عالم بالا کے عجائبات پوچھنے ہی مین صرف ہو گیا۔ صبح کو ہنوز تارے روشن تھے کہ عام دلربا مہمانان شب کی طرح وہ آسمانی فرشتن بھی ناز کے ساتھ اُٹھ کے بولی "لو خدا حافظ۔" دوست "ابھی ٹھہرو جلدی کیا ہے اس وقت چلا جانا تو دنیا کے معشوقون کا کام ہے۔" نازنین "دنیا والون نے رخصت کا یہ وقت آسمان والون ہی سے سیکھا ہے۔ انوار آسمانی رات ہی کو دنیا کی طرف متوجہ ہوتے ہین اور صبح سے پہلے اوپر کی طرف رجوع کرتے ہین۔" دوست "اس کی وجہ؟" نازنین (مسکرا کے) "تم جانتے ہو کہ ظلمت نیچے کی طرف ہے اور نورانیت اوپر کی طرف لہذا جب رات کو اندھیرا ہوتا ہے ہر چیز کا رخ نشیب کی طرف رہتا ہے۔ اور دن چونکہ روشن اور نورانی ہے اس لیے اُس وقت ہر چیز کا رخ اوپر کی جانب ہو جاتا ہے۔" یہ کہہ کے معشوقۂ پر انوار روانہ ہو گئی۔ مسٹر آزاد رات کو یہین رہے تھے چلتے وقت اُنھون نے اُس معشوقہ کو ۱۲۰ اشرفیان دین اور اپنے

دوست سے کہا "اب چلیے" دوست نے "تو یہ آسمانی پریان روز خرچ ہوں گی؟ ہر
روز۔ اور ابھی آپ کو خبر نہیں ہے کہ ان ہی فرشتوں کے بلانے کی تدبیروں اور خود
ان کے نذرانے میں اس وقت تک کیا کچھ خرچ ہو چکا ہے۔" دوست نے "خدا کے
لیے بتاؤ کہ یہ کیا مضمون ہے؟ آسمانی فرشتہ اور روپیہ کی ضرورت؟" مسٹر آزاد "آپ کو
اپنے مطلب سے مطلب رکھنا چاہیے۔ ان موشگافیوں میں نہ پڑیے۔" دوست "یہ نہیں ہو
سکتا۔ اصل حقیقت ہو مجھے بتا دیجیے۔ آپ کی حیرت انگیز کوششیں اور کامیابی دیکھ کے
میں نہایت ہی حیران ہوں۔" مسٹر آزاد نے کہا "ابھی آپ کو نہ بتاؤں گا۔" دوست
"ابھی نہیں تو پھر کب؟" مسٹر آزاد "جب تب ٹھیک سے سب معلوم ہو گا۔ اور جب
آپ میں اس کی صلاحیت دیکھوں گا۔" دوست "مگر روپیہ کا اتنا بڑا بار آپ پر
ڈالنا تو انسانیت سے بعید ہے۔" مسٹر آزاد "آپ میرے پرانے دوست ہیں
اور آپ کے لیے مجھے اپنا گھر تک لٹا دینے میں تامل نہ ہو گا۔" دوست "اچھا
تو وعدہ کیجیے کہ جب میں کچھ سیکھ جاؤں گا تو آپ کا اس کوشش میں جو کچھ
صرف ہوا ہے مجھ سے مانگ لیں گے۔" مسٹر آزاد "دیکھا جائے گا۔ اس کی فکر نہ کیجیے۔"

اس کے بعد کئی مہینے تک ہمارے دوست اپنی سیم تن وہ لعبت آسمانی
معشوقہ سے روز ملتے اور ہم کنار و ہم آغوش ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ جوش عشق
میں گونہ اعتدال پیدا ہو گیا اور اب وہ بے صبری و بے قراری نہ تھی۔ دل میں
خوش تھے کہ میری معشوقہ دنیا کی نہیں بلکہ آسمان کی ہے۔ اتنا تحمل بھی دل میں پیدا
ہو گیا تھا کہ کبھی کبھی وہ نہ آتی تو زیادہ بیتاب نہ ہوتے۔ اور ان کے مزاج میں ویسا
تغیر نہ ہوتا جیسا کہ پہلے زمانہ فراق میں ہوا کرتا تھا۔

ایک شب ان کی معشوقہ نہیں آئی تھی اور ہمارے دوست دلچسپی کے
ساتھ اپنے دوست مسٹر آزاد سے باتیں کر رہے تھے۔ جب انتظار کا زمانہ گزر گیا
تو کہنے لگے "خیر کوئی مضائقہ نہیں۔ میری نازنین خیال آج نہیں آئی تو کسی کام
میں پھنس گئی ہو گی۔ مگر آپ نے آج تک اس رمز کو نہیں بتایا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟
اس آسمانی پیکر کو آپ آسمان سے کیونکر بلواتے ہیں۔ آپ میں مجھے کوئی
تقدس بھی نہیں نظر آتا کہ عالم بالا تک آپ کی رسائی ہو۔" مسٹر آزاد "اس میں

قدموں کو ہاتھ لگا کر درست" پھر آخر آپ کی وہاں کیسے رسائی ہوئی" مسٹر آزاد
"آپ کو بتا دوں کہ دوست کا ہی سرور بتا ہے - اب مجھے معشوق کے وصال سے زیادہ
شوق اس معمہ کے حل کرنے کا ہے" مسٹر آزاد " میں نے بھی اسی قسم کے تدابیر کیے
جیسے کہ آپ کے ... صفت باقی رمل فانی صاحب نے کیے تھے. صرف اتنا فرق ہے
کہ ان کے عمل میں خیال آفرینی تھی اور میرے عمل میں ریاضت کو ... وہ عمل ہے" دوست
"آپ ٹھیک کہتے ہیں - مگر میری ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا" مسٹر آزاد " انھوں نے ریاضت
کے ذریعہ سے آپ کے خیال کو آپ کے سامنے مشخص کرنے کا ارادہ کیا تھا اور میں
نے بعینہ صورت کی ایک اصلی معشوقہ خود آپ کے سامنے لا کے کھڑی کر دی"
دوست - اور ان کے ساتھ" یعنی اصلی فرشتہ نہ تھی اور نہ یہ ... دیکھیے کہیں
بات کھلے دیجیے گا ورنہ میری ساری آرزوئیں خاک میں مل جائیں گی" مسٹر آزاد
"آپ بجا کہتے ہیں تو ہاں سنیے ... ان بزرگ سے مجھ سے بھی
ملاقات ہے - وہ میں نے مصوری کے فن میں اچھا ملکہ پیدا کر لیا ہے - یہیں کے
آرٹ کالج میں تعلیم پائی ہے - ہر قسم کی تصویر اور مورت بنا لیتا ہوں - اور ایسی
کہ لوگ اکثر دیکھ کے تعجب کرتے ہیں - ان دنوں انھوں نے مجھے بلوا کے یہی
آپ والا عجائب مخلوقات کا نسخہ دکھایا - اور اس میں ایک تصویر دکھا کے فرمایا
کہ ایسی ہی ایک تصویر بڑے پیمانہ پر کھینچ دو اور اسی شکل کا ایک اسٹیچو (مورت)
بھی بنا دو - میں نے اُن کے حکم کی تعمیل کی - مگر مجھے تعجب تھا کہ ان بزرگ کو ایسی
تصویر اور مورت کی کیا ضرورت ہے - ان کے اس خادم سے جو مجھے بلانے گیا
تھا معلوم ہوا کہ آپ سے پوری ریاضت کرا لینے - اور اس تصویر کا خیال آپ کی
آنکھوں کے سامنے نقش کرا دینے کے بعد کسی شب کو وہ تصویر اور مورت آپ کے
سامنے پیش کی جائیں گی تاکہ آپ کو اپنی ریاضت کا پھل ملنے کا یقین ہو جائے
اس وقت تک میں یہ نہیں جانتا تھا کہ ہمارے ایک پرانے دوست ان کے
ہاتھ میں گرفتار ہیں - جب آپ سے ملاقات ہوئی اور آپ نے اپنی سرگذشت
بیان کی تو سمجھا کہ یہ روحانی کرشمہ آپ ہی کو دکھایا گیا تھا - اُسی وقت ارادہ کیا تھا کہ
جیسے آپ کی آرزو پوری کر دوں" دوست " تو پھر آپ نے ... کیا" مسٹر آزاد

"میں نے تصویر یا مُورت سے کام لینے کے عوض ایک اصلی حسینہ ڈھونڈھ نکالی جس کی صورت بعینہٖ عجائبات المخلوقات کی اُس تصویر سے ملتی تھی۔ تھیٹر والوں سے مجھ سے ملاقات ہی ہے اور سینریوں کے اعلیٰ درجہ کے پردے خود بنا لیتا ہوں۔ لہذا مناسب پردہ و لباس بنا کے میں نے ایک تھیٹر کا مکان کرایہ پر لے لیا اور اُس میں آسمان کا پردہ دکھا کے فرشتوں کی طرح اُس حسینہ کو اُتارا۔ اور آپ سے ملاقات کرا دی"

دوست۔ (حد سے زیادہ متحیر ہو کے) "تو یہ میری معشوقہ فرشتہ نہیں انسان ہے؟"

مسٹر آزاد۔ "جی انسان اور وہ بھی ایک بازاری عورت۔ یہودیہ۔ جو بعض تھیٹروں میں ایکٹ کرتی ہے اور ۲۰ اشرفی روز پر آیا کرتی ہے۔ اس میں اتنی خوبی ہے کہ پڑھی لکھی ہے اور جو باتیں یا خیالات بتا دیے جائیں اُن کو نہایت خوبی سے ادا کر دیتی ہے۔"

دوست۔ "لاحول ولا قوۃ! میں آپ کو ایسا نہ سمجھتا تھا اور یہ جو میں گنہگار ہوا!"

مسٹر آزاد۔ (مسکرا کے) "مضائقہ نہیں۔ توبہ کر لیجیے کافی ہے۔" دوست۔ "استغفر اللہ! تب تو وہ آدمی ہوئی۔" مسٹر آزاد۔ "میں نے اصلی حقیقت کو آپ سے بیان کر کے آپ کا گناہ ہلکا کر دیا۔" دوست۔ "یہ کیونکر؟" مسٹر آزاد۔ "اس لیے کہ فرشتے چونکہ معصوم ہیں اس لیے اُن سے ناجائز تعلق رکھنا زیادہ گناہ ہے۔ شکر کیجیے کہ آپ سے درحقیقت انسان سے تعلق تھا۔" دوست۔ "بیہودگی کے ساتھ تم شریر بھی ہو۔ بھلا یہ کون سی حرکت تھی؟" مسٹر آزاد۔ "ایسی حرکت تھی کہ آپ کی آرزو پوری ہو گئی۔ اور آپ کا جنون دور ہو گیا۔ اُس وقت اگر میں کہتا کہ فرشتوں کی تصویر نہیں ہو سکتی۔ اور فرشتے کسی سے نہیں مل سکتے تو آپ نے جس طرح اوروں کا کہنا نہیں مانا میری بھی ہرگز نہ سنتے۔ جناب شاہ صاحب نے آپ کی نظر اور آپ کے خیال میں استقلال پیدا کر کے آپ کو پھسلانا چاہا اس میں کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ اب سوا اس کے اور کون سی تدبیر باقی رہ گئی تھی؟ میں نے اپنے مذاق کے مطابق کوشش کی اور الحمد للہ کہ مقتدایان دین اور جناب شیخ سب سے زیادہ کامیاب ہوا!" دوست۔ "اور اس فضول کام میں آپ نے ہزاروں روپیہ جو صرف کر دیے؟" مسٹر آزاد۔ "وہ آپ چاہیں دیں یا نہ دیں۔ میں تقاضا نہیں کرتا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ آپ کے دماغ اور آپ کے جنون کا جیسا علاج میں نے کیا ہے کوئی نہیں کر سکتا۔"

دوست: "تو پھر اب میں چاہتا ہوں کہ یہ حسینہ جو فرشتوں کے مجھ سے ملا کرتی ہے ہمیشہ کے لیے مجھے مل جائے اور میرے نکاح میں آجائے"۔ مسٹر آزاد: "جی اس چکر میں نہ آئیے خاکی فرشتوں سے ملنا آسان ہے اور اس حور وش کو قابو میں لانا غیر ممکن"۔ دوست: "اچھا کل رات کو آئے گی تو میں اس کو نکاح کا پیام دوں گا"۔ مسٹر آزاد: "خیر اب تو آپ کو اصل حقیقت معلوم ہو گئی۔ اس لیے اس کا آنا آپ کے اختیار میں ہے۔ بلوائیے گا آئے گی۔ نہ بلوائیے گا نہ آئے گی"۔ دوست: "تو نہیں بلواؤں گا"۔ مسٹر آزاد: "تو بس اب فرشتوں کے عشق کو سلام کیجیے۔ اور ٹھنڈے ٹھنڈے اپنے گھر کا راستہ لیجیے"۔

اس کے دوسرے دن ہمارے دوست اپنے گھر چلے آئے اور مسٹر آزاد کی کوشش سے اُن کے جنونِ عشق کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ مگر دل ہی دل میں تعجب کرتے تھے کہ اس موہوم خیال کے پیچھے میں کہاں سے کہاں گیا۔ روحیات کا کیسا کرشمہ دیکھا اور آخر دل کو صبر و سکون نصیب ہوا تو کس بیہودہ عاشقی و فریب سے۔

ایثارِ نفس

اکثر نوجوانوں کے دل میں جمی ہوئی ہے کہ ہم نے انگریزی پڑھ لی اخبارات کا مطالعہ کیا کرتے ہیں۔ اہل مغرب کی وضع قطع اختیار کر لی ہے اور خوب ترقی کر گئے ہیں۔ لہذا اب ہمیں ریفارمیشن اور اصلاحِ قوم کے کاموں میں لگ جانا چاہیے۔ لیکن عزیزو! ترقی اس کا نام نہیں جسے تم سمجھے ہوئے ہو۔ ترقی بالکل دوسری چیز ہے جس کی ہمیں ابھی ہوا بھی نہیں لگی۔ ترقی کا اصلی خمیر نہ انگریزی دانی ہے نہ ترقی یافتہ قوموں کی صورت بنانا۔ بلکہ اس کا اصلی خمیر محبت، اُنس اور باہمی ہمدردی و دردمندی ہے۔ ان مذکورہ صفتوں کا پیدا ہونا بھی کسی قسم کی ترقی کا ابتدائی اور معمولی درجہ ہوتا ہے۔ کیونکہ محبت و اُنس اور باہمی ہمدردی تو انسانیت کے ضروری لوازم میں سے ہیں۔ انسانوں کے جس گروہ میں یہ صفتیں نہ ہوں اُس کا شمار فی الحقیقت انسانوں میں نہیں بہائم میں ہو جانا چاہیے۔ لہذا ان صفات کے ایک معمولی درجہ تک پیدا ہو جانے پر بھی کسی قوم کو پوری طرح

ترقی یافتہ قوم نہیں کہہ سکتے۔

یہی ترقی یافتہ قوم وہ ہے جس میں مذکورہ صفات یعنی باہمی اُنس و محبت ہمدردی و اتفاق کا جوش و جذبہ اعتدال کی حد سے تجاوز کر کے اس درجہ کو پہونچ جائے جسے ایثار نفس کہتے ہیں یعنی قوم اور وطن کی فلاح کے سامنے اپنی جان و مال کا خیال نہ رہے بلکہ لوگ قومی مفاد پر شخصی فوائد و منافع کے قربان کرنے کو تیار ہو جایا کریں۔ دنیا میں کسی قوم نے ترقی نہیں کی ہے جب تک اس میں ہمدردی و ایثار نفس کا جوش نہیں پیدا ہوا ہے۔

ہر قوم کے لوگ سب اپنے قومی دشمنوں کے مقابلہ میں صف آرا ہوتے اور قومی اغراض پر کٹ مرنے کو تیار ہوتے ہیں اُس وقت ہر ہر سپاہی کے چہرے پر ایثار نفس کا نور چمکتا نظر آتا ہے۔ کیونکہ وہ قوم و ملک کے مقاصد پر جان دینے کو تیار ہوتا ہے لیکن یہ بھی بہت معمولی درجہ کا ایثار نفس ہے۔ حقیقی ایثار نفس کے نمونے دنیا میں کم نظر آئے ہیں اور نظر بھی آئے ہیں تو خاص ہی خاص لوگوں میں۔ ہم اس قسم کے نمونے جو رومۃ الکبریٰ یعنی رومیوں کی تاریخ سے نکال کے تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں جن کے دیکھنے سے تم کو نظر آئے گا کہ رومیوں نے اپنے گذشتہ عروج و اقبال کو کیسی قیمتی جانیں بیچ کے یا یوں کہو کہ ایثار نفس کر کے حاصل کیا تھا۔

ان میں سے پہلا واقعہ "ہوراشیوس قوقلیس" (ہوریشیس کاکلیز) کا ہے جو عہد قدیم کا ایک معمولی رومی سپاہی تھا اور شہر رومۃ الکبریٰ کے ایک پھاٹک کے پہرے پر مامور تھا۔ اس واقعہ کی حقیقت یہ ہے کہ رومیوں پر پہلے کبھی "طارکون" خاندان کی حکومت تھی جو اپنے مظالم اور اپنی بیہودگیوں کی باعث تخت و تاج سے محروم ہو گیا تھا۔ آخر کار علاقہ اطروسقہ (اٹرسکا) کے ایک فرمان روا "لارس پورسنا" نے "طارکون" خاندان کی طرفداری کا بیڑا اٹھایا اور روم پر چڑھائی کر دی۔ رومۃ الکبریٰ میں کسی کو خبر بھی نہ ہونے پائی اور وہ ناگہاں شہر کے باب جانی قولوم پر آ پہونچا جو دریائے طیبر کے کنارے واقع تھا۔ پھاٹک کے باہر دریا پر ایک لکڑی کا پل بندھا ہوا تھا۔ اور اگر "پورسنا" اُس پل سے اتر آتا تو پھر شہر اُس کا تھا کیونکہ اس ناگہانی حریف سے مقابلہ کی کسی کو بھی جرأت نہ ہوئی۔ بلکہ ابھی سے یہ حالت ہو گئی کہ

بیرون شہر کے رہنے والے شہر میں پناہ لینے کے لیے بھاگے چلے آتے تھے۔ ہوراطیوس نے جو اس وقت پل پر پہرہ دے رہا تھا بھاگنے والے رومیوں کو روک کے کہا اب شہر کے بچنے کی بس ایک ہی تدبیر ہے اور وہ یہ کہ کسی طرح یہ پل توڑ دیا جائے۔ اس کے بعد اس نے لوگوں سے کہا میں دریا کے اس پار جا کے دشمنوں سے مقابلہ کرتا اور انھیں روکتا ہوں تم سب پل کو توڑنا شروع کرو۔ ہوراطیوس کی یہ تجویز اپنے پرانے جان نثار ساتھیوں کی فوج کے بھاگنے والوں میں سے دو اور بھی اس کا ساتھ دینے پر راضی ہو گئے۔ وہ تینوں بہادر شور مچاتے دشمن کے لشکر کے سامنے جا کے ڈٹ گئے۔ ادھر باقی ماندہ لوگ جو بھاگے تھے جلدی جلدی پل کے توڑنے میں مصروف ہو گئے۔ اب ایک طرف ہوراطیوس اپنے دونوں رفیقوں کے ساتھ دشمنوں پر وار کر رہا تھا اور ادھر رومیوں کا ایک زبردست گروہ پل پر چوٹیں لگا رہا تھا۔ یہاں تک کہ پل بالکل قریب الانہدام ہو گیا۔ اور رومیوں نے ان بہادروں سے پکار کے کہا پل گرنے ہی کو ہے اور ابھی موقع ہے تم بھی نکل آؤ۔ یہ صدا سن کے ہوراطیوس کے دونوں ساتھی پیچھے ہٹے اور ہوراطیوس نے کہا کہ تم دونوں بھی نکل جاؤ میں تو یہیں اپنی جگہ ٹھہروں گا۔ وہ دونوں شخص بھی صحیح و سالم اس پار نکل آئے اور ہوراطیوس واپس آنے ہی کو تھا کہ پل اڑ اڑا دھم کرکے دریا میں گرا۔ اور وہ اکیلا حامی وطن ہوراطیوس زندگی سے مایوس تھا۔ سامنے دریا تند و خونخوار لہریں مار رہا تھا اور پیچھے دشمنوں کا زبردست لشکر تھا۔ اس کیفیت نے ہوراطیوس پر ایک خوفناک سناٹا نہیں طاری کر دیا بلکہ دونوں طرف کے دیکھنے والے بھی خاموش تھے۔ سب اس کی مایوسی کو دیکھ رہے تھے۔ رومیوں میں اپنے حامی وطن کی بیکسی پر انتشار و اضطراب تھا اور دشمن بھی اس تماشے میں محو ہو کے گویا لڑنا اور شمشیر زنی کرنا بھول گئے تھے۔ ہوراطیوس کا قسمت نے اگرچہ بڑا سخت امتحان لیا تھا مگر وہ ابھی تک ہمت نہیں ہارا تھا۔ اس نے نہایت پامردی و استقلال سے دریا طیبر کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا دیے اور چلا کے کہا "بابا طیبر! میں ایک تیرا ہی سپاہی ہوں۔ مجھے اپنی لہروں کی آغوش میں لے اور دریا میں پھاند

پڑا غوطہ کھا کے اُبھرا تو دونوں کناروں سے اُس پر عجیب قسم کی نظریں پڑ رہی تھیں ایک طرف استقبال کا جوش تھا اور دوسری طرف حیرت و تعجب۔ اگرچہ فولادی لباس پہنے اور وزنی اسلحہ لگائے ہوئے تھا مگر ڈوبتا تیرتا بہتا اور ہاتھ پاؤں مارتا پار جا پہونچا۔ اور ہم وطنوں نے بڑے ہی جوش و خروش سے نعرۂ مسرت بلند کیا۔

دوسرا واقعہ ایک اور رومی نوجوان کا ہے جس کا نام قیوس میوطیوس (کائی یس میوشی اس) تھا۔ گذشتہ واقعہ میں پل کے توڑ دیے جانے کے بعد جب پورسنا کا اور کوئی زور نہ چلا تو اُس نے روما الکبریٰ کا محاصرہ کر لیا۔ اُس وقت اس نوجوان قیوس نے دل میں ٹھان لی کہ جس طرح بنے گھس بیٹھ کے "پورسنا" کو مار ڈالے اور اپنے وطن کو اُس کے آزار سے بچا دے۔ یہ منصوبہ ٹھہرا کے وہ دشمن کے لشکر میں گیا۔ خاص پورسنا کے خیمہ میں بھی کسی بہانہ سے داخل ہوا۔ مگر چونکہ اُسے پہچانتا نہ تھا غلطی سے اُس کے عوض اُس کے ایک خادم کے سینہ میں خنجر بھونک دیا جس نے تڑپ کے جان دے دی۔ "قیوس" کو لوگوں نے گھیر کے پکڑا۔ چھری چھینی اور اس قتل کا سبب پوچھا تو کہا "کیا کہوں غلطی ہو گئی۔ میں تو خود پورسنا کے قتل کو آیا تھا۔" پورسنا نے یہ خیال کر کے کہ اِس سے دشمنوں کے ارادے اور منصوبے معلوم ہو جائیں گے۔ حکم دیا کہ طرح طرح کی سخت اذیتیں دے کے اُس سے شہر والوں کے حالات پوچھے جائیں۔ اتفاقاً سامنے ایک بتوں کی قربان گاہ تھی جس پر آگ روشن رہا کرتی اور شعلے اُٹھتے رہتے تھے۔ قیوس نے بلا تامل لپک کے اپنا ہاتھ آگ میں ڈال دیا۔ اور ہاتھ کو اُسی کے اندر ڈالے ڈالے بغیر اس کہ چہرے سے ذرا بھی تکلیف و درد کے آثار ظاہر ہوں فخر و تمکنت کے ساتھ بادشاہ پورسنا کی طرف دیکھا۔ گویا زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ "دیکھو جو لوگ سچی عظمت و وقار کی خواہش رکھتے ہیں۔ اُن کے نزدیک اس جسم کی کیا وقعت ہے" پورسنا پر اس نوجوان رومی کے اس حرکت کا کچھ ایسا اثر پڑا کہ فوراً اُسے چھوڑ دیا اور کہا "تم آزاد ہو اپنے لشکر میں جاؤ۔ اب کوئی مزاحم نہ ہوگا۔" یہ سُن کے بہادر قیوس بولا "اب تم نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے تو لو سچی خبر ہے مجھ سے سن لو ہم سو نوجوان ہیں جنھوں نے ایک ساتھ اور ایک ہی حالت میں اس بات پر

ملت اُٹھانی ہے کہ جس طرح بنے گا پورسنا کو زندہ نہ چھوڑین گے۔ یہ کہہ کے قیوس تو رومۃ الکبریٰ کی چار دیواری مین واپس آیا۔ اور پورسنا کے دل پر رومیون کی اسقدر ہیبت چھا گئی تھی کہ محاصرہ چھوڑ کے واپس چلا گیا۔ قیوس کی رومیون مین بڑی عزت و منزلت ہوئی اور چونکہ اُس کا بایان ہاتھ جل کے قومی و وطنی خدمت کی نذر ہو گیا تھا اس لیے رومی پبلک نے اُسے "اُس کے دولا" (ذوالیسار یعنی بائین ہاتھ والا) خطاب دیا۔

تیسرا واقعہ ان دونون سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ ان دونون واقعات مین تو نوجوانی و نوعمری کا جوش پایا جاتا ہے مگر اُس تیسرے مین بڑھاپے کی پختہ مغزی جلوہ نما ہے۔ اس کی اصلیت یہ ہے کہ جب رومیون نے بحری قوت پیدا کر کے اپنے آپ کو اہل قرطاجنہ کے مقابل کر دیا اور دیکھ کے جہازون کا ایک نیا بیڑا بنا لیا اور رومیون کا ایک زبردست افسر مارقوس اطولیوس رسے غولوس (مارکس ای لیس رگولس) اس بیڑے کو لے کے قرطاجنہ کے افریقی سواحل پر اترا تو رسے غولوس نے وہان پہونچ کے دشمنون کو کئی شکستین دین۔ اتنے مین اُس کی مدت ملازمت ختم ہوئی اور اُس نے رومی مجلس حکمرانی کے سامنے درخواست بھیج کے التجا کی کہ "اب مین ملکی خدمت سے سبکدوش کیا جاؤن۔ تاکہ وطن مین آ کے اپنی کھیتی کو دیکھون بھالون۔ میرا غلام آلات کشاورزی لے کے بھاگ گیا ہے۔ اگر اور چند روز یہی حالت رہی اور ایسی ہی غفلت رہی تو میرے بی بی بچہ فاقون مر جائین گے" مجلس نے اس درخواست کو قبول کیا۔ اس کی ملازمت مین توسیع کی۔ اور لکھا کہ "تمھارے اہل و عیال کا بار سلطنت پر ہے تم اس کی فکر نہ کرو" اتفاقاً ان دنون یونان کے [illegible] کے نامی شہر اسپارٹا کا ایک شخص قرطاجنہ والون کی ملازمت مین آ گیا تھا۔ اُس نے ایسی بہادری اور دانائی سے مقابلہ کیا کہ رومیون کو شکست ہوئی اور رسے غولوس اہل قرطاجنہ کے ہاتھ مین اسیر ہو گیا۔ اب وہ اسپارٹا کا بہادر تو قرطاجنہ والون کی بدسلوکی سے ناراض ہو کے چلا گیا اور کہا جاتا ہے کہ واپسی کے وقت جہاز پر مار ڈالا گیا۔ اور قرطاجنہ والون کو ضرورت ہوئی کہ رومیون سے صلح کر لین۔ رسے غولوس ایک زمانے سے اُن کے ہاتھ مین اسیر تھا انھون نے اُسے اپنے مفید مطلب چند شرائط دے کے رومۃ الکبریٰ روانہ کیا کہ ان شرطون پر

صلح کر دو۔ اور قسم یہ ہی کہ اگر یہ شرطین نہ منظور ہوئین تو بلا تامل و تعویق ہم سب پاس واپس چلے آؤ گے۔

رے غولوس دارالسلطنت روما کی دیوارون کے نیچے پہونچا اگرچہ رومیون نے اُس کے استقبال مین بڑی گرمجوشی دکھانے کا ارادہ کیا تھا مگر اُس نے شہر کے اندر داخل ہونے سے قطعاً انکار کیا اور کہا "مین سابق کی طرح مجلس حکمرانی کا رکن ہون۔ نہ کانسل (مجسٹریٹ) کے عہدہ کا شخص۔ مین در اصل اہل قرطاجنہ کا ایک غلام ہون۔ لہذا شہر مین نہ داخل ہونگا" آخر مجلس حکومت نے اُس کا بیان سننے کے لیے بیرون شہر ہی مین اجلاس کیا۔ اور اُس کے سامنے رے غولوس نے جو تقریر کی وہ اُس کے ذاتی مقاصد کے بالکل ہی خلاف تھی اُس نے کہا "آپ لوگون کو لڑائی پر استقلال سے قائم رہنا چاہیے۔ قرطاجنہ والے ان مہینہ بھر لڑ کر یادہ دنون اور اب اتفاق آپ سے مقابلہ کرنے کا دم نہین ہے۔ اپنے قومی منافع و مفاد کے سامنے آپ میرے بچانے کا ذرا بھی لحاظ نہ کیجیے۔ کیونکہ مجھ سا ایک بڈھا اور ازکار رفتہ شخص جو آئندہ آپ کے کام نہین آ سکتا اگر بچا بھی تو کیا۔ ہمارا اسیرون کا معاوضہ اس کا بھی آپ خیال نہ کرین۔ کیونکہ اس مین آپ ہی ہر طرح گھاٹے مین رہین گے آپ کا اکیلا ایک اسیر اُن کے ہاتھ مین ہون۔ اور اسکے مقابل اُن کے تمام تیرہ سپہ سالار آپ کے ہاتھ مین گرفتار ہین۔"

روم کی مجلس حکومت صلح پر آمادہ تھی مگر صرف رے غولوس کے اصرار سے اُسے اپنی مرضی کے خلاف سلسلۂ جنگ کے قائم رکھنے اور صلح سے انکار کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ آخر اُن لوگون نے رے غولوس کو صلاح دی کہ تم جانے کا خیال نہ کرو اور گھر مین جا کے اپنے بی بی بچون مین ٹھہرو۔ خود ہی جا کے زنجیرین پہن لینا اور موت کے منھ مین چلا جانا کون سی عقلمندی ہے؟ مگر اُس دیانت دار اور متین و مستقل سردار نے اس مشورے کے سننے سے قطعاً انکار کیا۔ پیاری بی بی آنکھون سے آنسوؤن کا سیلاب بہاتی ہوئی دوڑی اور لپٹ کے کہا "اپنے اوپر ترس نہین کھاتے تو اپنے ہمارے حال پر ترس کھاؤ"۔ بچے روتے ہوئے آئے اور باپ کے قدمون سے لپٹ گئے کہ "ہماری یتیمی و بیکسی کا خیال کیجیے"۔ مگر رے غولوس نے

ریب نہ تھی اور ثابت کر دیا کہ اُسے اپنی قول کو پورا کرنا اور اپنے وطن کی حمایت کرنا خود اپنی جان اپنی تمام خواہشون اور اپنے بال بچون سب سے زیادہ عزیز تھا۔ چنانچہ بغیر اس کے کہ شہر کے اندر قدم بھی رکھا ہو وہ اُلٹے پاؤن دشمنون کے پاس واپس چلا گیا۔ قرطاجنہ والون مین اس کی قابلیت نہ تھی کہ ایسی شریف النفسی اور راست بازی کی قدر کرتے۔ اُس کی صورت دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ ناکامی کی خبر لایا ہے۔ جھنجھلا اُٹھے اور بے کچھ پوچھے گچھے شریف النفس ریگولس کو طرح طرح کی ذلتین اذیتین اور تکلیفین دے دے کے مار ڈالا۔ مگر اُس کی ناموری و عظمت اور اُس کی عزت و حرمت ابدی چیزین تھین جو کبھی نہ مرین گی اور رہتی دنیا تک بہ تواتر پہنچین گی۔ اس کے بعد قرطاجنہ والون کو دب کے اور ایسی شرطون پر جو رومیون کے منشا و مقصد کے زیادہ موافق تھین۔ صلح کرنا پڑی۔ دراصل یہی صلح اور ریگولس کی یہی کارروائی تھی جس نے آخر کار قرطاجنہ کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ اُس کا نام و نشان بھی دنیا سے مٹ گیا۔

یہ ہین ایثار نفس کے سچے نمونے۔ اور یہ واقعات ہین جو قوم کو قوم بنایا کرتے ہین۔ ہندوستان کی تاریخ ایثار نفس کے معمولی واقعات سے بھی خالی ہے۔ فی الحال ہم کو یورپ سے فدائے قوم بننے کے سبق ملے ہین۔ مگر فدائے قوم بننا اُس وقت ہو سکتا ہے جب ساکنان ہند کی ایک قوم بن لے۔ جب قوم ہی نہین تو کوئی فدا کس پر ہوگا؟ پہلے ضرورت ہے کہ ہندو مسلمان خود اپنے فریق والون اور نیز ایک دوسرے کے لیے ایثار نفس کے ایسے نمونے دکھائین۔ اُس کے بعد ترقی کا نام لین۔ اور آگے قدم بڑھائین یہان لوگ میونسپل کمشنری۔ ذلیل ملازمت۔ اور ادنیٰ منافع کے لیے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جاتے ہین۔ اور پارٹی فیلنگ کی آفت مین مبتلا ہین۔ حالانکہ ہر ترقی یافتہ قوم مین پارٹی فیلنگ کا جذبہ قوم بننے اور اتحاد قومی کے روابط مضبوط ہو جانے کے بعد پیدا ہوتا ہے اور اکثر وہی بڑھ کے زوال قومی کا باعث ہو جایا کرتا ہے۔

اُس گروہ کو ترقی کا نام لیتے وقت شرمانا چاہیے جس مین اتحاد قومی سے پہلے ہی پارٹی فیلنگ کا جوش پیدا ہو گیا ہو۔

مختلف خیالات و واقعات

لکھنؤ میں میونسپلٹی کی عنایت سے قبرستانوں کا مسئلہ روز بروز تکلیف دہ ہوتا جاتا ہے اور اس میں مسلمان بر نہیں ہو سکتے۔ شہر کے تمام قبرستان بند کر دیئے گئے ہیں جو قبرستان کھلے ہوئے ہیں وہ آبادی سے اتنی مسافت پر ہیں کہ مُردوں کا لے جانا نہایت ہی دشوار ہو گیا ہے۔ چند روز ہوئے جدید شہر میں چالیس خاندانوں سے لے کر کھلے میدان ہیں۔ مگر ہمارے [illegible] یہاں بورڈ کی [illegible] لٹک رہی ہیں۔ چنانچہ فی الحال [illegible] تجویز تیار کی گئی ہے۔ اور ارادہ ہے کہ اُن سب [illegible] قبرستانوں کو بھی مستقلاً بند کر دیا جائے اس پر طرہ یہ ہے کہ وکٹوریہ گنج کے قریب جو عام قبرستان دیا گیا تھا وہ بھی حد [illegible] کے باعث بند ہونے والا ہے اور تجویز کی جا رہی ہے کہ کسی ایسے [illegible] جو تال کٹورے کی کربلا سے بھی میل ڈیڑھ میل آگے ہے [illegible] ابھی [illegible] ہے تو ہماری میونسپلٹی کو جنازوں کے وہاں لیجانے کے لیے آدمی بھی دینے چاہییں۔ شکایت اس بات کی ہے کہ ممبران میونسپلٹی منتخب ہوتے وقت ووٹ لینے کو تو ہمارے پاس آتے اور ہم پر ہر قسم کے اخلاق برتا کرتے ہیں مگر ایسی کارروائیوں کے وقت بغیر ہمیں خبر کئے کارروائی کر ڈالتے [illegible] ہو جاتے ہیں جو فیصلہ چاہتے ہیں کر دیتے ہیں اور اس کا ذرا بھی اندازہ نہیں کرتے کہ اُن کی بے پروائی سے ہم کس مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ ہم مذہب رکھتے ہیں اور اپنے مُردوں کو کوڑا نہیں سمجھتے کہ انھیں شہر سے باہر لے جا کے پھینک آیا کریں ہم اپنے عزیزوں اور دوستوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھنے کو جاتے ہیں۔ ہم اکثر اُن پر جا کے چراغ روشن کرتے اور پھول چڑھاتے ہیں۔ اگر میونسپلٹی کی یہی عنایت رہی تو اس سارے فاتحہ درود کا سلسلہ ہی ختم ہو جائیگا مسلمانوں کو مستعدی سے اُٹھ کے کوشش کرنا چاہیے ورنہ پھر کچھ بنائے نہ بنے گی ساری ہڈواریں بند ہو جائیں گی اور ادنی و اعلیٰ سب کو اپنے عزیزوں کی لاشیں ایسی جگہ لیجا کے پھینکنا پڑیں گی جہاں دفنانے کے بعد پھر کبھی کسی کا گزر بھی نہ ہو یہ جو آئے دن پولیٹکل جلسہ ہوا کرتے ہیں اُن سب سے اہم یہی مسئلہ ہے۔ اور اگر اس وقت غفلت کی گئی تو پھر کچھ بنائے نہ بنے گی اور سب پچھتائیں گے اور اپنی بدقسمتی پر

دینے کچھ نہ کر سکین گے ۔

بلیھتہ افسر لو یہیں مین وراُن کے اسسٹنٹ ایک نو عمر ہندو ڈاکٹر ہیں وہ انہیں ہین
ذات سے ! تھ میں قبرستانون اور مسلمانون کے دفن ہونے کا فیصلہ ہے ۔ قبرستانون
کا معاملہ لازم ہے اکسی مسلمان کے ہاتھ مین رکھا جائے جو مسلمانون کے خیالات
مذاق اور مذہبی ضروریات کو بخوبی سمجھتا ہو ۔ ہندو ڈاکٹر صاحب کے خیال بابت یہ ہے
کہ سب ہندو اپنی لاشون کو دور لیجاتے ہین تو مسلمان کیون نہ لیجائین ۔ لیکن اس کا
جواب یہ ہے کہ آپ براہ کرم ہندوؤن کی دشواریان بھی دور کیجیے اور ایسا انتظام
رکھیے کہ ان کو بھی تکلیف نہ ہو یہ تو نہایت ہی بڑا اصول ہے کہ چونکہ ایک گروہ
تکلیف مین مبتلا ہے لہذا دوسرے کو بھی خواہ مخواہ مبتلا کیا جائے ۔ ہندو شاید اپنی
خوشی سے دور لیجاتے ہون ۔ کیونکہ ان کے مکان مین کوئی تبدیلی نہین ہوئی ہے ۔
پرانے زمانہ سے جہان تھا وہین اب بھی ہے برخلاف ان کے مسلمانون پر یہ نئی
مصیبت پڑی ہے ۔ جس کے وہ کبھی عادی نہ تھے ۔ ہم امید کرتے ہین کہ ہمارے
روشن خیال ہندو ڈاکٹر صاحب بجائے اس کے کہ مسلمانون کے مُردون کی مٹی
خراب کرین ہندوؤن کے لیے آسانی اور سہولت پیدا کرین گے ۔

یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ سرکار کی جانب سے جو زمینین قبرستان کے لیے دی
گئی ہین اُن مین قبرون کا سلسلہ کچھ اس ترتیب سے رکھا گیا ہے کہ ایک دفعہ دفن
کر آنے کے بعد پھر پتہ نہین چلتا کہ وہ قبر کہان ہے اور کون سی ہے ۔ مسلمان قبرستانون
مین بھی ہر دوازے کے عادی ہین ۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ اپنے عزیزون کے پاس
دفن ہو اور اس کے بال بچے اور عزیز و اقارب قبرستان مین بھی ایک مقام پر
رہین ۔ مگر ان قبرستانون مین یہ حالت ہو رہی ہے کہ کسی کو خبر ہی نہین رہتی کہ
کون کہان دفن ہے ۔ یہ شکایتین ایسی نہین ہین کہ ان کی جانب سے بے پروائی کی جائے ۔

افسوس کہ مسلمان اپنی ضرورتون سے خود ہی غافل ہین ۔ اُن کا کام ہے کہ

چندہ کرکے اپنے سے دو تین عمدہ قطعات زمین جو شہر کے مختلف حلقوں سے قریب ہوں قیمت دے کے مہیا کریں اور ان کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھیں اس نیت کسی بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے اور نہ کوئی دشواری ہے۔ ان قطعوں میں بانی ڈال رکھے قبرستانوں کو معمور بنا دیا جا سکتا ہے اور نہایت سہولت کے ساتھ کیونکہ ان باتوں کا صرف قبرستانوں ہی سے بہ آسانی عمل آ سکتا ہے شہر علیگڈھ کے واردوں سے کوئی دیندار اور تعلیم یافتہ حضرات ان سنی قبرستانوں کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھیں۔ علمائے فرنگی محل یا ندوۃ العلماء کو اس جانب توجہ کرنی چاہیے۔ ورنہ ہم پیشین گوئی کیے دیتے ہیں کہ عنقریب مولوی انوار صاحب کا باغ بھی بک جائے گا۔ سب سے پہلی کارروائی یہ ہونی چاہیے کہ شہر میں دو ایک جگہ عام جلسہ کرکے میونسپلٹی کو تمام ہڈواڑوں کے بند کرنے اور اتنی دور قبرستان تجویز کرنے سے روکا جائے۔ ورنہ غضب ہو جائے گا۔

اس قید نے کہ ۲۵ لاکھ روپیہ نقد بنک آف بنگال میں جمع کرکے دکھا دیے جائیں۔ مسلم یونیورسٹی کے لیے سخت دشواری پیدا کر دی ہے۔ سنا جاتا ہے کہ ہندو یونیورسٹی کے لیے بھی یہی شرط لگائی گئی ہے۔ لیکن مسلمانوں کا چالیس لاکھ روپیہ سے زیادہ سرمایہ علیگڈھ کالج میں لگا ہوا ہے جسے وہ یونیورسٹی بنانا چاہتے ہیں۔ یہ پوری رقم یا اس کا کوئی جزو ان پچیس لاکھ روپیوں میں سے ضرور مجرا ہی ملنا چاہیے تھا۔ خدا جانے ہمارے ڈپوٹیشن نے گورنمنٹ کو اس جانب توجہ بھی دلائی تھی یا نہیں۔

مسلم یونیورسٹی کی کانسٹی ٹیوشنل کمیٹی پر چاروں طرف سے یورشیں ہو رہی ہیں کہ اپنی کارروائیوں کو راز سربستہ بنائے ہوئے ہے۔ وہ خبر نہیں ہوتی اور قوم کو نہیں معلوم ہونے پاتا کہ اس کی قسمت کا کیا فیصلہ کیا گیا یا ہونے والا ہے۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ اس قسم کی ہر علمی اور انتظامی کمیٹی کو حق ہے کہ اپنی کارروائیوں کو ایک حد تک راز رکھے۔ کیونکہ بغیر رازداری کے ہر کام میں تکمیل سے پہلے جھگڑے

پیچ ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے لیکن ہماری یہ کانسٹی ٹیوشنل کمیٹی اپنے حق سے زیادہ آزادی برت رہی ہے یونیورسٹی کی کارروائیون اور اُس کے اختیارات اور گورنمنٹ سے تعلقات کا جو مسودہ بنا لیا ہے اُسے گورنمنٹ کے ملاحظہ مین پیش ہونے سے پہلے ہندوستان کی اسلامی پبلک کے سامنے ضرور پیش ہو جانا چاہیے ورنہ گورنمنٹ سے طے ہو جانے کے بعد پیش ہوا تو اُس پیش ہونے سے کیا نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے۔

اس سال آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کے اجلاس ۱۲، ۱۳، ۱۴ نومبر سنہ ۱۹۱۱ء کو لکھنؤ مین ہون گے کانفرنس کی کامیابی کے لیے شہر کی لوکل کمیٹی اور اُس کے معزز ارکان حکیم حافظ محمد عبد الولی صاحب پنڈت کدار دھر وید صاحب سکریٹری لوکل کمیٹی اور حکیم محمد عبد القوی صاحب اسسٹنٹ سکریٹری بڑی مستعدی سے کوشش کر رہے ہین۔ لکھنؤ ان شہرون مین فن طب کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ یہان کے وید بھی اعلیٰ درجہ کے ہین اور طبیب بھی بہت بڑے پایہ کے۔ لہٰذا لکھنؤ سے زیادہ کوئی شہر اس کانفرنس کے لیے موزون نہین ہو سکتا۔ نواب صاحب رامپور اور مہاراجہ بنارس کانفرنس کے اجلاسون کے پریسیڈنٹ ہون گے جس سے بہت بڑی کامیابی کی امید ہے۔ ہندوستان کے تمام طبیبون اور ویدون کو ضرور شریک ہونا چاہیے۔ اور معززین ملک خصوص تعلیم یافتہ ہندو مسلمانون کی شرکت بہت لازمی ہے۔

ہندو مسلمانون کے تعلقات روز بروز نازک ہوتے جاتے تھے۔ اور کوئی صورت اتحاد و اتفاق کی نہین نظر آتی تھی۔ ہم حاذق الملک حکیم اجمل خان صاحب کے نہایت ہی شکر گزار ہین کہ اُنھون نے ملک مین ایک ایسی کارروائی کا آغاز کیا جس مین دونون گروہ پہلو بہ پہلو کھڑے ہو کے کوشش کرین گے اور ایک کی سعی سے دوسرا فائدہ اُٹھائے گا۔ یہ اس کانفرنس کی بہت بڑی برکت ہوگی۔ لہٰذا ہمارے تمام دوستون کو مستعدی سے اُٹھنا چاہیے کہ کانفرنس اپنے مقاصد مین پوری طرح کامیاب ہو۔

رسالہ تیمارداری اس وقت تک میری نظر سے نہین گزرا ہے۔ اُس کے الفاظ پر مولوی عنایت علی صاحب کی غلط نکتہ چینیون سے مین نے اختلاف کیا تھا جس کو مولوی صاحب اس پر محمول فرماتے ہین کہ وہ میرے دوست کی کتاب ہے مگر یہ اُن کا حسن ظن ہے۔ مین اُس کتاب کی غلطیون پر بھی اُسی طرح معترض ہون جس طرح اُس کے متعلق غلط نکتہ چینیون کے خلاف ہون مولوی صاحب نے "غرغرہ" کی جگہ "غرارہ" کے لفظ کو غلط بتایا تھا۔ میرے اعتراض کا ماحصل یہ تھا کہ غرغرہ و غرارہ دونون صحیح ہین لیکن اردو مین غرارہ ہی فصیح ہے۔ لفظ غرارہ کی صحت کے ثبوت مین مین نے خواجہ حافظ کا شعر بھی نقل کر دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ ہندوستان مین غرغرہ صرف اطبا کے نسخون مین نظر آتا ہے۔ مگر مولوی صاحب کو اس پر اطمینان نہین ہوا۔ فرماتے ہین کہ تیمارداری طب کی کتاب ہے اور زبان اطبا کی تابع ہے اور یہ نہین خیال کرتے کہ انھون کی زبان طبا ... "تیمارداری" اردو مین لکھی گئی ہے۔

مثلاً ... "پھپھولا" اور "پھپھولا" سب صحیح ہین مگر اردو مین "پھپھولا" فصیح ہے لیکن "پھپھولا انگیز" بالکل مہمل ہے اور ایسی غلطی ہے جو کسی طرح قابل معافی نہین۔ ... کی جگہ ... کرنا بھی بے شک غلط ہے اور یہ اعتراض مولوی صاحب کا صحیح ہے۔

مسلم لیگ کے توجہ دلانے ... کے بعد ہماری گورنمنٹ کو نظر آیا کہ ... اور میونسپل بورڈون مین ہندو مسلمانون کے جداگانہ انتخاب کی کس قدر ضرورت ہے اگر دونون گروہ ان کو جداجدا انتخاب کرنیکا موقع دے دیا گیا تو پھر نہ کوئی جھگڑا باقی رہے گا ... نہ باہمی ... پیش آئین گی۔ گورنمنٹ نے کمشنرون سے مشورہ طلب کیا ہے اور امید ہے کہ تمام معزز مسلمان اپنے ضلع کے حکام پر ثابت کر دین گے کہ ہندو مسلمانون کے جداگانہ انتخاب کے ساتھ اس کی بھی ضرورت ہے کہ دونون گروہون کے ارکان کی تعداد مساوی رہے۔ کیونکہ بغیر اس کے تفریق سے کوئی فائدہ نہین اٹھایا جا سکتا۔ اگر یہ امر حکام کے ذہن نشین کر دیا گیا تو امید ہے کہ رائین ہمارے موافق جائین گی۔ اور گورنمنٹ کی عنایت سے ہم ضرور کامیاب ہون گے

التماس

مئی اور جون ... و انگدار ... ایک ساتھ ... حاضر ہوتے ... ہین ... کوشش ... ہا رہی ہے ... جولائی کا ... پرچہ اپنی تاریخ ... شائع ہو ... طبع ... ہوئی ... زیادہ ... بیدا کرنے ... دکھائین۔

خاکسار
مشتہر

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر کے مشہور زمانہ و مقبول عام تصانیف

تاریخ اور لطائف وغیرہ

(۱) جنید بغدادی۔ سلسلہ مشاہیر اسلام کی پہلی کتاب حضرت جنید بغدادی کے حالات زندگی آپ کی تعلیمیں۔ آپ کا تصوف اور آپکا فلسفہ الٰہی قیمت .. .. ۔۔

(۲) ابوبکر شبلی۔ سلسلہ مشاہیر اسلام کی دوسری کتاب حضرت شیخ ابوبکر شبلی کے حالات آپکا جوش عشق اور آپکا جذب و خروش۔ ۔۔

(۳) تاریخ سندھ۔ نہایت مکمل و مستند تاریخ ارض سندھ قدیم الایام سے حکومت عرب کے آخر زمانے تک اسکا بیان کہ فاتحین عرب نے سندھ میں کیا کیا۔ دو جلدیں۔

جلد اول کی قیمت .. .. ۱۲؍

جلد دوم کی قیمت .. .. ۱۲؍

(۴) جنگ صلیبی۔ صلیبی لڑائیاں جو کئی صدیوں تک بیت المقدس کی حکومت کیلئے مسلمانوں اور عیسائیوں میں رہیں قیمت ۸؍

(۵) خواجہ معین الدین چشتی۔ حضرت قطب الہند خواجہ اجمیری کے مستند تاریخی حالات اور آپ کے کمالات قیمت .. ۱؍

(۶) ملکہ زنوبیہ۔ حضرت مسیح کے عہد کے قریب کی ایک عربی شہزادی حسین ملکہ کے حالات زندگی۔ قیمت .. ۳؍

(۷) حکم الرفاعیہ۔ سید شیخ احمد رفاعی کے اسی نام کے مشہور رسالہ کا ترجمہ۔ قیمت .. .. ۲؍

(۸) آغا خاں صاحب۔ ہز ہائینس آغا علی خان کے حالات زندگی ۴؍

(۹) رفع النقاب۔ مروجہ پردہ کی تردید شرعی پردے کے صحیح حدود بتلانے میں مولانا احمد مختار صاحب عباسی کا مدلل رسالہ ۴؍

تاریخی ناول

(۱۰) غیب دان دلھن۔ ایک دلہن عفیفہ اور رقابت بی بی کی ریشہ دوانیاں اس کی حیرت انگیز غیب دانی۔ میاں کو تمام الزاموں سے بچا کے راہ راست پر لگانا اور انتہائی ترقی پر پہنچا دینا نہایت عمدہ سوشیل ناول۔ قیمت .. .. ۸؍

(۱۱) فلپانا۔ مولانا شرر کا سب سے تازہ تاریخی ناول جس میں طرابلس الغرب پر صحابہ کرام کا حملہ حضرت عثمان غنی کا دور صحابہ کی پاکبازی و نیک نفسی شاہزادی عبلہ اور عبداللہ بن زبیر۔ نہایت اعلیٰ درجہ کا ناول۔ قیمت .. .. ۱۲؍

(۱۲) یوسف و نجمہ کا ناول۔ جنگ جیتی نہیں آپ بیتی ہے کیا موثر ہے کہانی میری اور پھر وہی نہانی میری نہایت پاکیزہ ناول۔ .. .. ۸؍

(۱۳) شوقین ملکہ۔ پہلی اور دوسری صلیبی لڑائی کے حالات اینیر ملکہ فرانس کی عشقبازیاں مردوں کے پہلو میں زنانہ کیمپ۔ ۸؍

(۱۴) فتح اندلس۔ سپین پر عربوں کا حملہ جولین حاکم سبتہ کی بیٹی۔ آخری تاجدار سپین کے ہاتھ سے اسکی بے عزتی اور مجاہدین اسلام کی تلوار سے اسکا انتقام۔ قیمت .. .. ۸؍

(۱۵) فردوس بریں۔ نہایت ہی حیرت انگیز ناول۔ فرقہ باطنیہ حشیشین اور انکے سرگروہ کی فسانہ سازی۔ جیسے جی طالع اعلیٰ کا سفر اور جنت کی سیر۔ اس اردو ناول کا جواب کسی دوسری زبان میں بھی نہیں ہوسکتا۔ قیمت .. .. ۱۲؍

دلگداز اور اتحاد کی جلدیں

(۱۶) جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۰ء (مکمل بارہ پرچے) قیمت ۔ ۴؍

(۱۷) جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۲ء دلگداز کے دو سب پرچے جو سنہ ۱۹۰۱ء اور سنہ ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئے (بارہ پرچے) قیمت ۴؍

(۱۸) جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۵ء (مکمل بارہ پرچے) قیمت ۔ ۴؍

(۱۹) جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۶ء (مکمل بارہ پرچے) قیمت ۔ ۴؍

(۲۰) جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۷ء (مکمل بارہ پرچے) قیمت ۴؍

(۲۱) جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۸ء (بارہ پرچے) قیمت ۔ ۴؍

(۲۲) جلد اتحاد بابت سنہ ۱۹۰۸ء (۲۲ رسالے) قیمت ۔ ۶؍

المشتہر۔ محمد فاروق منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

دلگداز! دلگداز!! دلگداز!!!

سنہ ۱۸۸۷ع سے مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر کی ایڈیٹری مین نکل رہا ہے۔ مضامین نہین تیر و نشتر ہین کسی چشم فتان کی نگاہ ناز ہین جو سینہ مین اترتی اور دل ہی مین رہ جاتی ہے۔ اب صرف اعلیٰ درجے کے ادبی و تاریخی مضامین ہوتے ہین ختم سال پر مولانا شرر کا ایک مکمل مرتب ناول خریداران دلگداز کو مفت دیا جایا کریگا۔ قیمت ایک روپیہ (عہ) سالانہ مع محصولڈاک۔ نمونہ اگر ۱/ کا ٹکٹ نہ آئے تو بیرنگ روانہ ہوتا ہے۔ اسیطرح جو حضرات نہ پہونچنے کی شکایت کرکے سابق کے پرچے طلب فرمائینگے انکو بھی اطمینان کیلیئے وہ نمبر بیرنگ بھیجے جاتے ہین۔

المشتہر محمد فاروق منیجر دلگداز لکھنؤ کٹرہ بزن بیگ خان

کارخانہ روضۃ الریاحین لکھنؤ کا اعلیٰ عطر

(آپ ایک دفعہ آزما کے تو دیکھین!)

عطر کیلیئے لکھنؤ مشہور ہے۔ مگر افسوس کہ جو عطر ہے وہ باہر والونکو نہین ملتا کیونکہ کمیشن مال کی روانگی نوکرون کے ہاتھ ہے اور وہ انکے عمل فضا کا خمیازہ اُن غریبون ہی کو اٹھانا پڑتا ہے جو باہر سے منگواتے اور بے دیکھے خریدنے پر مجبور ہین۔ اور بعض اشتہار دینے والون کی یہ حالت ہے کہ وہ گھٹیا مال دوکو دیکھی چاہ کو بھیجدیتے ہین۔ یہ تمام خرابیان دیکھ کے ہمنے اپنے ذمہ لیا ہے کہ باہر کے جو صاحب طلب فرمائین انکے لیئے معتبر و مستند کارخانونکے عطر اعلیٰ درجے کے تیل وغیرہ خاص طور پر اہتمام کرکے مال کو بخوبی جانچ کے اور بکفایت خریدکے روانہ کردیا کرین جسکا بہت اچھا اور قابل اطمینان انتظام کیا گیا ہے عطر کے شائق ایکبار امتحاناً ہی منگوا کے دیکھ لین کہ ہمارے ذریعے سے انھین کیسا اچھا عطر اور کن دامونکو ملتا ہے۔ فہرست حسب ذیل ہے۔

عطر حنا - فی تولہ [illegible]	عطر گل حنا - فی تولہ [illegible]	عطر مجموعہ - فی تولہ [illegible]
عطر موتیا - [illegible]	عطر بیلی - [illegible]	عطر سہاگ - [illegible]
عطر چنبیلی - [illegible]	عطر جوہی - [illegible]	عطر اگر کہنہ - [illegible]
عطر کیوڑا - [illegible]	عطر گلاب - [illegible]	عطر اگر - [illegible]
عطر خس - [illegible]	عطر سنگترہ - [illegible]	عطر مخلوط شفقی - [illegible]
عطر فتنہ - [illegible]	عطر سیوتی - [illegible]	عطر مہک پری - [illegible]
عطر چمپا - [illegible]	عطر عروس - [illegible]	روح خس اصلی - [illegible]
عطر مولسری - [illegible]	عطر شہناز - [illegible]	روح [illegible] اصلی - [illegible]
عطر [illegible] - [illegible]	عطر برگ حنا - [illegible]	عطر ناگکیسر اصلی - [illegible]
عطر راحت روح - [illegible]	روح گلاب - [illegible]	عطر صد برگ - [illegible]
روغن چنبیلی - فی سیر [illegible]	عرق گلاب - فی بوتل [illegible]	گولیان تمباکو - فی تولہ [illegible]
روغن بیلا - فی سیر [illegible]	عرق کیوڑا - فی بوتل [illegible]	[illegible]
روغن کیوڑا - فی سیر [illegible]	زردہ کھانے کے تمباکو کی بنی ہوئی معطر پتی	قوام تمباکو فی تولہ [illegible]
روغن حنا - فی سیر [illegible]	فی سیر [illegible]	(محصولڈاک ان قیمتون کے علاوہ ہے)

آپکا خادم محمد عبد الحلیم شرر ایڈیٹر دلگداز لکھنؤ کٹرہ بزن بیگ خان۔

مشہور لٹریری اور تاریخی رسالہ جو سنہ ۱۸۸۷ء سے جاری ہے

جلد ۱۲ — نمبر ۵

دلگداز

با اڈیٹری

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی

باہتمام

محمد فاروق منیجر رسالہ و مطبع دلگداز

لکھنؤ

[illegible] بیگ خان سے دلگداز پریس میں چھپ کر

شائع ہوا

تصانیف شرر کے نئے لائبریری ایڈیشن

بعض مداح اور صاحب قدردان علم کیلئے مولانا شرر کی ناولیں اور تاریخی کتابیں [illegible] عمدہ ولایتی چکنے کاغذ پر چھاپی جاتی ہیں جنکی [illegible] قابل ہے [illegible] سلسلۂ طبع کا نام لائبریری ایڈیشن رکھا گیا ہے [illegible] اور اعلیٰ درجہ کی [illegible] کبھی [illegible] پہلے [illegible] ان کا نام لائبریری ایڈیشن کے رجسٹر میں درج کر لیا جاتا ہے [illegible] شرر چھپتے [illegible] بلا انتظار جواب [illegible] خریداروں سے [illegible] کر دیا جاتا ہے [illegible] لائبریری ایڈیشن کے رجسٹر میں اپنا نام درج کرائیے

اس سلسلہ [illegible] ذیل کتابیں تیار موجود ہیں

نمبر (۱) افسانۂ قیس مجنون عامری کی لائف [illegible] قیمت فی جلد

نمبر (۲) [illegible] مشہور عاشق [illegible] قیس بن [illegible] کے حالات [illegible] دلچسپ [illegible]

نمبر (۳) حسن بن صباح [illegible] حالات زندگی [illegible] قیمت فی جلد

اتالیق بی بی

آج کل ہماری دنیا میں شکایت ہے کہ مرد عورتوں کے ساتھ [illegible] کرتے [illegible] نہ انہیں تعلیم دیتے ہیں نہ آزادی [illegible] انہیں [illegible] خیال کرتے ہیں [illegible] ہنگامہ پھیلانے ایک بی بی کے [illegible] ہر وقت [illegible] حال [illegible] ہوتی [illegible] کا وظیفہ پڑھا کرتی ہیں یہ نہایت ہی پرلطف [illegible] دکھایا ہے [illegible] بیان کس طرح شوہروں کو پریشان کرتی اور ناک چنے چبوا دیتی ہیں [illegible] بالکل نیا اور نہایت اعلیٰ درجہ کا [illegible] ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ چھپائی نہایت عمدہ ولایتی کاغذ پر ہے قیمت کچھ نہیں صرف ۱۲

منیجر دلگداز

وطن اور ابنائے وطن

[illegible] وطن وہ مبارک جگہ ہے جس کے بطن سے ہم پیدا ہوتے اور اُس کے آغوش میں پلتے ہیں۔ اسی وجہ سے لوگوں نے سرزمین کو ایک جواد صورت سے تعبیر کیا ہے اور اُس میں پیدا ہونے والوں کو ابنائے وطن کہتے ہیں۔ زمین کو ماں بنانا کوئی آج کل کا نیا خیال نہیں ہے۔ قدیم الایام سے لوگ دنیا کو مادر گیتی کہتے آئے ہیں۔ غور سے دیکھو تو یہ خیال بیجا بھی نہیں۔ جو مزہ ہمیں آغوش مادر میں آیا ہوگا قریب قریب وہی سواد وطن میں آتا ہے کیسے ہی تھکے ماندے اور خستہ و خراب ہوں آغوش وطن میں آ کے لیٹے اور ساری ماندگی دور ہو گئی۔ کیسے ہی حیران و پریشان اور [illegible] ہوں اور وطن کے سینے سے لپٹے اور دل کو تسلی اور تسکین ہو گئی۔ غریب الوطنی کی تکلیفیں اور مصیبتیں مشہور ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اپنے وطن کے سوا دوسری زمینیں ہماری دشمن اور خون کی پیاسی ہیں۔ بیشک وہ بھی ہماری مائیں ہیں مگر سوتیلی مائیں جن کو ہمارا ایسا درد و دکھ نہیں ہو سکتا جیسا کہ خاص اپنی ماں کو ہوتا ہے اور اسی لیے ہمیں جو اُنس اور جیسی محبت اپنے وطن سے ہے کسی دوسرے ملک سے نہیں۔ دوسرے مقامات کے لوگ غریب الوطنی میں ہمارے ساتھ چاہے کیسا ہی اچھا سلوک کریں کیسے ہی اخلاق سے پیش آئیں کیسی ہی خاطر و مدارات کریں اور اُن سے چاہے کیسی ہی محبت ظاہر ہو مگر وہ محبت بھی غیروں کی سی محبت ہوتی ہے اُس میں شفقت مادری کا مزہ نہیں۔

کشش زمین کا مسئلہ طے ہو گیا۔ اور اب کسی کو اُس سے انکار نہیں مگر کشش زمین کے اِس پہلو کا شاید کسی نے خیال نہ کیا ہوگا کہ یہ کشش دراصل اُس محبت مادری کی کشش ہے جو ماں کو اپنے بیٹوں کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔ ہم اگر بد دستیاں کرکے یا کسی قسری قوت کو کام میں لا کے اُس سے الگ ہونا چاہتے ہیں تو یہ زمین کس جوش کے ساتھ ہمیں اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اور جتنے دُور نکل جاتے ہیں اتنی ہی بیدردیوں سے اور ایسے جوش کے ساتھ کھینچتی ہے کہ اُس کی محبت میں ہمارا کام آ جاتا ہے اس کی کشش محبت اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ ہم کسی طرح اس کی حکومت سے باہر نکل ہی نہیں سکتے۔ ہم ادھر غبارے بنائیں یا لاکھ ہوائی جہازوں سے کام لیں مگر اتنی مجال نہیں کہ اس کی گرفت سے باہر ہو سکیں یا اُس کی آغوش کے سوا اور کسی جگہ ہمیں قرار آ سکے۔

اِس کشش محبت میں ہمارا اصلی وطن اور دیگر ممالک ارض یعنی ہماری حقیقی اور سوتیلی مائیں برابر ہیں اُن دوسری ماؤں کو یوں ہم سے لاکھ عداوت و عناد ہو مگر اس کی روا دار ہرگز نہیں ہیں کہ اُن کی سوت کا بچہ کسی غیر کے آغوش میں چلا جائے۔ دراصل یہ اسی کشش مادری ہی کی برکت ہے کہ ہماری دنیا کی کمائی کا کوئی حصہ بھی اُس سے نہیں چھن سکتا۔

گو غیروں کے مقابل میں ہماری سب مائیں برابر ہیں مگر پھر بھی اپنی ماں اپنی ہی ہے۔ جب کبھی ہم سواد وطن سے باہر قدم نکالتے اور سفر اختیار کرکے اپنے وطن سے دور کسی اور سرزمین میں چلے جاتے ہیں تو آغوش وطن ہمیں ہمیشہ اپنی طرف کھینچا ہی رہتا ہے اور ہر گھڑی یہی تمنا ہمارے دلوں میں جوش مارا کرتی ہے کہ کوئی ایسی تدبیر ہوتی کہ اُڑ کے اپنے گھر چلے جاتے اور یاران وطن سے جا ملتے۔ جن کی پیاری صورتیں ہمیشہ آنکھوں کے سامنے پھرا کرتی ہیں۔ یہی وطنی رشتہ قومیں بناتا ہے۔ جس کا جوش تمام دوسرے جذبات پر غالب آجاتا ہے۔ وطن کی قومیت ہمیں نسل اور مذہب تک کو بھلا دیتی ہے۔ اور اپنی اِس ماں کے لیے ہم سب کو چھوڑ دیتے ہیں۔

مگر تعجب یہ ہے کہ جیسی محبت ہمیں اپنی اس ماں یعنی وطن کے ساتھ ہے ویسی مادر وطن کو ہمارے ساتھ نہیں نظر آتی۔ سفر اور غریب الوطنی میں اگرچہ

ایسی ایسی دشواریوں اور مصیبتوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ کہ ہم لوگوں میں عام کہاوت ہو گئی ہے کہ سفر سقر کے مثل ہے۔ لیکن اے مادر وطن تیری سرد مہریاں اس قدر بڑھی ہوئی ہیں کہ وہی لوگ جو سفر کو دوزخ کے مثل بتاتے ہیں اکثر اوقات تنگ آ کے گھر سے نکلتے ہیں۔ السفر وسیلۃ الظفر یعنی کامیابی کا نتیجہ سفر ہی ہے۔ بے شک وطن ہماری قدر نہیں کرتا۔ اور اگر ہم میں کوئی اچھی چیز ہوتی بھی ہے تو اس کی قدردانی جیسی غیر ملکوں میں ہوتی ہے اپنے گھر میں نہیں ہوتی۔

حضرت ابراہیم کو وطن نے آگ میں ڈالا۔ اور غربت نے آسمان کا تارہ بنا کے چمکایا۔ حضرت یوسف کے ساتھ بھائیوں عزیزوں اور اہل وطن کا تو یہ سلوک تھا کہ کنوئیں میں ڈھکیلے اور کھوٹے داموں بیچے گئے اور غربت نے انہیں قدردانی کی کہ سلطنت مصر کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ حضرت موسیٰ نے اپنے وطن میں ہمیشہ خوف اور دھڑکوں کی زندگی بسر کی۔ اور ماں باپ اور بہن بھائی کو چھوڑ کے ڈرتے ہوئے گھر سے نکلے۔ اور غریب الوطنی نے پیغمبر اولوالعزم بنا دیا۔ حضرت مسیح کے ساتھ مادر وطن کا جو خوفناک سلوک ہوا دنیا بھر میں مشہور ہے اور برادران وطن ہی تھے جنھوں نے دشمنوں کے ہاتھ میں اسیر کرایا۔ کانٹوں کا تاج پہنایا۔ ہر طرح کی تحقیر و تذلیل کی۔ اور آخر رومی حکام کو مجبور کیا کہ ان کو سولی دیجیے ان کا خون ہم اپنے سر لیتے ہیں۔ اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو دیکھو کہ آپ کس مصیبت کے ساتھ جلا وطن کیے گئے۔ اور اہل وطن کی عداوت یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ غربت میں بھی اطمینان سے نہ بیٹھنے دیتے تھے۔

دنیا کی تمام ماؤں کا معمول ہے کہ اولاد پر جان دیتی ہیں اور ان کے پالنے میں اپنی زندگی مٹا دیا کرتی ہیں۔ لیکن بیٹوں کو ماں کے ساتھ ویسی محبت نہیں ہوتی کہ ان کے لیے اپنا عیش منغص اور مزہ کرکرا کر دیں۔ بخلاف اس کے اے مادر وطن تجھ سے اپنی اولاد کے بارے میں وہ الفت و محبت نہیں ظاہر ہوتی۔ جیسی کہ تیری اولاد کو تیرے ساتھ ہے۔ وطن کی بدسلوکیاں تو اسی سے ظاہر ہیں کہ ہمیں بغیر گھر سے قدم نکالے اور غریب الوطنی اختیار کیے فلاح کی کوئی صورت نہیں نظر آتی۔ اس کے مقابل ہماری محبت وطن کو دیکھو کہ کسی طرح

اُس کی ہر مصیبت، تکلیف اور ہر درد دکھ کو مزہ لے لے کے یاد کرتے ہیں۔

یوسف کہ بصرپادشاہی مے کرد مے گفت گدا بودن کنعانم خوشتر

دنیا کی ساری تاریخ پر اگر غور سے نظر ڈالو تو نظر آئے گا کہ یہ صرف اس بات کی تاریخ ہے کہ اہل وطن نے وطن پر کس طرح جانیں دی ہیں۔ دنیا میں شاید چند ہی لڑائیاں مذہب یا کسی اور غرض کے لیے ہوئی ہوں گی۔ ورنہ بیشتر دنیا کے سارے جھگڑے فساد اور ... قتل، خون تمام وطن کے لیے تھے۔

مادر وطن ہماری مائیں اپنے بیٹوں کے مرنے پر روتی اور اُن کی لاش پر کھڑی ہو کے بین کرتی ہیں۔ مگر یہ تھا اپنے ہزاروں لاکھوں بچوں کو اپنے اوپر قربان ہوتے دیکھ کے تو بھی خوش ہوتی ہے جس طرح سوتیلی ماؤں کے بیٹے آپس میں لڑا کرتے ہیں اُسی طرح مختلف سرزمینوں کی اولاد ہمیشہ باہم لڑتی اور کٹتی مرتی رہی۔ جب کسی ملک کے بیٹوں کا زور بڑھا اُنھوں نے یہی کوشش کی کہ دیگر ممالک پر چڑھ جائیں اور اُن کی اولاد کو قتل کریں۔ اور اگر زندہ بھی چھوڑیں تو ذلیل و عاجز کر کے اور اپنے لونڈی غلام بنا کے۔

اگلی دنیا پر ایک اجمالی نظر ڈالو۔ ہمیشہ یہی کرشمہ نظر آئیں گے اسیریا والے بڑھتے ہیں اور ہر طرف خون کی ندیاں بہا کے ساری دنیا کو اپنی غلامی پر مجبور کر رہے ہیں۔ بابل والے اُٹھتے ہیں اور اسیریا کو تباہ کر کے ساری دنیا کو اپنا حلقہ بگوش بنا رہے ہیں۔ مصر والوں کا عروج ہوا ہے۔ اور آس پاس کی صدہا قوموں کو مغلوب و مقہور کر چکے ہیں۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے دونوں بڑی سلطنتوں اہل بابل اور اہل مصر میں ٹکر ہوگئی۔ اور اتنی بڑی خونریزی ہوئی کہ لاکھوں بندگان خدا قتل ہو گئے۔

اسی طرح صدہا قوموں اور سلطنتوں نے اپنی کامیابی ہمیشہ اسی بات کو سمجھا کہ غیر ملک کی اولاد کو تباہ و برباد کریں۔ اور ایسے زبردست حملہ آوروں سے مقابلہ میں ابنائے وطن نے اپنے وطن کی عزت و آبرو اور اُس کی آزادی قائم رکھنے کے لیے جانیں دے دی ہیں اور جہاں تک بس چلا ہے اپنے جیتے جی اس بات کو گوارا نہیں کیا کہ وطن کی رسوائی ہو۔ مگر اے بے درد مادر وطن تو خود

بھی نہ ہوئی کہ تیری اولاد کو تیری محبت میں کیا پیش آئی - اور وہ کمزوروں کے کس قدر ستائے اور کس طرح ذلیل کیے گئے -

کیا یہ تجربات اور تیری سرد مہری کے برتاؤ ہمارے دل سے تیری محبت مٹا دیں گے ہرگز نہیں - تو جتنی ہمارے ساتھ کیسی ہی بے رحمی کرے ہم تیرے پیچھے جان نثار کرتے رہیں گے - تیرے نام پر جیتے رہیں گے - تیری عظمت پر مٹا کرتے رہیں گے - تیری تعریف کے گیت گاتے رہیں گے - اور یہی چاہیں گے کہ تیرا بدلہ وفا سے ہم دیتے رہیں - اور اے مہربان مادر وطن - اگر تو زندگی میں ہم پر مہربان نہیں ہوتی تو مضائقہ نہیں - تیری یہ عنایت کیا کم ہے کہ مرنے کے بعد ہمیں اپنے سینہ سے لگا کے رکھتی ہو اور اپنا تھپک تھپک کے سلاتی - یہاں تک کہ قیامت تک کے لیے ہم بڑے مزے کی نیند سو لیتے ہیں -

کہتے ہیں کہ جیسی محبت دیگر ملک والوں کو اپنے وطن کے ساتھ ہے ہندوستانیوں کو نہیں ہے اگرچہ حمایت وطن نے یہاں بھی بڑی بڑی قیمتی قربانیاں لعنت وطن کے نذر کر دیں مگر پھر بھی جیسے کارنامہ اور ملک والوں نے دکھائے ہیں اہل ہند نہیں دکھا سکے - اس کی وجہ اور کسی کے نزدیک چاہے جو کچھ ہو مگر ہمارے خیال میں تو یہ بات آتی ہے کہ دوسری زمینوں کی طرح سے سرزمین ہند تو اپنی اولاد کو مرنے کے بعد بھی اپنے آغوش میں جگہ نہیں دیتی - تیرے بچوں کی لاشیں بجائے اس کے کہ تو انھیں اپنے گہوارے میں ڈال کے موت کی میٹھی نیند سلائے آگ کی نذر ہوتی اور جلا کے خاک کر دی جاتی ہیں - تو انھیں پیدا کرتی ہے جب تک جیتے ہیں ان کے ساتھ تیرا سلوک معمولی رہتا ہے - لیکن مرنے کے بعد تو اس کی روادار نہیں کہ وہ تیرے آغوش میں لیٹیں - پھر ایسی بے رحم ماں اپنی اولاد سے کیا امید کر سکتی ہے؟

ایک اگلا بیگناہ ملزم

بنی اُمیّہ کے زوال کے بعد جب بنی عباس کے دوسرے خلیفہ ابوجعفر منصور کا عہد شروع ہوا تو ہنوز اگلے خاندان خلافت کا قطع و قمع جاری تھا - بنی اُمیہ پکڑ پکڑ کے قتل کیے جاتے تھے - اور اُن کے دوستوں اور طرفداروں پر

سخت گیری ہو رہی تھی - اسی اثنا مین کسی شخص نے آکے مخبری کی کہ فلان شخص کے پاس بنی امیہ کی بہت سی قیمتی چیزین امانت رکھی ہوئی ہین - مخبری کے ساتھ ہی منصور کا غلام ربیع اُس شخص کو پکڑ لایا - اور منصور نے اُس کی صورت دیکھتے ہی کہا "ہمین خبر ملی ہے کہ تمھارے پاس بنی امیہ کی بہت سی چیزین ہین اور اُن کا بہت سا مال و اسباب بہ ودیعت رکھا ہوا ہے - لہذا اُسے فوراً لا کے حاضر کرو - اور خبردار کسی چیز کے چھپانے کی کوشش نہ کرنا - ورنہ تمھارے حق مین برا ہوگا" منصور کی زبان سے یہ الفاظ سُن کے اُس شخص نے خلیفہ کی صورت دیکھی اور کہا "امیر المومنین! کیا بنی اُمیہ کے وارث آپ ہی ہین؟" منصور نے کہا "نہین" پوچھا "تو شاید آپ اُن کے وصی ہون گے" جواب دیا "یہ بھی نہین" اُس شخص نے کہا "تو پھر کس حق سے حضور اُن کی امانت طلب فرماتے ہین؟" اِس کے جواب مین منصور سے کچھ کہتے نہ بنی تھوڑی دیر سرنگون ہو کے سوچتا رہا - پھر سر اُٹھا کے بولا "اُن لوگون نے مسلمانون کو لوٹ لوٹ کے اور اُن کی دولتین چھین چھین کے جمع کی تھین - اور مین چونکہ عام مسلمانون کا وکیل ہون - لہذا چاہتا ہون کہ ایسی رقمون کو واپس لے کے بیت المال مین داخل کر دون جو مسلمانون کا مشترک خزانہ ہے" یہ سُن کے وہ شخص بولا "تو حضور کو اِس بات کا ثبوت پیش کرنا چاہیے کہ میرے پاس اُن کی جو امانتین ہین وہ اُسی مغصوبہ جائداد مین سے اور مسلمانون سے چھینی ہوئی ہین - اس لیے کہ بنی امیہ کی ساری جائداد لوٹ مار کی نہ تھی بلکہ بہت سی اُن کی اصلی جائداد بھی تھی" اب اِس کے جواب مین منصور بالکل عاجز تھا کچھ دیر تک سر جھکائے سوچتا رہا کہ کیا کہون اور آخر ناچار ہو کے سر اُٹھایا اور اپنے غلام ربیع سے کہا "ربیع مجھے ان صاحب کے عذرات سچے معلوم ہوتے ہین - اور ان کے ذمہ کوئی الزام نہین ہے - بس اب سوا اس کے مفر نہین ہے کہ ان پر جو الزام عاید کیے گئے ہین - اُن سے یہ بری کیے جائین" پھر اُس شخص کی طرف متوجہ ہو کے پوچھا "تم کچھ چاہتے ہو؟" اُس نے کہا "جی ہان" پوچھا "کیا؟" عرض کیا "یہ کہ ذرا مین اُس شخص کی صورت دیکھ لون جس نے میری نسبت مخبری کی ہے - کیونکہ مین اُس حضرت رب العزت کی قسم کھا کے کہتا ہون

کہ میرے پاس بجز اسیری کے کوئی چیز نہیں ہے۔ لیکن جب مین گرفتار کر کے حضور کے سامنے لایا گیا تو مجھے بجائے انکار کرنے کے جواب دہی کا یہی طریقہ زیادہ مناسب معلوم ہوا اور اسی مین بچاؤ کی صورت نظر آئی۔ منصور نے فوراً اُس عجمی کو سامنے بلوا دیا۔ اُس کی صورت دیکھتے ہی وہ شخص پہلے تو متعجب ہوا۔ پھر ہنسا اور کہا حضور یہ میرا غلام ہے۔ میرے تین ہزار دینار چرا کے بھاگ گیا۔ دل مین ڈرا کہ کہین پکڑ پاؤن گا تو سزا دون گا۔ بس اُس سزا سے بچنے کے لیے اس نے یہ تدبیر کی کہ حضور کے دربار مین میرے خلاف غلط مخبری کر دی تاکہ مین مصیبت مین پھنس جاؤن اور یہ اپنے کردار کے پاداش سے بچ جائے۔

یہ واقعات سُن کے منصور حیران ہو گیا۔ پھر اس عجمی پر سختیان کی گئین تو اس نے صاف قبول دیا کہ بے شک یہ میرے آقا ہین اور مین ان کی تین ہزار اشرفیان لے کے بھاگا ہون۔ اب منصور نے اُس شخص سے کہا "تو اب میری یہ خوشی ہے کہ آپ اِس کا قصور معاف کر دین۔" اُس شخص نے کہا "مین نے اِس کا قصور معاف کیا۔ اِسے آزاد کیا۔ وہ تین ہزار دینار بھی معاف کیے اور اُن کے علاوہ اور تین ہزار دینار اپنی طرف سے دیتا ہون۔" یہ الفاظ سُن کے بے اختیار منصور کی زبان سے نکلا کہ اس سے بڑھ کے عنایت نہین ہو سکتی۔ اُس نے کہا "امیر المومنین یہ باتین اُس سلوک کے مقابل کچھ بھی نہین جو حضور نے میرے حال پر فرمایا ہے کہ میرا قصور معاف کیا اور میرے ساتھ ایسی معدلت پروری کی گفتگو کی۔" یہ کہہ کے وہ شخص تو چلا گیا مگر منصور کے دل پر اس قدر اثر پڑا تھا کہ جب یاد آ جاتا کہتا "مین نے ایسا آدمی نہین دیکھا۔"

صلیبی لڑائیون کے زمانے کا ایک دلچسپ واقعہ

صلیبی لڑائیون نے شام و مصر کی عجیب حالت کر دی تھی۔ اور کئی صدیون تک اِن حملون کا سلسلہ قائم رہنے کی وجہ سے لوگون کا تمدن بدل گیا تھا۔ تاریخون مین زیادہ تر لڑائیون خونریزیون اور فتح و شکست کے حالات بتائے گئے ہین۔ مگر ایسی باتین جن سے اُس عہد کے تمدن کی بھی کچھ کیفیت معلوم ہوتی ہو جستجو اور

تلاش سے ملتی ہین اور بہت کم ملتی ہین۔

انھین مین سے ایک عجیب واقعہ یہ ہے جو ہمین امیر شجاع الدین شیرازی کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے جو ملک الکامل کے عہد یعنی سنہ ۶۲۵ھ مین شہر قاہرہ کا حاکم تھا۔ امیر مذکور کا بیان ہے کہ ایک بار مین نے صعید مصر کا سفر کیا۔ اور وہان ایک دولت مند اور معزز سن رسیدہ شخص کا مہمان ہوا جس نے ہماری خاطر مدارات کی۔ اُس کی رنگت سانولی تھی مگر اُس کے بچے جو آئے تو نہایت ہی گورے چٹے اور بہت ہی خوبصورت۔ مین نے متحیر ہو کے پوچھا "یہ آپ کے فرزند ہین؟" کہا "جی ہان" پھر مسکرا کے بولا "آپ کو ان کی خوبصورتی پر حیرت ہو گی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کی مان ایک فرنگن ہے جو ملک الناصر سلطان صلاح الدین کے زمانہ مین میرے ہاتھ آ گئی" مین نے پوچھا شاید آپ نے اُسے مول لیا ہو گا بولا "جی نہین۔ اُس کا قصہ نہایت ہی عجیب ہے اور جب خیال آتا ہے مجھے قدرت خدا یاد آ جاتی ہے" مین نے کہا "تو اُسے ضرور بیان فرمائیے" آخر ہمارے اصرار پر اُس نے اپنی سرگذشت ان الفاظ مین بیان کرنا شروع کی۔

"مین نے یہین صعید مین روئی کی کاشت کی تھی۔ جس کی تیاری مین میرے پانسو دینار صرف ہو گئے۔ اور جب اُسے یہان بیچنا چاہا تو لاگت سے زیادہ جو کوئی نہ دیتا تھا۔ مجبوراً مین اُس روئی کو لاد کے قاہرہ مین لے گیا۔ اور وہان بھی کسی نے زیادہ دام نہ لگائے۔ بعض لوگون نے مشورہ دیا کہ اس روئی کو ملک شام مین لیجاؤ۔ وہان ایسے دام مل جائین گے کہ تمھین نفع ہو گا۔ لہذا مین شام مین پہونچا اور بدنصیبی سے یہان بھی کوئی لاگت سے زیادہ دام نہ دیتا تھا۔ اپنی اس ناکامی پر مین نہایت پریشان ہوا۔ اور اُس روئی کو لیے ہوے شہر عکہ مین پہونچا کہ شاید یہان عیسائیون اور فرنگیون سے زیادہ قیمت مل جائے۔ عکہ مین پہونچتے ہی کچھ روئی تو مین نے کافی نفع پر فوراً بیچ ڈالی۔ اور باقی کے بیچنے کے لیے ایک دکان کرایہ پر لے لی اور اس دکان پر روز بیٹھا کرتا تھا۔ ایک دن اتفاقاً ایک نہایت ہی حسین و نازنین فرنگی عورت کا گزر ہوا ایک بڑھیا اُس کے ساتھ تھی اور دونون منھ کھولے بے نقاب و چادر چلی جاتی تھین

کیونکہ فرنگستان کی عورتیں بالکل مردوں کی طرح باہر نکلتی اور بازاروں میں بے حجاب پھرتی ہیں وہ نازنین روٹی کی خریداری کے لیے میری دکان پر آئی اور میری یہ حالت ہوئی کہ صورت دیکھتے ہی فریفتہ ہو گیا۔ یہ ان کا عشق تھا اور اُس کے حسن کا میرے دل پر اس قدر اثر ہوا کہ اُس نے جتنے داموں کی مانگی میں نے بیچ ڈالی۔ اسی طرح کئی دفعہ وہ آئی۔ مجھ سے روٹی لے گئی۔ اور میں ہمیشہ اُس کی صورت دیکھ کے از خود رفتہ ہو جاتا تھا۔ مجھے ہر بار گھورتا دیکھ کے وہ دل میں سمجھ گئی کہ میری کیا حالت ہے۔ چنانچہ وہ زیادہ شوخیاں اور ناز آفرینیاں کرنے اور بار بار آنے لگی۔

آخر بے صبر ہو کے میں نے اُس کی ہمراہی بڑھیا پر اپنا اشتیاق ظاہر کیا۔ بڑھیا نے اُس سے کہا تو وہ بگڑ کے بولی "کچھ شرم ہوئی ہو! ذرا بھی کھلا کیا تو میں اور تم دونوں جان سے مارے جائیں گے"۔ میں نے زیادہ اظہار اشتیاق کیا تو وہ پچاس دینار پر ایک رات کے لیے میرے یہاں چلے آنے پر راضی ہوئی۔ میں نے پچاس دینار دے دیے۔ اور وہ حسب وعدہ رات کو آئی۔ میں نے پوری طرح سامان دعوت فراہم کر رکھا تھا۔ اُسے کھلایا۔ پلایا۔ اور لطف صحبت اٹھایا۔ تو دل میں خیال آیا کہ "تجھے خدا سے شرم نہیں آتی! ایک نصرانیہ کے ساتھ بدکاری کوئی معمولی گناہ نہیں ہے"۔ اس خیال نے مجھے لغزش سے بچا لیا۔ اور وہ صبح کو اپنے گھر گئی تو نہایت برہم و آشفتہ تھی۔ دوسرے دن دکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ وہ پھر اُدھر سے گذری لیکن صورت دیکھتے ہی پھر بے صبر و بے قرار ہو گیا۔ اور دل میں کہا "تم کون سے بڑے ولی کامل اور متقی و پرہیزگار رہے جو ایسے لطف سے محروم رہ گئے"۔ اس خیال کے آتے ہی اپنے کیے پر پچھتایا۔ اور بڑھیا کو بلا کے کہا "آج پھر میری دعوت قبول کرو"۔ اُس نے کہا "مسیح کی قسم اب سو دینار سے کم میں تمھاری آرزو نہیں پوری ہو سکتی"۔ میں اس قدر از خود رفتہ ہو رہا تھا کہ سو دینار بھی اُٹھا کے اُس کے حوالہ کر دیے اور وہ آج شب کو بھی اُس نازنین کو لے آئی۔ لیکن آج بھی وہی واقعہ پیش آیا کہ مجھ پر خوف خدا غالب آیا اور کل کی طرح آج بھی خدا نے مجھے گناہ سے بچا لیا۔ مگر دوسرے دن صبح کو پھر

اپنے فعل پر پچھتایا۔ اور پھر بڑھیا سے وہی خواہش کی اُس نے کہا آپ کی قیمت پانچ دینار دینا پڑیں گے" میں اس پر بھی راضی ہو گیا۔ اور دل میں ٹھان لی کہ ہمیشہ ہر روز کی ساری قیمت اِسی حسینہ کی نذر کر دیا کروں گا

وہ نازنین میرے پاس ٹھہری ہی تھی کہ کیا دیکھتا ہوں ڈھنڈورا پٹ رہا ہے کہ مسلمانوں اور ہم سے جو معاہدہ تھا ختم ہو گیا۔ لہذا آئندہ جتنے عیسائی شہر میں رہنے کی اجازت ہے اس کے بعد جو رہ جائے گا اسیر ہو گا۔ یہ سنتے ہی وہ نازنین اور بڑھیا تو سب گھر چلی گئیں۔ اور میں نے لوگوں کو روئی کی جو کچھ قیمت باقی تھی وصول کی۔ اور اُنہی کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوا مگر دل اُسی حسینہ کی زلف گرہ گیر میں اُلجھا ہوا تھا۔ اسی طرح وہ لشکری کے ساتھ

اب میں دمشق میں پہونچا اور دل میں یہ خیال تھا کہ شاید کبھی وہ فرنگن نازنین ہاتھ آجائے بردہ فروشی کا پیشہ اختیار کر لیا۔ یعنی لونڈیوں کی تجارت کرنے لگا۔ اس حالت کو تین برس گذر گئے۔ اتنے زمانہ میں سلطان صلاح الدین کی اولوالعزمی نے بڑے بڑے کار نمایاں دکھائے۔ قریب قریب کل اسلامی شہروں کو فتح کر لیا اور تمام شاہان مغرب گرفتار کر لیے۔ اتفاقاً سلطان صلاح الدین کو ایک لونڈی کی ضرورت ہوئی۔ میں چونکہ ایک بڑا بردہ فروش تھا ایک نہایت ہی خوبصورت لونڈی لے کے ملاحظہ میں پیش کی اُس نے سو دینار پر وہ لونڈی مول لی مگر قیمت دینے کا وقت آیا تو خزانہ میں صرف ۹۰ دینار تھے۔ کیونکہ اُس روز کی ساری آمدنی خرچ ہو چکی تھی۔ لہذا سلطان نے مجھے وہ نوے دینار دیے۔ اور باقی ماندہ دس دیناروں کے عوض مجھے اجازت دی کہ جو فرنگی لونڈیاں اسیر ہو کے آئی ہیں۔ اُن میں سے ایک کو چھانٹ لوں۔ میں نے اسے خوشی سے قبول کیا۔ اور لوگ مجھے اُس مکان میں لے گئے جس میں وہ لونڈیاں رکھی گئی تھیں۔ وہاں جا کے جو میں نے دیکھا تو خدا کی قدرت کہ لونڈیوں میں مجھے وہی اپنی فرنگن معشوقہ نظر آئی۔ میں نے اُس کا ہاتھ بے اختیار پکڑ لیا۔ اور وہ مجھے دے دی گئی گھر میں لا کے میں نے اُسے آرام سے بٹھایا۔ اور پوچھا مجھے پہچانتی ہو؟ بولی "نہیں" میں نے مکہ کے واقعات کا پتہ دیا تو مجھے پہچان کے حیرت زدہ ہو گئی

میں نے کہا "تم پانچ مہینے سے گھر آنے کی بھی روادار نہ تھیں۔ اور اب میں نے تمھیں پیرس کے عدو میں پایا ہے۔" یہ سن کے اُس نے ندامت سے آنکھیں نیچی کر لیں۔ اور "اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ۔ اب میں تمھاری ہو رہی ہوں اور مسلمان ہوتی ہوں۔" میں نے کہا "اب تم مسلمان ہو گئیں تو آزاد ہو۔ اور میں تمھیں اپنا بنا کے تم سے نکاح پڑھواؤں گا۔ اور تمھیں لونڈی کی طرح نہیں بلکہ بی بی بنا کے اپنی بیوی [illegible] دوں گا۔" وہ میرے اس سلوک سے خوش ہوئی اور میں نے اُس کو اپنے گھر پہنچا دیا۔

اب میں دمشق میں تھا اور وہ حاملہ تھی کہ یکایک مسلمانوں اور عیسائیوں میں صلح ہو گئی۔ فرنگیوں کا ایلچی دمشق میں آیا اور رُو سے معاہدہ درخواست کی کہ جتنے فرنگی مرد اور عورتیں غلام مسلمانوں کے ہاتھ میں آئے ہوں اُس کے حوالہ کیے جائیں۔ کل اسیر جو زیر حراست سرکار تھے اور نیز وہ جو مسلمانوں کے قبضہ میں تھے جمع کر کے واپس کیے گئے صرف میری معشوقہ میرے پاس باقی تھی اور جب سلطان معین الدین کو معلوم ہوا کہ ایک فرنگن میرے قبضہ میں ہے تو وہ مجھ سے بھی طلب کی گئی میں اُسے لے کے سلطان کے دربار میں حاضر ہوا۔ اتفاقاً اُس وقت فرنگیوں کا ایلچی بھی موجود تھا سلطان نے میری معشوقہ کی صورت دیکھ کے کہا "اب تم آزاد ہو۔ ہم تمھیں کسی بات پر مجبور نہیں کرتے۔ اس لیے بتاؤ تم اپنے وطن اور اپنے لوگوں میں واپس جانا چاہتی ہو یا نہیں؟" اُس نے جواب دیا "حضور میں حاملہ ہوں۔ اور اب اہل فرنگ مجھے لے کے کیا کریں گے؟" اُس کے یہ کلمات سن کے فرنگی سفیر بولا "یہ نہیں۔ صاف صاف بتاؤ کہ تم کیا چاہتی ہو؟ اس مسلمان شخص کے پاس رہو گی یا اپنے فرنگی شوہر کے پاس چلو گی؟" اُس نے پھر یہی جواب دیا کہ "میں تو اب اپنے مسلمان شوہر ہی کی ہوں۔" سفیر نے اپنے ہمراہی فرنگیوں سے کہا "سنتے ہو کیا کہہ رہی ہے؟" اور اس کے بعد میری طرف دیکھ کے اُس نے کہا "تم اپنی بی بی کو لے جاؤ۔ جب وہ خود ہی تم سے راضی ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

الغرض میں اُسے خوش خوش اپنے گھر لے آیا۔ اور اُس کا نہایت شکر گزار ہوا

چند روز بعد ... سے واپس آ کے مجھے پھر بلوایا اور کہا "تمھاری ... نے اپنی بیٹی کے لیے ایک ٹھری بھیجی ہے۔ مہربانی کر کے ... پاس پہنچا دو۔" میں نے شکریہ ادا کر کے اُن سے وہ ٹھری لی۔ اور گھر میں لا کے بی بی کے سامنے کھولا تو اُس میں دو تھیلیاں نکلیں جن میں ... رکھے ہوئے تھے ... اسی طرح احتیاط سے بندھی رکھی تھیں ... دیکھ کے مجھے ... اور دل میں کہا کہ میں نے جو خدا کے خوف سے ... آپ کو گناہ سے بچایا تھا اُس کا کیسا اچھا اور ... صلہ ... اعت ... درگاہ سے ...

مراکش کا زوال

جس طرح ... کی اور سلطنتیں اس آخری صدی ... زوال پذیر ہو رہی ہیں اُسی ... مراکش کی قدیم مغربی اسلامی سلطنت ... کی ... آج کل کی خبریں بتا رہی ہیں ... یورپ خاموشی سے ... دیکھتا رہا۔ اور فرانس نے ... مراکش کو ... کر کے ... جو چند جانے کے لیے اسلامی ... نہ تھی بڑی ... اور کس پایہ کی ... کی یادگار رہے۔

یوں تو ... اسلامی سلطنتیں اور بڑی بڑی پرانی ریاستیں گذشتہ صدی میں پامال ... ہو چکی ہیں مگر سچ یہ ہے کہ مراکش کو سنبھلنے اور زمانہ کو پہچاننے ... اور ضروریات زمانہ سے واقف ہونے کے لیے جتنی مہلت ملی اور کسی ... نہ تھی۔ مراکش یورپ سے ملا ہوا ہے ... وہاں کی ترقیوں اور تہذیبوں ... کے ساتھ گھر بیٹھے ... سکتا تھا ... کہیں دور سے ... کی باتیں سُن ہی کے معلوم ہو سکتا تھا ... آج کل ترقی و تہذیب کیلیے کن کن چیزوں کی ضرورت ہے۔ اور ... اس زمانہ کا تمدن کیسی تعلیم اور کیسی تربیت کو چاہتا ہے مگر وہ اپنی اُسی قدیم حالت پر قائم رہا اور آخر وہی ہو جو اس غفلت کا لازمی انجام تھا۔

مراکش! تو نے کچھ کم تیرہ سو برس تک اسلام کا ساتھ دے کے اُسے چھوڑا ہے تیری تباہی اور تیرے زوال کو یقیناً عبرت روزگار ہونا چاہئے۔ تاریخ تیرے اگلے کارنامے یاد دلا دلا کے لوگوں کو خون کے آنسو رُلائے گی۔ اور زمانہ ہمیشہ حیرت کرے گا کہ تو کیا تھا اور کیا ہو گیا۔

بیت المقدس کو جب بابل والوں نے تباہ کیا ہے تو حضرت ارمیا نبی نے اُس کی تباہی و پامالی کا ایسا پُر درد مرثیہ پڑھا تھا کہ آج بھی اُن کے اخوان دہراتے ہیں۔ وہ اپنے زوال کا حال کہہ کے اسے مرثیہ میں فرماتے ہیں "وہ خوبصورت آبادی (بیت المقدس) جو سارے شہروں کی ملکہ تھی ایک بیوہ کی طرح بیٹھی ہے راتوں کو روتی ہے اور اُس کے رخساروں پر آنسو بہتے ہیں۔ دوستوں میں کوئی اُس کی دلجوئی کرنے والا نہیں۔ رفیقوں نے بیوفائی کی۔ دوست دشمن بن گئے۔ اُس کی گلیاں ویران ہیں کہ اب عیدوں کے جلسوں میں شریک ہونے کے لیے کوئی ہماری طرف سے نہیں گزرتا۔ اُس کے پھاٹک ویران اور سنسان پڑے ہیں۔ اس کے مقتدایان دین اور فضلا آہیں کھینچ رہے ہیں۔ اُس کی دوشیزہ لڑکیاں ذلیل ہیں اور سر پر خاک اُڑا رہی ہیں"

کیا آج کوئی حضرت ارمیا کا سا مذاق رکھنے والا نہیں جو مسلمانوں کو مراکو کے زوال کا مرثیہ سنائے؟ یونان کے زوال پر لارڈ بائرن نے موجودہ یونانیوں کی ناکارگی بتا کے اگلے بہادران تھرماپولی کو پکارا تھا کہ قبروں سے اٹھو اور اپنے تباہ شدہ وطن کو دشمنوں سے بچاؤ۔ کیا مسلمانوں میں کوئی بائرن نہیں جو مراکو کے موجودہ لوگوں کی نالائقی پہ سچی حمیت ظاہر کر کے اگلے بہادران عرب کو پکارے جو جبل موسیٰ کے دامن میں آغوش زمین کے اندر لیٹے ہوئے ہیں؟

افسوس مراکش کیا تھا؟ اور آج کیا ہے؟ عقبہ بن نافع جس کے مبارک نام کو شمالی بحر قلزم کی خلیج عقبہ قیامت تک یاد دلاتی رہے گی جب معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت میں ارض مصر سے دس ہزار جانباز بہادران عرب کو اپنے

ہمراہ لے کے فتح و نصرت کے پھریرے اڑاتا ہوا مغرب کی طرف چلا۔ ہزاروں کوس کی مسافت طے کر کے اُس نے اس ارض مراکش پر دم لیا۔ یہان اُسے نظر آیا کہ سامنے یعنی مغرب کی طرف گویا ایک ناپیدا کنار (اٹلانٹک اوشن) راستہ بند کیے ہوے ہے تو بائین ہاتھ کی طرف دشت ناپید کنار ہے تو اُس نے جوش مین آ کے اپنا گھوڑا سمندر مین ڈال دیا اور یہ صفحۂ روزگار پر ثبت ہو جانے والے الفاظ زبان سے نکالے "بارالہا اگر یہ سمندر میرا راستہ نہ روکتا تو مغرب کی جانب جہان تک زمین ملتی مین تیری توحید اور تیرے پُرعظمت و جلال نام کی صدا بلند کرتا چلا جاتا" جس مقام پر عقبہ بن نافع کی زبان سے یہ کلمے نکلے تھے وہ شہر طنجہ (تنجیر) ہے جس کے نام کو عرب سیاح ابن بطوطہ کا وطن ہونے کی عزت حاصل ہے۔

ابن نافع کے چند ہی روز بعد موسیٰ بن نصیر کا زمانہ شروع ہوا جو عبدالملک بن مروان کے زمانہ مین ارض مغرب کا گورنر تھا اُس کو عرب دنیا مین ایسی شہرت ہوئی کہ قصون اور داستانون کے ہیرو عنترہ اور ذوالقرنین کی طرح اُس کا نام ہر گھر مین لیا جاتا اور مدینۃ النحاس (تانبے کے شہر) وغیرہ کے افسانے جن کا فاتح موسیٰ بن نصیر بتایا جاتا تھا بچون اور عورتون تک کی زبان زد ہو گئے۔ موسیٰ ایک مدت تک یہان کا حاکم رہا اور ایسا حاکم کہ اُس کا جبروت بڑے بڑے شہنشاہون کے جبروت سے بڑھا ہوا تھا۔ اور آج تک سلسلۂ جبل موسیٰ کی پہاڑیان موسیٰ بن نصیر کے زبردست سنتریون کی طرح آبنائے جبرالٹر اور بحیرۂ روم کے کنارے کنارے کھڑی ہوئی مراکش کی جنوبی سرحد پر پہرہ دیتی رہتی ہین۔

موسیٰ بن نصیر کے زمانہ سے ملک مراکش مغرب مین مسلمانون کی تہذیب و تمدن کا مرکز قرار پا گیا تھا۔ عربون سے پہلے جو وحشی و جاہل لوگ یہان رومیون کی غلامی کر رہے تھے وہ اب اسلامی مدارس مین تعلیم پا کے انسان کامل بن گئے تھے۔ علم و فضل تہذیب و تمدن اور معاشرت کی تمام باتون مین مراکش ممتاز تھا۔ اور یورپ کے وحشی اُس کی شاگردی پر ناز کرتے تھے۔ آخر موسیٰ بن نصیر ہی کے زمانہ مین فاتحان عرب نے بحیرۂ روم سے اُتر کے یورپ مین قدم رکھا

اور انھی موسیٰ کا غلام طارق بن زیاد اس آبنائے کو پھاند کے (جو بحیرۂ روم کو بحر اٹلانٹک سے ملاتی اور افریقہ کو یورپ سے جدا کرتی ہے) سرزمین اندلس میں آیا جس کے نام کو جبل طارق (جبرالٹر) رہتی دنیا تک یاد دلاتا رہے گا۔

غرض یہی مراکش کے مسلمان تھے جنھوں نے موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کے زیر علم ملک اسپین میں پہنچ کے توحید کی صدا بلند کی۔ اور تثلیث پرستی کے بڑے بھاری مرکز کو توحید کا مامن بنا دیا۔ ہسپانیہ کے مسلمانوں کی ترقیاں اور ان کی تہذیب و معاشرت ساری دنیا میں مشہور رہی ہے۔ کہا جاتا اور تسلیم کیا جاتا ہے کہ یورپ کی کامل تہذیب اسلامی اسپین کے بلاد غرناطہ و قرطبہ تھے۔ مگر اس کو شاید زیادہ لوگ نہ جانتے ہوں گے کہ جن نامور ارباب علم و فضل نے اسپین کے شہروں کو علمی رونق دی وہ دراصل مراکو سے گئے تھے۔ اور مراکو ہی کے تھے۔ اور وہیں سے جا کے اندلس میں متوطن ہو گئے تھے

موسیٰ بن نصیر کے دو ایک صدیوں بعد اگرچہ صفحات تاریخ پر نظر آتا کہ اسپین کے شہر خود مختار اور بالذات تمدن و تہذیب کے مرکز ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی دکھائی دیتا ہے کہ وہ مراکش کو اپنا اصلی گھر تصور کرتے ہیں۔ اور جب بیرونی دشمنوں سے کوئی زبردست مقابلہ پیش آتا ہے تو تازہ دم فوج جس کی شجاعت پر سارے ملک کو وثوق ہوتا ہے مغربی افریقہ یعنی مراکو ہی سے بلوائی جاتی ہے۔ مراکو کا حاکم اندلس کے جس قدر زیادہ حصے کا تاجدار ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ ممتاز تصور کرتا ہے اور اسے اپنی اس خوش اقبالی پر ناز ہوتا ہے۔

تھوڑے دنوں بعد مراکو میں موحدین کی زبردست سلطنت قائم ہوئی جس کا بانی محمد بن طومرت المہدی المغربی تھا۔ ابن طومرت کے حالات ہمارے ناظرین کو دلگداز کی گذشتہ جلدوں میں ملیں گے۔ اس کے وارث عبدالمومن کی ذات سے جس اسلامی دولت کا آغاز ہوا موحدین کے لقب سے مشہور ہوئی اور اتنی بڑی زبردست سلطنت تھی جس کے

حملوں سے اندلس میں بنی امیہ کی خلافت کا خاتمہ کر دیا اور مراکش یا تو اُس کے زیر علم تھا یا اُس کے نام سے کانپتا تھا

اس دولت موحدین کے زمانے میں مراکش کو بہت ہی بڑا عروج حاصل ہو گیا تھا اور اُس کے زمانے میں یہ معدن ملک ساری مغربی دنیا کی تہذیب کا مرکز بنا ہوا تھا اور جو عروج و ترقی ان دنوں اس ملک کو حاصل تھی پھر کبھی نہیں نصیب ہوا

اس کے چند روز بعد اسی سرزمین سے خلافت بنی فاطمہ مصر کا آغاز ہوا اور اسمٰعیلی شیعوں کا علم اقبال ہوا میں لہرانے لگا۔ مغرب سے چل کے تو زیادہ عرصے کے بعد جو ان پر آگے تو انہوں نے فتح کیا اور تمام مصر اور حجاز و یمن تک اُن کے زیر سایہ تھے۔

بہرحال مراکش کے کارنامے ایسے نہیں کہ اسلامی تاریخ کے صفحے سے مٹ سکیں اور اس ملک کی عظمت پر اسے خدا ایسے دو تین ہوں کہ بھول نہیں سکتے۔ افسوس وہی پرانی سرزمین جس پر قرنوں اور صدیوں کے مجاہدوں کا خون گرا تھا جن میں توحید اسلام نے ہر قسم کی ضلالت کو پست و نابود کر دیا تھا اور جو پورے اسلامی سرزمین ہمیشہ فاتحانہ حیثیت رکھتی آئی تھی۔ آج اپنے بے وقوف اور بے عقل فرمانروا مولای حفیظ کی حماقتوں سے اُن فرانسیسیوں کے ہاتھوں سے پامال ہوئی جو تمام مراکش سے سیکڑوں بار شکستیں کھا چکے تھے اور جنہیں جو اران مراکش کے درد کی خبر سنتے ہی اندلس کے افق کی طرف دیکھ کے ہی ڈر معلوم ہونے لگتا تھا

مولای حفیظ آج کل دوسرے مسلمان والیان ملک کی طرح جن میں حکمرانی کی ذرا بھی صلاحیت نہیں باقی رہی ہے بہت بے وقوف ہے۔ حکمرانی و جہانبانی کی قابلیت نہ ہونا درکنار اُسے خداداد نعمت و برکت سے لطف اُٹھانے اور نفس پروری کرنے کا بھی سلیقہ نہیں۔ نفس پرستی اور اپنے لغو و بیہودہ حرکات سے اُس نے فوج اور رعایا کو ناراض کر دیا۔ ہر طرف بغاوت شروع ہوئی اور اُس کا کوئی زور نہ چلا۔ فرانس کو موقع ملا۔ اُس نے اپنی باضابطہ فوج بھیج کے باغیوں کو شکست دی اور خاص دار السلطنت

تاہم مین لشکر پہونچا دیا جس کی کامیابی پر مولاے حفیظ بچون کی طرح خوش ہوئے تھے اور یہ نہین جانتا کہ فرانسیسی اس کا کفن و تابوت بھی ساتھ لیتے آئے ہین یورپ کے کسی لشکر کا کسی سرزمین پر پہونچ کے واپس آنا از محالات ہے۔ اور عنقریب اس ظاہری ہمدردی کا یہی نتیجہ ہونے والا ہے کہ مراکش بھی الجیریا اور تونس کی طرح فرانسیسیون کا ایک صوبہ بن جائے۔

مراکش کی آزادی کا باقی رہنا اب صرف یورپ کی باہمی رقابت پر منحصر ہے۔ جرمنی نے فرانسیسیون کی تعدی سے روکنے کے لیے اپنا ایک جنگی جہاز بھیج دیا ہے۔ اگر اس سے زیادہ تردد کیا تو بے شک فوجی سپاہی وہان اتارنے لگے اور اگر سمجھانے بجھانے سے دولت جرمنی راضی ہو گئی تو مراکش فرانس کا ہے ورنہ یورپ کے باہمی نزاعون کی بدولت چند آخری سانسین اور لے گا۔

یورپ کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ باوجود ایسی اعلی تہذیب کے دو ممالک غیر مین بجاے اس کے کہ رعایا کی شکایتین رفع کراے ظالم و نفس پرست حکمرانون کی طرفداری کیا کرتا ہے اس قسم کے بے وقوف حکمران خارجی امداد پر بھروسہ کر کے اور زیادہ بیہودگیون مین مبتلا ہو جاتے ہین۔ رعایا ان باتون کی تاب نہین لا سکتی۔ پھر بغاوت ہوتی ہے اور بدنظمیون کا ایسا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو دولت کی تباہی اور ملک کی بربادی پر جا کے اس طرح ختم ہوتا ہے کہ امداد کرنے والے بادشاہ بن جاتے ہین۔ اور بے وقوف فرمانرواؤن کے لیے وہی امداد موجب ہلاکت ثابت ہوتی ہے اگر یورپ کو دنیا کے مہذب بنانے کی سچی خواہش ہے اور نیک نیتی کے ساتھ تو اس کا یہ کام ہونا چاہیے کہ بجاے بے وقوف اور ظالم حکمرانون کے رعایا کی طرفداری کیا کرے اور ایسی وطنی سلطنت قائم کراے جس سے رعایا خوش اور مطمئن ہو اور ملک ترقی کرے۔

ون آنہ فنڈ

مسلمانون کا یہ طرز عمل ساری دنیا مین یکسان نظر آتا ہے کہ اپنی عظمت

ظاہر کرنے یا جنت میں اپنے لیے کوئی محل تعمیر کرانے کی غرض سے ضرورت ہو یا نہ ہو موقع بے موقع ہر جگہ مسجدیں تعمیر کر دیا کرتے ہیں۔ ابن جبیر اندلسی کا گذر جب جزیرۂ صقلیہ (سسلی) میں ہوا تو اُس نے حیرت سے دیکھا کہ سارے ملک میں پتھر کی ہر ایک چھوٹی بڑی مسجد بنی ہوئی ہے جن میں سے آج غالباً ایک بھی باقی نہ ہوگی۔۔۔ اور باقی ہو بھی تو کس کام کی ہے اس لیے کہ اب اُس جزیرے میں کوئی کلمہ توحید کی صدا بلند کرنے والا باقی ہے اور نہ کوئی نمازی۔

حیدرآباد دکن میں قلعہ گولکنڈہ کے مقابل وہ شاہی مقبرے ہیں جو خاندان قطب شاہی کے تاجداروں کے مدفن ہیں۔ حضور آصفیہ نظام نے بڑے مصارف برداشت کر کے مرمت کرا دی ہے اور نئی اصلاح کر کے ایک نہایت ہی دلچسپ تفریح گاہ کا کام دیتے ہیں۔ وہاں ہر مقبرے سے متعلق ایک مسجد بھی ہے۔ ان میں سے بعض نہایت ہی خوبصورت اور عالیشان مسجدیں ہیں۔ اور بعض معمولی۔ علاوہ بریں وہاں ایک یہ عجیب چیز نظر آتی ہے کہ ان گنبدوں کے گرد مسجدوں کا ایک حصار قائم کر دیا گیا ہے۔ آپ اگر گرد چکر لگائیے تو ہر سو سوا سو قدم پر ایک مسجد ملتی ہے۔ غالباً یہ خیال ہوگا کہ مسجدوں کا حصار قائم ہو جانے سے مقبروں پر ہمیشہ رحمت نازل ہوتی رہے گی اور ان سلاطین کی یہ خوابگاہیں معمور و انوار الٰہی رہیں گی۔ لیکن یہ دیکھ کے نہایت عبرت معلوم ہوتی ہے کہ یہ تمام مسجدیں چھوٹی ہوں یا بڑی معمولی ہوں یا عالیشان سب کی سب ویران اور سنسان پڑی ہوئی ہیں اور شاذ و نادر ہی کبھی کسی نمازی کا اُن میں گذر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ اُن میں عبادت و نماز گذاری کا کوئی سامان بھی نہیں فراہم کیا گیا ہے۔

اسی طرح سلطانوں کی بیویوں نے لکھنؤ میں نوابی عہد میں مسجدیں تعمیر کرا دیں۔ جن میں سے بعض میں تو کبھی کسی نمازی کا گذر ہی نہیں ہوتا ہے اور جو آباد ہیں اُن کی بھی یہ حالت ہے کہ شکستہ حال اور قریب الانہدام ہو رہی ہیں۔ دولت مند اور تعلیم یافتہ مسلمانوں کو مساجد سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ رہے غربا اور ادنیٰ درجہ کے لوگ اُن کی متفرق کوشش سے

ایک مسجد کی مرمت بھی دشوار تھی - نتیجہ یہ ہوا کہ تمام مسجدیں ویران اور منہدم ہوتی جاتی ہیں اور کوئی پوچھنے والا نہیں - یہ حالات دیکھ کے منشی خلیل احمد صاحب نے ایک مدرسہ اسلامیہ ہرات سے ... بعنوان "دو آنہ فنڈ" قائم کیا جس کا مقصد یہ ہے کہ عام مسلمانوں سے ایک آنہ ماہوار رقم وصول کی جائے جس سے شہر کی مساجد کی مرمت ہوا کرے اور نیز اُن کے آباد رکھنے کی کوشش کی جائے -

اس سے پہلے بھی مسجدوں کی مرمت کے لیے دو ایک کوششیں ہوئی تھیں مگر اُن کی خدمت قومی کا دائرہ بہت ہی محدود تھا - گذشتہ چار سال سے منشی خلیل احمد صاحب نے مسلسل کوشش فرما کے اور اپنے ذاتی ریاضت کو صرف کر کے دو آنہ فنڈ کو اس درجہ پر پہنچا دیا کہ مسلمانوں کی عام ناواقفیت کے دیکھتے اس انجمن کی یہ سرگرمی ایک حیرت انگیز چیز نظر آتی تھی - بیسیوں مسجدوں کی مرمت کی گئی کئی مسجدیں از سر نو قائم کر دی گئیں اور جو مسجدیں دو آنہ فنڈ نے اپنے زیر اہتمام لے لی ہیں وہ بہت رونق پر ہیں اور ان کو دیکھ کے جی خوش ہو جاتا ہے -

منشی خلیل احمد صاحب نے انجمن کو اب اس درجہ پر پہنچا دیا ہے کہ دیگر اضلاع میں بھی لوگوں کو اس کے قائم کرنے کا شوق ہوا - چنانچہ کئی مقاموں پر دو آنہ فنڈ کی شاخیں قائم ہو چکی ہیں - اور کئی جگہ اُن کے قیام کی کارروائی جاری ہے -

دو آنہ فنڈ کا دفتر بھی مکمل رکھا گیا ہے - ہر قسم کے متعدد رجسٹر موجود ہیں جن سے ہر رقم کا بخوبی پتہ لگ جاتا ہے اور کمال صفائی اور دیانت سے کام چل رہا ہے - لیکن شامت اعمال اور بدنصیبی کا کرشمہ ہے کہ اس انجمن کے متعلق بھی فتنہ بیدار ہوا - یعنی انجمن اصلاح کے نام سے ایک جماعت پیدا ہوئی جس نے عوام میں مشہور کرنا شروع کیا کہ منتظمان دو آنہ فنڈ ساری رقم کھائے جاتے ہیں - اور مسلمانوں کا روپیہ برباد ہو رہا ہے - ان حضرات میں سے کسی کو اس کی توفیق تو نہیں ہوئی کہ دفتر دو آنہ فنڈ میں جا کے حسابات کی تنقیح کریں سمجھ کے اعتراض کریں - صرف بدنام کرنے اور

اور منتظمین سے اصلاح اور ترتیب دستور العمل کا تقاضا کرنے لگے۔

بعض لوگوں نے اس قسم کی افواہیں سنیں تو کمیٹی کے دفتر میں جاکے رجسٹروں کی تحقیق کی۔ اور جانچنے کے بعد انجمن کی کارروائیوں پر پورا اطمینان ظاہر کیا کہ اُن سے کوئی فرمی بے ضابطگی دکھائی جا سکے یا سرکاری دفاتر کے مقابل میں دفتر انجمن کے رجسٹر کسی حد تک غیر مکمل تھا۔ یہ بجا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ پرائیویٹ دفتر سرکاری دفاتر کے نمونہ پر نہیں قائم کیے جا سکتے۔ کیونکہ جتنا روپیہ سرکار دفاتر میں صرف کر رہی ہے اتنا ایسی انجمن کا دفتر نہیں صرف کر سکتا۔ لیکن اس قسم کے اعتراضات سے انجمن کی دیانتداری پر حرف نہیں آ سکتا۔ اور نہ ایسے اعتراض کا کسی تحقیق کرنے والے کو موقع ملتا۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ اس قسم کے کاموں میں معترض اور مزاحم وہی لوگ ہوا کرتے ہیں جن کے دل میں یہ چور ہوتا ہے کہ اس کام میں آمدنی بہت ہے اور فلاں اشخاص کو اس سے فائدہ اُٹھانے کا موقع ملتا ہے لہٰذا اُن سے چھین کے ہمیں اپنا قبضہ کرنا چاہیے۔

سوا ایسی باتوں کے اور کوئی خیال ایسے نیک کاموں کا مزاحم نہیں ہو سکتا۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ اگر بالفرض دفتر انجمن کے موجودہ منتظمین آمدنی کا کوئی جز کھا جاتے ہیں تب بھی ہمیں یا کسی کو اعتراض نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ انھیں کا یہ خیال پیدا کیا ہوا ہے۔ اُن کی کوششوں سے بیسیوں مسجدیں آباد ہو گئیں۔ اور جو کچھ انھوں نے کیا ہے صرف اپنی تنہا کوشش سے کیا ہے۔ اور اُس وقت وہ مساجد و معابد کے آباد کرنے کو اُٹھ کھڑے ہوئے جب کسی کو بھی خدا کے گھروں کے آباد کرنے کی فکر نہ تھی۔ انھیں نہ ہونے پر بھی اپنے کام کے پورا کرنے کا زیادہ خیال ہوگا اور ہم سب سے زیادہ ہوگا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ مہذب اور قابل اعتبار لوگوں نے اصلاح کی جو تدبیریں بتائیں مولوی خلیل احمد صاحب کو ان کے ماننے سے بھی انکار ہے۔ اور جو دستور العمل اُنھوں نے بڑے تقاضے کے بعد شایع کیا ہے بہت ہی بے اصول اور مشتبہ سنا جاتا ہے۔

بہتر ہوگا کہ موجودہ منتظمین ون آنہ فنڈ اس فنڈ کو رجسٹرڈ کرا دیں۔ اس وقت گورنمنٹ کے جانچ کرنے والے وقتاً فوقتاً آ کے جانچ کر لیا کریں گے۔ پھر کسی کو اعتراض کرنے کا موقع نہ باقی رہے گا۔ گو اس وقت دفتر رکھنے میں ذرا زیادہ رقم صرف کرنا پڑے گی۔ اور محرر کو بھی ایک معینہ رقم دینا ہوگی اور جو رقم اس وقت صاحب کی خدمت میں صرف ہو رہی ہے اس کا ایک معتدبہ حصہ دفتر کی نذر ہو جائے گا۔ مگر جب بدقسمت قوم کو اپنے ہی نادموں کا اعتبار نہ ہو جب میں قومی اعتبار اس قدر اٹھ گیا ہو کہ ایک دوسرے کو بددیانت سمجھتا ہو اس پر ایسا جرمانہ ضرور ہونا چاہیے
افسوس ہم خود تو کچھ نہیں کر سکتے۔ اور ہم میں اگر کوئی مفید کام کرنے کو اٹھتا ہے تو اسے تعصب اور شخصیت خراب اور رسوا کر دیتی ہے۔

واقعات اور رائیں

طبی کانفرنس کے متعلق لکھنؤ میں عجیب قسم کی غلط فہمیاں پیدا کی جا رہی ہیں اطبا کا غالب گروہ طرفدار ہے اور کانفرنس کو مدعو کر چکا ہے۔ مگر ایک خاص گروہ مخالفت پر آمادہ ہے اور اس کی مخالفت عجیب عجیب عنوانوں سے نمودار ہوتی ہے۔ لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اگر یہ کانفرنس لکھنؤ میں ہوئی تو اطبائے لکھنؤ اطبائے دہلی کے ماتحت ہو جائیں گے۔ اور یہ نہیں دیکھا جاتا کہ یہ آل انڈیا طبی کانفرنس ہے۔ اس کو جیسا تعلق دہلی سے ہے ویسا ہی لکھنؤ سے ہے اور ویسا ہی ہندوستان کے تمام شہروں سے۔ رہا یہ کہ اس کا صدر دفتر دہلی میں رکھا گیا ہے۔ اس میں ہم نہیں سمجھ سکتے کیا مضائقہ ہے۔ آخر کوئی شہر مرکز قرار دیا ہی جاتا۔ اور اگر اسی قسم کے جھگڑے پیدا ہوں تو کل دوسرے بڑے شہر میں گرا یجوکیشنل کانفرنس کا مستقر علی گڑھ میں ہے اور تم علی گڑھ کے ذلیل نہیں۔ پرسوں یہ مسئلہ پیش ہوگا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا صدر دفتر لکھنؤ میں ہے اور دوسرے شہروں کو کیا

پڑی ہے کہ خواہ مخواہ لکھنؤ کی اطاعت قبول کرکے اپنی عزت ڈبو دیں۔

ہندوؤں میں سب سے افسوس ناک یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ چونکہ مدن موہن مالوی کی مجوزہ ہندو یونیورسٹی میں بھی ویدک کی تعلیم رکھی جائے گی لہٰذا ہندوؤں کو کیا پڑی ہے کہ اُسے چھوڑ کے طبی کانفرنس کی طرف توجہ کریں؟ لیکن افسوس یہ نہیں دیکھا جاتا کہ طبی کانفرنس کوئی کالج یا درسگاہ نہیں ہے۔ اور نہ کسی خاص درسگاہ کے لیے چندہ مانگتی ہے۔ اگر ہندو یونیورسٹی میں ویدک کی تعلیم دی جائے گی تو کانفرنس سب سے پہلے اُس کی تائید کرے گی۔ اُسے مدد دے گی اور اُس کے لیے چندہ فراہم کرنے کو تیار رہے گی۔ وہ تو دل سے چاہتی ہے کہ ایسی درسگاہیں۔ ایسے اسکول۔ ایسے کالج اور ایسی یونیورسٹیاں کھولی جائیں عام اس سے کہ کوئی کھولے اور کہیں کھلیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ حکیم اجمل خان صاحب اپنے مجوزہ کالج کے لیے چندہ مانگیں تو آپ نہ دیجیے۔ اس کو کانفرنس سے کیا تعلق ہے۔

لیکن ہم تو اس کمال کے قائل ہیں کہ جو کوشش ہندوؤں میں یہ خیال پھیلاتی ہے وہی دوسری طرف رخ پھیر کے مسلمانوں سے کہتی ہے کہ طبی کانفرنس میں ویدک کو بھی شریک کیا گیا ہے اور ہندو شریک کیے گئے ہیں جو مستعد اور تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ ان متحدہ کوشش سے وہ فائدہ اٹھا کے ویدک کو ترقی دے دیں گے اور طب یونانی اور زیادہ پستی میں پڑ جائے گی۔ اس کا جواب دینے کی ہمیں ضرورت نہیں سمجھ والے خود ہی دے لیں گے۔

انہیں اختلافات کے جوش میں ۵ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء کے پبلک جلسہ میں جو کہ کانفرنس کے استقبال کے متعلق بعض تجاویز سوچنے کے لیے کیا گیا تھا ایسے لوگوں سے اور ایسے عنوان سے مخالفت کرائی گئی کہ سارے مہذب و تعلیم یافتہ لوگ انگشت بدنداں تھے۔ ہنگامہ اور بلوہ کے اندیشہ سے بانیوں نے

البتہ [illegible] گیا مگر ما میانہ مخالفت کا سودا بغیر پولیس کی مدد سکرر برچھیوں کے موقوف ہونے کو نہ آتا تھا۔ یہ تھا ہمارے ہندوستان کا اختلاف [illegible] یہ بھی ہمارے اطبا کی لڑائی۔ مگر سب سے زیادہ حیرت کی یہ بات ہے کہ یہی خطرناک رسوائی [illegible] نمایاں فتح اور [illegible] کامیابی تصور کی جاتی ہے۔

اردو کانفرنس کا [illegible] بدایوں میں ہوا اور آپ کی [illegible] کے اجلاس میں ہوئے۔ تعجب ہے کہ ہمارے اطبا کی طرح وہاں لکھنؤ کے [illegible] [illegible] کو اس بات کی شکایت نہیں کہ زبان اردو کے مالک ہم ہیں اور کانفرنس پونہ میں جہاں کی مادری زبان مرہٹی ہے [illegible] ہے کہ شاعر [illegible] سے زیادہ [illegible] رکھتے ہیں

قیصر باغ میں [illegible] لالی دھیجی کا نفرنس کے جلسہ کے ہنگامہ کو [illegible] سب انسپکٹر نے صلاحیت و شائستگی سے فرو کیا وہ ایک روشن خیال بنگالی [illegible] مگر [illegible] اس پر ہندوستانی کو اپنا پرانا بخار نکالنے اور اپنے دل کے پھپھولے پھوڑنے کا موقع مل گیا۔ سر سید مرحوم نے اسی قیصر باغ کی بارہ دری میں کانگرس کے خلاف جو پہلی [illegible] اسپیچ دی تھی اس میں [illegible] مضمون کا ایک فقرہ فرمایا تھا کہ ہم اُن لوگوں میں نہیں ہیں جو میز کی چھری دیکھتے ہی ڈر کے مارے میز کے نیچے دبک جائیں۔ اس کا بدلہ ہندوستانی آج لیتے ہیں اور مسلمانوں کو طعنہ دیتے ہیں کہ ایک بنگالی ہی نے سب کو بارہ دری سے نکال دیا اور کسی کے بنائے کچھ نہ بنی۔ مگر ہمارے بابو ہندوستانی سے سید صاحب مرحوم کا مطلب سمجھنے میں غلطی ہوگئی اور انھوں نے مسلمانوں کی شجاعت کا غلط اندازہ فرمایا ہے مسلمانوں کی بہادری اپنے دوستوں اپنی گورنمنٹ اور اپنے ہمراہ حاکموں سے لڑنے کے لیے نہیں ہے۔ گورنمنٹ کے قائم مقام کی حیثیت [illegible] اگر [illegible] تو جوان آدمی [illegible] کبھی آجاتا تو وہ ایسی ہی اطاعت ظاہر کرتے۔ اُن کی بہادری کے میدان دوسرے ہیں جو

[illegible] بھی دنیا کو اُن کی شجاعت کا ثبوت دے دیا کرتے ہیں [illegible] سے دشمنی [illegible] خیر طاب [illegible] ابغاوت کر اٹھیں لوگوں کو [illegible] اُن کی شجاعت پر ہمارے بہادر وطنوں کو [illegible] نمایاں تصور کرتے ہیں۔

التماس

[illegible] سلمہ کی بیماری سے [illegible] ہمارے [illegible] ایڈیٹر [illegible] اصلاح نظر کی [illegible] دمن کا اثر [illegible] ہمارے [illegible] دماغ [illegible] کی وبائی [illegible] اگر چہ [illegible] مگر [illegible] اُن کی حالت بہت سنبھل گئی ہے [illegible] تو ابھی بطلاقت [illegible] میں تھوڑی [illegible] کی روشنی چمکائی ہے تو ہمیں یقین ہے کہ انھیں [illegible] کامل [illegible] ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے بعض [illegible] ان کی [illegible] زندگی [illegible] ہماری [illegible] لوط [illegible]

[illegible] کی بیماری سے [illegible] پریشان رہے [illegible] پھر [illegible] مگر [illegible] ہم کو جو [illegible] ایک [illegible] کوشش [illegible] اگر چہ ایک [illegible] اشاعت کا [illegible] کا [illegible] ہمارے [illegible] گذشتہ [illegible] معاف [illegible] اشاعت کی [illegible] توجہ فرمائیں گے

[illegible] ایک حسن بن صباح کا [illegible] ہی [illegible] بارہ روز کے بعد [illegible] اور ضرورت میں [illegible] اطلاع کے بعد [illegible] کی [illegible] میں [illegible] اور [illegible] کتاب "اتالیق بی بی" ہے۔ اگرچہ ہماری تصنیف نہیں [illegible]

شمس

عبدالحلیم [illegible] ایڈیٹر

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر کے مشہور ناول اور مقبول عام تصانیف

(۱) ماہ ملک ۔ مولانا شرر کا تازہ ترین اور عجیب ناول ۔ جس میں دولت غوریہ کے انتہائی عروج ۔ سلاطین غیاث الدین شہاب الدین غوری کے کارنامے ۔ دور ہی ہی ہی عہد کی معاشرت اور شاہزادی ماہ ملک کے حالات و کمالات ۔ ایک ناول ہے جس میں عجیب عجیب الفاظ ہیں اور دوسرے عنوان سے دکھائے گئے ہیں ۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ عا

(۲) فتح اندلس ۔ اسپین پر مسلمانوں کا حملہ جو بیت المقدس کی فتح کے بعد آخری تاجدار اسپین کے ہاتھ سے اسکی تباہی ۔ مجاہدین اسلام کی تلواروں سے اسکا انتقام ۔ ملاحظہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ زور بیان نے سچے واقعات میں کیسی جان ڈال دی ہے ۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ عا

(۳) یوسف و نجمہ کا ناول ۔ جگ بیتی نہیں آپ بیتی ہے کیا موثر ہے کہانی سیری ۔ اور پھر وہ بھی پانی پیری ایک جہاز تھا اور لاکھ طاس میں پھیلے ہوئے جو بری قدرت اور کا بت سے بیتے ہیں ۔ تکمیل کے بعد ان میں تعلق پیدا ہوگیا ہے وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے ۔ نہایت پاکیزہ ناول ۔ عہ

(۴) شوقین ملکہ ۔ پہلی اور دوسری صلیبی لڑائی کے حالات ملکہ فرانس کی عشقبازیاں ۔ مردوں کے پہلو میں زنانہ کپڑے رزم کے ساتھ ساتھ بزم ۔ مجاہدین صلیب کی تیغ زنی کے ساتھ مجاہد لیڈیوں کی جانفشانی ۔ دلیری و سحر آفرینی ۔ نہایت دلچسپ ناول قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عہ

(۵) مقدس نازنین ۔ ایک بڑٹش لڑکی کا مردانے بھیس میں مقدس دینی کے رہنا ۔ اور آخر پوپ روم یعنی حضرت مسیح کا جانشین منتخب ہو جانا ۔ مسند پاپائی پر قبضہ کے عیسائیوں میں شورش اور مسلمانوں کی مدد سے اسکی جانبری ۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ عہ

(۶) فلورا فلورنڈا ۔ ہسپانیہ عظمٰی کے عہد خلافت آل امیہ میں عیسائیوں کی حالت ۔ انکا احمقانہ تعصب اور مجنونانہ جوش شہادت ۔ ایک مسلمان لڑکی کو بہکا کے خراب کرنا اور اس خرابی کا حیرت خیز اور عبرتناک انجام قیمت عہ

(۷) قیس و لبنیٰ ۔ مشہور عاشق عرب قیس بن ذریح عذری اور اسکی معشوقہ لبنیٰ کی داستان کو ایک نہایت پر اثر اور دلچسپ ناول کے لباس میں بتایا گیا ہے ۔ جس میں یہ خاص بات ہے کہ یہ ایک پر سوز و گداز ناول ہے اور سچی سوانح عمری عشق کی جیتا جاگتا بیان اور جوش دل کی سرگذشتیں (لائبریری ایڈیشن) قیمت فی جلد ۔ ۔ ۔ ۔ عہ

(۸) ملک العزیز ورجینا ۔ صلیبی لڑائی ۔ رچرڈ شیر دل اور سلطان صلاح الدین اعظم کے [illegible] معرکہ کارزار عشق اور [illegible] ۔ قیمت فی جلد ۔ عہ

(۹) حسن انجلینا ۔ [illegible] کی لڑائی آرمینیوں اور ترکوں کی پھوٹ اور اسکا انجام کہ [illegible] اتفاق و اتحاد ۔ در حقائق [illegible] قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ عہ

(۱۰) منصور موہنا ۔ ہندوستان میں ایک نصرانی خاندان ۔ انکے فتح عرب کی یادگار ۔ [illegible] ہی سال پہلے ہندوؤں کی مدد سے اُن کا سنبھلنا ۔ حسن عشق کی نہایت دلکش تصویریں ۔ مسلمان مجاہدوں کے آگے مسلمان غزاۃ اسلام [illegible] اور دوسری ۔ قیمت فی جلد ۔ ۔ ۔ ۔ عہ

(۱۱) ورجینیا نسلق ۔ مسٹر جینس ہنری کے اس نام کے ناول کا ترجمہ جو اردو میں نہایت مقبول ہوا ۔ اکبر کا دور اور پٹھانوں کی حکومت کا زوال ۔ قیمت فی جلد ۔ ۔ ۔ ۔ عہ

(۱۲) فردوس بریں ۔ نہایت ہی حیرت انگیز ناول ۔ فرقہ باطنیہ حشیشین اور انکے سرگروہ شیخ الجبال کا اور اسکا جنت کی سیر اعلیٰ درجہ کا نظارہ [illegible] دوسرا نہایت ہی تاریک باطنی [illegible] سلسلہ کا انکشاف کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ہے ۔ اس [illegible] ناول کا جواب کسی دوسری زبان میں بھی نہیں مل سکتا ۔ قیمت فی جلد ۔ عہ

(۱۳) شہید وفا ۔ غرناطہ اور اسپین کے عہد اسلام کی آخری تصویر اور اسکا زوال ۔ ایک سچے جاں نثار عاشق کی راستبازی پر جان دینا ۔ عاشقانہ جستہ واقعات کی سچی تصویریں ۔ یہ ناول نہیں شعر ہے ۔ ایک لفظ دل کو ہلا دیتا ہے

(۱۴) فلپانا ۔ مولانا ممدوح کا تازہ تاریخی ناول ارض طرابلس الغرب پر صحابہ کا حملہ حضرت عثمان غنی کا دور ۔

نام ناول	قیمت
تسخیر	۸ر
ناول سعید	۴ر
نیدفر	۵ر
حسرت عاشق	۵ر
گلاب کنور	۴ر
سعید و مہ النسا	۴ر
منصور و خورشید	۴ر
سعید و زکیہ	۴ر
وینس کا سوداگر	۲ر
بھول بھلیاں	۲ر
نقا[illegible]ن	عہ
کمند گیسو	۸ر
ڈاکٹر کی بیٹی	[illegible]
[illegible]	[illegible]
سلیمان عذرا	۸ر
کمسن بی بی مسن شوہر	۴ر
خضر شباب	عہ
بوالہوس نواب	۱۲ر
ناشاد	[illegible]
حسن فرنگ	۱۲ر
وصال	عہ
[illegible]	۱۲ر
افسون	[illegible]
ہم خرما و ہم ثواب	۱۴ر
رضا و حسینہ	۸ر
عشق حسرت	۶ر
اورنگزیب اور چنچل کماری	۶ر
رقص بسمل	عہ

نام ناول	قیمت
نئی نویلی	۴ر
ثمرۂ دیانت	۴ر
خورشید بہو	۵ر
مہر بیا	۴ر
پاربتی	۴ر
رشید و زہرہ	۴ر
ماریہ سلطانہ	۴ر
دلسوز	[illegible]
وینس کی شاہزادی	۲ر
عروج و زوال	۴ر
لال کپتان	۱۲ر
[illegible]	۲ر
رزم و بزم	۶ر
نوابی دربار	۱۰ر
ظالم عشاق	۱۰
جوان بی بی کمسن شوہر	۴ر
معشوقۂ ماریان کا عاشق	[illegible]
یاقوت کی کان	[illegible]
فریب نیرنگ فریب وفا	۱۰ر
قتل نظیر	۸ر
عیار شہزادہ	عہ
محبوب محترم	۱۲ر
ذات شریف	[illegible]
شریف زادہ	[illegible]
جام زہر	[illegible]
عروس رہزن	[illegible]
[illegible] والٹر	عہ
کمسن	[illegible]

نام ناول	قیمت
عقیلہ بیگم	۳ر
لاڈلا بیٹا	[illegible]
معشوقۂ فرانس	[illegible]
شہنشاہ بیابان	[illegible]
اشک حسرت	[illegible]
مختلف دیوان	
دیوان حافظ مترجم اردو	[illegible]
کلیات مومن	۸ر
کلیات انشا	۲ر
کلیات سودا	[illegible]
کلیات میر تقی میر	[illegible]
اور اگر تاریخ کا شوق ہو تو یہ کتابیں ملاحظہ ہوں	
ترکوں کی معاشرت اردو	[illegible]
محاربات پلیونا ترکی جنگ	
روم و روس کامل	[illegible]
محاربات [illegible] کامل	
تاریخ جنگ روم و یونان	[illegible]
تاریخ ایران اردو	عہ
تاریخ اسپین مولوی سید محمد احمد خان جج سلیمان	[illegible]
تاریخ اسلامیہ اردو مولفہ سید امیر علی صاحب سابق جج ہائیکورٹ	[illegible]
خواتین تیموریہ حصہ اول	[illegible]
حصہ دوم	

نام ناول	قیمت
جمیلہ خاتون	۴ر
فریب وفا	[illegible]
عیاروں کا عیار	[illegible]
[illegible]ال رعنا	[illegible]
ستارہ و کلارہ کامل	[illegible]
مولوی شبلی صاحب	
المامون	[illegible]
سیرۃ النعمان	[illegible]
سفرنامہ روم	[illegible]
الفاروق	[illegible]
سوانح عمری مولانا روم	[illegible]
صبح امید	۳ر
سرسید احمد خان و نواب محسن الملک مرحوم	
خطبات احمدیہ اردو	[illegible]
تہذیب الاخلاق اردو ہر چہار جلد	[illegible]
مجموعہ لکچر نواب محسن الملک حصہ اول	[illegible]
مجموعہ لکچر سرسید احمد خان صاحب	[illegible]
متفرق کتب	
[illegible] آفتاب	۹ر
یادگار داغ	عہ
مثنوی دل و جان	[illegible]

ان مذکورہ کتابوں کے علاوہ اور بھی ہر قسم کی کتابیں اس دفتر سے روانہ ہو سکتی ہیں تاجروں کے ساتھ خاص رعایت کی جاتی ہے۔ جسقدر زیادہ قیمت کا مال لیا جائیگا اسیقدر کمیشن بھی زیادہ دیا جاتا ہے۔

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر کی مشہور ناول اور مقبول عام تصنیفات

تاریخ اور رسائل وغیرہ

[illegible]

صدا [illegible]

[illegible] قیمت

تاریخ نسوان

[illegible] قیمت

[illegible]

گذشتہ دلگداز کے پرچے

سنہ ۱۹۰۵ [illegible]

سنہ ۱۹۰۶ [illegible]

[illegible]

دلگداز! دلگداز!! دلگداز!!!

شائع ہوئے مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر کی ایڈیٹری میں [illegible] ہوئے ... نہیں تیر و نشتر کسی حسینہ نازک کی نگاہ ناز میں جو دلوں [illegible] اور دل ہی میں رہ جاتی ہو۔ اب صرف اعلیٰ درجے کے ادبی و تاریخی مضامین ہوتے ہیں ... سال پر ... کا ایک مکمل مرتب ناول خریداران دلگداز کو مفت دیا جایا کریگا قیمت ایک روپیہ [illegible] رسالات ... اگر ... ٹکٹ [illegible] روانہ ہوتا ہے ... جو حضرات نہ پہنچنے کی شکایت کر کے سابق کے پرچے طلب ... اُنکو بھی اطمینان کیلئے وہ نمبر بیرنگ بھیجے جاتے ہیں۔

[illegible] منیجر دلگداز لکھنو گنڈہ بزن بیگ خان

کارخانہ معطر ریاحین لکھنو کا اعلیٰ عطر

(آپ ایک دفعہ آزما کے تو دیکھیں!)

عطر کیلئے لکھنو مشہور ہے مگر افسوس کہ جو عطر ہے وہ باہر والوں کو نہیں ملتا کیونکہ یہاں ... کی دوکانیں نوکر ... کے ہاتھ ہیں اور ... اُن غریبوں ہی کو [illegible] پڑتا ہے جو بہت ... منگوانے اور بے دیکھے خریدنے پر مجبور ہیں اور بعض اشتہار دینے والوں کی حالت ... وکلا ... بھیج دیتے ہیں۔ ... خریداران کے ... اپنے ذمہ لیا ہے کہ باہر کے جو صاحب طلب فرمائیں انکے لیے معتبر و مستند کارخانوں کے عطر اعلیٰ درجے کے وغیرہ خاص طور پر ... کو خود ... جانچ کے ... نہایت ... روانہ کیا کریں جسکا بہت اچھا اور قابل اطمینان انتظام کیا ... عطر کے شائق ... ایک بار ... منگوا کے دیکھ لیں کہ ہمارے ذریعے سے اُنھیں کیسا اچھا عطر اور کن داموں کو ملتا ہے۔ فہرست حسب ذیل

عطر حنا - فی تولہ [illegible]	عطر گل حنا - فی تولہ [illegible]	عطر عود - فی تولہ [illegible]
عطر موتیا - [illegible]	عطر [illegible] - [illegible]	عطر سہاگ - [illegible]
عطر چنبیلی - [illegible]	عطر جوہی - [illegible]	عطر اگر [illegible] - [illegible]
عطر کیوڑا - [illegible]	عطر گلاب - [illegible]	عطر اگر - [illegible]
عطر خس - [illegible]	عطر سنگترہ - [illegible]	عطر مخلوط [illegible] - [illegible]
عطر [illegible] - [illegible]	عطر سیوتی - [illegible]	عطر مشک [illegible] - [illegible]
عطر چمپا - [illegible]	عطر [illegible] - [illegible]	روح [illegible] اصلی - [illegible]
عطر مولسری - [illegible]	عطر شہناز - [illegible]	روح [illegible] - [illegible]
عطر [illegible] - [illegible]	عطر [illegible] حنا - [illegible]	عطر ناگیسر اصلی - [illegible]
عطر راحت روح - [illegible]	روح گلاب - [illegible]	عطر صندل - [illegible]
روغن چنبیلی - فی سیر [illegible]	عرق گلاب - فی بوتل [illegible]	گولیاں تمباکو - [illegible] فی تولہ [illegible]
روغن بیلا - فی سیر [illegible]	عرق کیوڑا - فی بوتل [illegible]	[illegible]
روغن کیوڑا - فی سیر [illegible]	زردہ کھانے کے تمباکو کی بنی ہوئی معطر پتی	قوام تمباکو فی تولہ [illegible]
روغن حنا - فی سیر [illegible]	فی سیر [illegible]	(محصول ڈاک ان قیمتوں کے علاوہ ہے)

آپکا خادم محمد عبد الحلیم شرر ایڈیٹر دلگداز لکھنو گنڈہ بزن بیگ خان